مخزن المرجان
فی
خلاصۃ القرآن

قرآن کریم

جو کہ رکوعات کا خلاصہ، سورتوں کی وجہ تسمیہ، شان نزول، خلاصہ مضامین، موضوع، فضائل، ربط بین السور والآیۃ اور اسکے علاوہ دیگر قیمتی ابحاث پر مشتمل ہے

افادات

امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث مولانا محمد اصغر صاحب

مرتبہ

مولانا عبد القیوم قاسمی صاحب مدظلہ

مدیر مدرسہ معارف اسلامیہ سعید آباد کراچی

ناشر

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔ فون 4927

مخزن المرجان

فی

خلاصۃ القرآن

قرآن کریم

جو کہ رکوعات کا خلاصہ، سورتوں کی وجہ تسمیہ، شانِ نزول،
خلاصہ مضامین، موضوع، فضائل، ربط بین السور والآیۃ
اور اسکے علاوہ دیگر قیمتی ابحاث پر مشتمل ہے

افادات

امام الاولیاء حضرت مولانا **احمد علی لاہوری** رحمہ اللہ — شیخ المحدثین مولانا **محمد اصغر صاحب** دامت برکاتہم

مرتبہ

مولانا عبد القیوم قاسمی صاحب مدظلہ
مدیر مدرسہ معارف اسلامیہ سعید آباد کراچی

ناشر

اسلامی کتب خانہ

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔ فون: 4927159

نام کتاب: مخزن المرجان

مرتبہ: حضرت مولانا عبدالقیوم قاسمی صاحب مدظلہ

طباعت: اول

کمپوزنگ: صدیقی کمپوزرز۔ ماڈل کالونی، کراچی

فون: 0320-4084547, 4504007

ناشر: اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔

فون: 4927159

طابع: ادارہ طباعت۔ کمرشل ایریا، ناظم آباد نمبر۲۔ کراچی۔

فون: 6683335 موبائل: 0333-2136180

ملنے کے پتے

علمی کتب خانہ مین گیٹ جامع بنوری ٹاؤن کراچی

قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی	دارالکتاب اردو بازار لاہور
علمی کتاب گھر اردو بازار کراچی	مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
مکتبہ علمیہ بنوری ٹاؤن کراچی	مکتبہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
درخواستی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی	مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
درالاشاعت۔ اردو بازار۔ کراچی	وحیدی کتب خانہ قصہ خوانی بازار پشاور
مکتبہ بنوریہ، علامہ بنوری ٹاؤن۔ کراچی	مکتبہ حبیبیہ سواڑی بازار بونیر سرحد
نور محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی	عمر پبلی کیشنز اردو بازار لاہور

فہرست مضامین

حرفِ آغاز

از مرتب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم، اما بعد!

قرآن کریم پوری انسانیت کے لئے اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی نعمت ہے کہ دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی دولت اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ یہ وہ نسخۂ کیمیا ہے جس کی تلاوت، جس کا دیکھنا، جس کا سننا سنانا، جس کا سیکھنا سکھانا، جس پر عمل کرنا اور جس کی کسی بھی حیثیت سے نشر واشاعت سے خدمت کرنا، دنیا اور آخرت دونوں کی عظیم سعادت ہے۔ قرآن کریم کے معانی ومطالب اور الفاظ اور اس کی حرکات وسکنات اور اس کے حروف کو ٹھیک ٹھیک زبان سے ادا کرنے کی غرض سے ایسے ایسے علوم اور فنون کی بنیاد ڈالی گئی ہے، جس کی نظیر دنیا کے کسی مذہب اور کسی زبان میں نہیں ملتی۔

غرض جن مختلف جہتوں سے قرآن مجید کی خدمت کی گئی ہے، انہی میں سے ایک خاص خدمت قرآن کریم کی تفسیر ہے، سب سے پہلے مفسر قرآن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کی ختم نبوت کے بعد یہ ذمہ داری علماء کے سپرد ہوئی، اور وہ وارث انبیاء کہلائے، اور علماء کرام نے ہر دور میں طویل ومختصر تفاسیر امت کی رہنمائی کے لئے لکھی ہیں اور یہ مبارک سلسلہ رہتی دنیا تک جاری رہے گا۔ انہی میں سے امام

الاولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ ہیں، جنہوں نے قرآن کریم کی تفسیر لکھ کر اس امت پر بہت بڑا احسان فرمایا، اس کام کو مکمل کرنے کے لئے حضرت واہ گاؤں کے جامع مسجد کے حجرہ میں قیام پذیر رہے، اور یکسوئی سے قرآن کریم کے خلاصہ ہائے رکوعات اور ربط آیات تحریر فرمائیں۔ جس میں انہوں نے لوگوں کو اپنے گرد نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے گرد جمع ہونے کی مجددانہ دعوت دی ہے، اور وہ تفسیر اکثر و بیشتر نایاب ہونے کی وجہ سے عام طور پر دستیاب نہیں ہے، لہٰذا اسی قرآن کے حاشیہ سے امت کے فائدہ کے لئے قرآن کریم کی سورتوں اور رکوعات کا خلاصہ علیحدہ کردیا گیا ہے تا کہ عوام الناس اس سے مستفید ہونے سے محروم نہ رہیں۔ اور اس کا نام ''مخزن المرجان فی خلاصۃ القرآن، حصہ اول'' تجویز کیا گیا ہے۔ جس کے شروع میں قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے اصطلاحاتِ قرآن، اسماء قرآن، وحی کی ضرورت، وحی کا مفہوم، وحی کی تعلیمات، وحی کی اقسام اور مسئلہ الٰہ، مسئلہ علمِ غیب، مسئلہ حاضر و ناظر، مسئلہ مختارکل، دل نشین مختصر انداز میں بطور مقدمے کے تحریر کیا گیا ہے۔

اس کتاب کا دوسرا حصہ ''قرآنی اعجاز'' موجودہ نام مخزن المرجان جو آیتوں اور سورتوں کے تسلسل ارتباط میں حضرت الحاج مولانا محمد اصغر صاحب مدظلہٗ شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاج پورہ، ضلع سہارنپور کا ہے، اور جس کی ترتیب مولانا عبدالخالق مظاہری استاذ حدیث وتفسیر مظاہر علوم وقف سہارنپور نے دی ہے۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی وہ عظیم الشان کتاب ہے جس کے عجائبات کبھی بھی ختم نہیں ہوں گے، اور قرآن کریم کی تفسیر وتشریح پر برابر تصنیف وتالیف کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ مولانا موصوف نے اس کتاب میں آیات اور سورتوں کا تسلسل اور سورتوں کا

باہمی ارتباط نقل فرمایا ہے۔ اسی کے ساتھ سورتوں کا شانِ نزول، وجہ تسمیہ، خلاصہ مضامین اور موقع بہ موقع ضروری فوائد تحریر فرمائے ہیں۔ اس میں امت کا قرآن مجید کے ساتھ ربط پیدا کرنے کے لئے بڑی کوشش کی گئی ہے، انشاء اللہ یہ دونوں مجموعے قرآن کریم کے طالبان کے لئے، قرآن کریم سے مناسبت پیدا کرنے کے لئے بہت مفید ثابت ہوں گے۔

الغرض حصہ اول مکمل قرآن کی سورتوں اور رکوعات کا خلاصہ تالیف کردہ حضرت لاہوریؒ کا ہے، اور دوسرا حصہ مکمل قرآن کریم کی سورتوں کا ربط و خلاصہ وغیرہ تالیف کردہ حضرت مولانا محمد اصغر صاحب مدظلہٗ کا ہے، اور مقدمہ بندہ ناچیز کا تالیف کردہ ہے۔

آخر میں، میں مولوی محمد ریاض آف ٹانک کا بے انتہا مشکور ہوں، جنہوں نے میری حضرت لاہوریؒ کے خلاصہ رکوعات کی ترتیب و تالیف میں خوب معاونت فرمائی، اللہ تعالیٰ ان کو اپنی حفاظت میں رکھے اور علم و عمل میں برکتیں عطا فرمائے اور ان کے علاوہ مولوی حافظ محمد سعید، حافظ فضل محمود، حافظ اظہار الحق حبیب، حافظ محمد ریاض لودھروی، حافظ محمد اسماعیل شکریہ کے مستحق ہیں، جنہوں نے اخلاص سے اپنی خدمات پیش فرمائیں، اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اسے قبولیت عامہ سے نوازے، مفید عام و خاص بنائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

بندہ عبدالقیوم قاسمی عفی عنہ

مدیر مدرسہ معارف اسلامیہ سعید آباد کراچی

۶/۷/۲۰۰۳ء

پیش لفظ

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب مدظلہ

فاضل مدینہ یونیورسٹی سعودی عرب
مدیر جامعۃ الحرمین الاسلامیہ کراچی واستاذ جامعہ بنوریہ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا
والصلوٰۃ والسلام علی محمد المبعوث رحمۃ للکائنات وعلی آلہ وازواجہ
واصحابہ اجمعین وعلی کل من تبعہم باحسان الی یوم الدین، اما بعد!

قرآن کریم کے نظم و معانی پر علماء اسلام نے مختلف جہات اور مختلف انداز میں کام کیا ہے۔ فن قرأت کے ذریعہ نظم قرآنی کی حفاظت کی گئی ہے، اور فن تفسیر کے ذریعہ قرآن کریم کے معانی ومطالب کی حفاظت کا فریضہ انجام دیا گیا ہے۔ فن تفسیر میں بھی علماء تفسیر نے اپنے اپنے انداز میں متنوع خدمات انجام دی ہیں، اکثر مفسرین کرام نے معانی ومطالب قرآنیہ کے بیان میں تفصیلی انداز اپنایا ہے، مگر بہت سے مفسرین کرام ایسے بھی ہیں جنہوں نے انتہائی اختصار کے ساتھ قرآنی مضامین کو بیان کر کے "دریا بہ حباب اندر" کے مصداق دریا کو کوزہ میں بند کرنے کی سعی بلیغ فرمائی ہے۔

ہمارے عزیز دوست مولانا عبدالقیوم قاسمی صاحب، ماشاء اللہ "صاحب المعارف" ہیں، موصوف کا مدرسہ "معارف اسلامیہ" کے نام سے طلباء کی دینی تعلیم و تربیت میں اچھی خدمت انجام دے رہا ہے۔ انہوں نے صرف میں "معارف

الصرف'' لکھ کر اردو دان طبقہ کے لئے عربی گرامر کے موضوع پر ایک اچھا کام کیا ہے، اور ''مخزن المعارف'' المعروف مخزن المرجان لکھ کر اسی سلسلہ معارف میں ایک اضافہ اور کیا ہے۔ یہ دراصل قرآن کریم کی سورتوں میں بیان ہونے والے مضامین کا خلاصہ ہے، جسے کتابی شکل میں شائع کیا جارہا ہے۔ یہ وہ خلاصۂ مضامین ہے جو برصغیر کے مشہور و معروف عالم دین ولی کامل شیخ التفسیر حضرت اقدس مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے درس قرآن کی مجالس میں بیان فرمایا کرتے تھے، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ہندو پاک کی پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے اپنی شبانہ روز محنت اور لگن سے اس علاقہ میں قرآن کریم کے درس اور تفسیر کو عوام الناس تک پہنچانے کا کارنامہ سرانجام دیا۔

مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> ''واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان میں درس قرآن کے عمومی رواج اور لوگوں میں اس کی مقبولیت کا سہرا انہی (حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ) کے سر ہے۔''
>
> (پرانے چراغ ج:۱ ص:۱۳۹)

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ درس قرآن کے حوالہ سے تحریک آزادی کے بیباک مجاہد مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور دہلی میں درس قرآن دیا کرتے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شبانہ روز محنت اور روحانی قوت نے اس درس کو مقبول عام بنادیا تھا، لوگ جوق در جوق اس میں شریک ہونے لگے اور غاصب و ظالم انگریز کے خلاف لوگوں میں نفرت کے جذبات ابھرنے لگے اور بدیشی آقاؤں کے قلعہ اقتدار میں دراڑیں پڑنے کا خطرہ پیدا ہوگیا اور خادم قرآن، شیر اسلام مولانا

احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی للکار سے انگریزوں کی نسوانی قیادت اور ان کے حواری لرزہ براندام ہونے لگے تو انہوں نے اس کا اثر کم کرنے کے لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دہلی بدر کرنے کا فیصلہ کیا، انگریزی فوج نے اپنی تحویل میں لے کر دہلی سے نکالا اور لاہور میں لاکر چھوڑ دیا۔

لاہور میں آپ کی نہ کوئی جان پہچان تھی اور نہ ہی حلقہ احباب تھا، آپ اللہ کا نام لے کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور درس قرآن شروع کردیا۔ حلقہ درس بڑھنے لگا اور رفتہ رفتہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک غیر معروف مسجد میں منتقل ہوگئے، جو لائن والی مسجد کہلاتی تھی اور شیرانوالہ گیٹ سے متصل تھی، یہاں نہایت یکسوئی اور اہتمام کے ساتھ درس قرآن شروع ہوگیا، حضرت کے اعمال میں پابندی اور استقامت کے حوالہ سے احب الاعمال الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مادیم علیہ پر پورا پورا عمل ہوتا تھا، اس لئے کبھی بھی آپ کے درس میں ناغہ نہیں ہوتا تھا، آپ کے شاگرد رشید مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> ’’ان (حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ) کو قرآن مجید کے درس و اشاعت کے بغیر چین نہیں آتا تھا اور وہ ان کی روح کی غذا اور درد کی دوا بن گیا تھا، ان کے نزدیک اس درس میں ناغہ کرنا گویا گناہ کبیرہ تھا اور سخت کوتاہی تھی۔ میں نے سنا ہے کہ ایک مرتبہ ان کے ایک بچہ کا انتقال ہوا، اس کی لاش گھر میں تھی، لیکن اس دن بھی انہوں نے درس کا ناغہ نہیں کیا، درس کے بعد حاضرین کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے۔‘‘ (پرانے چراغ ج:۱ص:۱۵۴)

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے درس تین قسم کے ہوتے تھے:

ا:.....عوام الناس کے لئے جو کہ فرض نماز کے بعد عمومی درس قرآن کی شکل میں ہوتا تھا۔

۲:.....جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے جو کہ مخصوص ایام میں دس سے پندرہ روز کے لئے ایک مختصر کورس کی شکل میں ہوتا تھا۔

۳:.....دینی مدارس کے فضلاء و علماء کرام کے لئے جو کہ شعبان، رمضان اور شوال کے تین ماہ تک جاری رہتا تھا۔ اور اس میں برصغیر پاک و ہند کے مختلف شہروں اور علاقوں سے منتہی طلباء اور علماء شرکت کیا کرتے تھے۔ یہ درس مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا مخصوص رنگ لئے ہوئے ہوتا تھا، اس درس میں ہر سورت کا مرکزی مضمون بیان کیا جاتا تھا، جسے ''عمود السورۃ'' کا نام دیا جاتا۔ نیز ہر رکوع کے مضامین کا خلاصہ چند جملوں میں بتایا جاتا اور اس کا مأخذ بھی بیان کیا جاتا، یہ سب کچھ شرکاء درس کو زبانی یاد کرنا پڑتا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے درس کی تین خصوصیات ایسی تھیں جو شرکاء درس پر اپنا خاص اثر رکھتی تھیں:

ا:.....عقیدۂ توحید۔ توحید خالص کا بیان اس اہتمام اور سلیقہ سے ہوتا کہ شرکاء دورۂ تفسیر کے دلوں میں شرک سے بیزاری اور توحید باری تعالیٰ سے والہانہ لگاؤ پیدا ہوجاتا اور عقیدۂ توحید میں انتہائی پختگی اور صلابت آجاتی۔

۲:.....بزرگان دین اور اولیاء کرام کے مؤثر اور دل آویز واقعات کا بیان ہوتا جس سے شرکاء درس کے ایمان و عمل میں جلاء پیدا ہوتی اور اہل اللہ اور سلف صالحین سے محبت اور قلبی تعلق پیدا ہوجاتا۔

۳:..... جذبہ جہاد۔ کفار و دشمنان اسلام کے خلاف جہاد پر آمادہ فرماتے، اسلام کے دفاع اور نشر و اشاعت کے لئے جان و مال کی قربانی کا جذبہ پیدا فرماتے۔ خاص طور پر بغض فی اللہ اور انگریزوں کے خلاف شدید دشمنی اور نفرت کے جذبات میں تلاطم برپا کر کے ہر شریک درس کو اسلام دشمن عناصر کے خلاف شعلہ جوالہ بنا دیتے۔

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے اس درس کی تاثیر کا اندازہ لگانے کے لئے مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا درج ذیل اقتباس ملاحظہ کیجئے:

> ''اگر مولانا احمد علی سے ملاقات نہ ہوتی تو میری زندگی اچھی یا بری بہرحال موجودہ زندگی سے بہت مختلف ہوتی اور شاید اس میں ادب و تاریخ، تصنیف و تالیف کے سوا کوئی ذوق و رجحان نہ پایا جاتا۔ خدا رسی، راہ یابی اور راست روی تو بڑی چیزیں ہیں، مولانا کی صحبت میں کم سے کم، خدا طلبی کا ذوق، خدا کے نام کی حلاوت اور مردانِ خدا کی محبت، اپنی کمی اور اصلاح و تکمیل کی ضرورت کا احساس پیدا ہوا۔''
>
> (پرانے چراغ ج:۱ ص:۱۳۴)

درس قرآن کا یہی کمال اور خوبی ہے کہ اس کے سننے اور سنانے والے کی زندگی میں تبدیلی اور انقلاب رونما ہو جاتا ہے۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اساتذہ و مشائخ سے جو کچھ حاصل کیا اور مطالعۂ قرآن سے جو کچھ اخذ کیا اسے اپنے مخصوص طرز پر قلمبند کیا اور بڑے اہتمام سے ۱۹۴۷ء میں مترجم قرآن شریف شائع کیا، جس میں حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ اور اپنے قلمبند کردہ تفسیری

نکات کو حواشی کی صورت میں شامل اشاعت کیا۔

یہ مترجم قرآن شریف مع حاشیہ ''تفسیر القرآن العزیز'' کے نام سے مطبوعہ ملتا ہے، جسے انجمن خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور، نے شائع کیا ہے۔ اس تالیف میں حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے انہی حواشی میں سے خلاصہ سورۃ اور خلاصہ رکوع کو کتابی صورت میں پیش کیا جارہا ہے اور اضافہ کے طور پر بھارت کے ایک عالم دین حضرت مولانا محمد اصغر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے تحریر شدہ خلاصہ قرآن بھی شامل کیا گیا ہے، جس سے یہ تالیف مرج البحرین کا مصداق بن گئی ہے۔ یہ ایک مفید اور اچھی خدمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے مولانا موصوف سے لی ہے:

این سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اہل علم اور شائقین قرآن کریم کے لئے یہ ایک نعمت غیر مترقبہ ہے، اس کی قدر کرنی چاہئے اور ائمہ مساجد اور خطباء کرام کو غنیمت باردہ سمجھتے ہوئے اس کی قدر کرنی چاہئے اور اس سے بھرپور استفادہ کرنا چاہئے، خاص طور پر سالانہ دورۂ تفسیر کے اساتذہ وطلباء کے لئے یہ بے بہا نعمت ہے۔

اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کے لئے صدقہ جاریہ بنائیں اور حضرت اقدس شیخ التفسیر ولی کامل مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے فیض سے تشنگان علوم دینیہ اور امت مسلمہ کے جمیع افراد کو فیضیاب فرمائیں، آمین!

فقط بندہ ہیچمداں

عتیق الرحمٰن

مہتمم جامعۃ الحرمین الاسلامیہ

واستاذ الحدیث جامعہ بنوریہ کراچی

۱۹/جمادی الاخریٰ ۱۴۲۴ھ

۱۸/اگست 2003ء

بروز پیر

مقدمہ

از مولانا عبد الق[illegible]

اسماء قرآن کریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علامہ ابو المعالی نے قرآن مجید کے ۵۵ نام شمار کئے ہیں، اور بعض حضرات نے ۹۰ سے زائد نام بتائے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اس میں صفاتی نام شمار کئے ہیں، مثلاً: حکیم، مجید، کریم وغیرہ ذالک۔ مگر صحیح معنی میں قرآن مجید کے پانچ نام ہیں: القرآن، الفرقان، الذکر، الکتاب، التنزیل۔ یہ بطور علم، قرآن کے اندر موجود ہیں، ان سب میں سے زیادہ مشہور ''القرآن'' ہے جو کہ کم از کم ۶۱ مرتبہ قرآن مجید کے اندر مذکور ہے۔ (محصلہ علوم القرآن ص:۲۳)

قرآن کی وجہ تسمیہ:

قرآن، قرأ، یقرأ (از باب فتح) سے ماخوذ ہے، اس کا لغوی معنی جمع کرنا ہے، پھر یہ پڑھنے کے معنی میں استعمال ہونے لگا، اس کی دلیل یہ ہے کہ سورۃ القیامہ میں ہے:

''اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ.'' (القیامہ:۱۷)

ترجمہ:......"بیشک اس (کتاب) کا جمع کرنا اور
پڑھنا ہمارے ہی ذمہ ہے۔"

جس طرح قرأ، یقرأ، کا مصدر "قِرَاءَةٌ" آتا ہے، اسی طرح قرأ یقرأ کا مصدر "قرآن" بھی آتا ہے۔ اس لئے اہل عرب مصدر کو اسم مفعول کے معنی میں لیتے ہیں، جیسے: مقروء بمعنی پڑھی ہوئی کتاب، راجح قول یہی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے تو کفار مکہ یہ کہتے تھے:

"لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ."

(حٰم سجدہ:۲٦)

ترجمہ:......"مت سنو اس قرآن کی تلاوت بلکہ اس کی
تلاوت کے دوران شور غل کیا کرو۔"

تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کے لئے اس کا نام "قرآن" رکھ دیا، یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ پوری دنیا میں سب سے زیادہ تلاوت کی جانے والی کتاب قرآن پاک ہے، کفار اس کو جتنا دباتے رہے، یہ اتنا ابھرتا رہا۔

قرآن کریم کی اصطلاحی تعریف:

"هُوَ الْكِتَابُ الْمُنَزَّلُ عَلَى الرَّسُوْلِ الْمَكْتُوْبِ
فِي الْمَصَاحِفِ الْمَنْقُوْلِ اِلَيْنَا نَقْلًا مُتَوَاتِرًا بِلَا شُبْهَةٍ."

ترجمہ:......"قرآن کریم وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جو
رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا ہے صحیفوں میں لکھا گیا
ہے آپ سے بغیر کسی شبہ کے متواتر منقول ہے۔"

(التلویح مع التوضیح)

یہ تعریف سب کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

قرآن پاک کے نزول کا طریقہ:

قرآن پاک کے نزول کے دو طریقے ہیں:

ا:......لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر۔ ۲:......آسمان دنیا سے زمین پر۔

ا:......لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر دفعۃً واحدۃً یعنی یکبار نازل ہوا، تو اس جگہ کا نام بیت عزت ہے۔

۲:...... آسمان دنیا سے زمین پر، آنحضرت پر ۲۳ سال میں مکمل نازل ہوا۔ قرآن کریم میں دو لفظ استعمال ہوئے ہیں ایک انزال اور دوسرا تنزیل۔ انزال کے معنی ہیں کسی چیز کو ایک ہی دفعہ میں مکمل نازل کردینا۔ اور ''تنزیل'' کے معنی ہیں تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنا چنانچہ قرآن کریم نے اپنے لئے پہلا لفظ جہاں کہیں استعمال کیا ہے اس سے مراد عموماً وہ نزول ہے جو لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف ہوا، ارشاد ہے:''انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ.'' (الدخان:۳)

سب سے پہلی وحی:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جبل نور کی چوٹی غار حرا میں عبادت کیا کرتے تھے، پیر کے دن صبح کے وقت سورۃ العلق کی پہلی پانچ آیتیں نازل ہوئیں۔

مسلم شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کے دن روزہ کا اہتمام کیا کرتے تھے، تو صحابہؓ نے پوچھا کہ: آپ ہر پیر اور جمعرات کے دن کیوں روزہ رکھتے ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا:''یوم ولدتُ فیہ ویوم بعثت.''

(مسلم ج:۱ ص:۶۳)

دور نبوت:

آپ نبوت کے بعد ۱۰ سال مکہ میں رہے اور ۱۳ سال مدینہ منورہ میں رہے، قرآن کریم کی کل ۱۱۴ سورتیں ہیں۔ ۸۶ سورتیں مکہ میں نازل ہوئیں (الاتقان ترجمہ اردو ج:۱ ص:۶۲) اوران کے علاوہ باقی مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔

آپ پر کبھی ایک سورۃ، کبھی ایک آیت، کبھی ایک لفظ بھی نازل ہوا ہے، جب سورۂ بقرہ کی آیت:

"حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ....." (البقرہ:۱۸۷)

نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے دو دھاگے رکھے ہوئے تھے، صبح کا وقت معلوم کرنے کے لئے سفید اور کالا، تو جب عدی بن حاتم کا ذکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوا تو اس وقت "من الفجر" کا لفظ نازل ہوا، تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ پر کبھی ایک لفظ بھی نازل ہوا ہے۔

آخری آیت:

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آخری آیت:

"اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً." نازل ہوئی (المائدہ:۳)

جمعہ کے دن عصر کا وقت تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو وحی کا سلسلہ جبل نور کی چوٹی سے شروع ہوا تھا آج وہ سلسلہ ختم ہوگیا ہے، تو اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ۸۲ یا ۸۳ دن زندہ رہے، وحی تو آتی رہی لیکن اس وحی کا تعلق

لیکن اس وحی کا تعلق قرآن مجید سے نہیں تھا۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ ایک یہودی عالم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: اگر یہ آیات ہم پر نازل ہوتیں تو ہم اس دن کو عید قرار دیتے، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: ہم اس دن کو جانتے ہیں اور اس جگہ کو بھی جس میں یہ آیت آپ ﷺ پر اتری تھی وہ جمعہ کا دن تھا جب آپ عرفات میں کھڑے تھے۔ (بخاری ج:۱ ص:۱۱) اسحاق کی روایت میں ہے: "وکلاھما بحمد اللہ لنا عید." (فتح الباری ج:۱ ص:۱۰۵۔ باب زیادۃ الایمان ونقصانہ)۔ یعنی جمعہ اور عرفہ دونوں دن ہمارے لئے عید ہیں۔

وحی کی ضرورت:

ہر مسلمان جانتا ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے آزمائش کے لئے بھیجا ہے، اور اس کے ذمے کچھ فرائض عائد کئے ہیں، پوری کائنات کو اس کی خدمت میں لگا دیا ہے، لہٰذا دنیا میں آنے کے بعد انسان کے لئے دو کام کرنے ضروری ہیں:

ایک یہ ہے کہ جو پوری کائنات چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے، اس کو ٹھیک ٹھاک استعمال کرنا۔

دوسرا کام یہ ہے کہ اس کائنات کے استعمال کرنے کے لئے احکام خداوندی کو مدنظر رکھنا، کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھے جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو۔ چنانچہ ان دونوں کاموں کو کرنے کے لئے علم کی ضرورت ہے، جب تک علم حاصل نہیں ہوگا، کائنات کی حقیقت وہ نہیں سمجھ سکے گا کہ وہ کیا ہے؟ اور اس کائنات میں فلاں چیز کے خواص کیا ہیں؟ اور اس کا فائدہ کیا ہے؟ اور اس کا فائدہ کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے؟ اور اس چیز میں فائدہ حاصل کرنے میں احکام خداوندی کیا ہیں؟ اور کون سا عمل

اللہ تعالیٰ کو پسند ہے؟ اور کون سا ناپسند ہے؟ یہ معلوم کرنا علم کے بغیر ناممکن ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ تین چیزیں پیدا فرمائیں:

ا:......حواس۔ ۲:......عقل۔ ۳:......وحی۔

ا:......حواس یعنی کان، ناک، منہ، پاؤں وغیرہ۔ دوسری چیز عقل ہے، تیسری چیز وحی ہے۔ بعض چیزوں کا علم حواس کے ذریعے سے حاصل ہوگا اور بعض چیزوں کا علم وحی کے ذریعہ سے حاصل ہوگا، مذکورہ تینوں اشیاء کا ایک دائرۂ کار مقرر ہے، مذکورہ تینوں چیز کی ترتیب کچھ یوں بنتی ہے، مثلاً کچھ اشیاء جو حواس کے ذریعے معلوم ہوں اور عقل کے ذریعے سے معلوم نہیں ہوتی ہیں، اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک شخص میرے سامنے بیٹھا ہے، میں حواس کے ذریعے سے کہہ سکتا ہوں اس شخص کا رنگ گندمی گورا یا آنکھیں بڑی ہیں یا چھوٹی ہیں ناک اس کا لمبا ہے یا چپٹا ہوا ہے قد و قامت میں تمام اعضاء موزوں ہیں یہ ساری باتیں حواس کے ذریعے معلوم ہوتی ہیں عقل کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہیں۔ مثلاً اگر میں ایک منٹ کے لئے آنکھیں بند کرکے اس شخص کے متعلق یوں کہوں اس کی رنگت سفید ہے یا سیاہ ہے وغیرہ ذالک۔

تو یہ چیزیں عقل کے ذریعے معلوم نہیں ہوسکتیں بلکہ حواس سے ہی صحیح معنی میں معلوم ہوں گی، تو ایک شخص کے متعلق عقل کے ذریعے یہ تو کہا جاتا سکتا ہے کہ اس کی ماں ہے اس کا باپ ہے اگرچہ وہ یہاں موجود نہ ہوں جہاں یہ دونوں چیزیں حواس اور عقل اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے کام کرنا چھوڑ دے گی، مثلاً اسی شخص کے متعلق یہ کہا جائے یہ کس مقصد کے لئے پیدا ہوا ہے اس دنیا میں آنے کے بعد اس پر کیا فرائض عائد ہوتے ہیں دنیا میں جو بھی کام کریں گے کونسے کام میں اللہ کی رضا ہے اور کس کام میں اللہ کی رضا نہیں ان سب چیزوں کا علم نہ حواس کے ذریعے سے معلوم کیا

جاسکتا ہے اور نہ عقل کے ذریعے سے، لہٰذا ان سوالوں کا جواب ہمیں وحی کے ذریعہ سے معلوم ہوگا۔

وحی کا مفہوم:

اس تمہید کے بعد وحی کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کریں، ''وَحْیٌ اور اِیْحَاءٌ'' دونوں عربی زبان کے لفظ ہیں، ان کا لغوی معنی جلدی سے اشارہ کردینا خواہ وہ اشارہ رمز یا کنایہ سے ہو یا خواہ کوئی بے معنی آواز نکالنے کے ساتھ ہو یا کسی چیز کو حرکت دینے کے ساتھ ہو یا تحریر ونقوش وغیرہ کے ساتھ ہو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ السلام کا قصہ بیان فرمایا:

''فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰی اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا.''

بس زکریا علیہ الصلوٰۃ السلام اپنی قوم کے سامنے محراب سے نکلے اور انہیں اشارہ کیا کہ صبح وشام تسبیح بیان کرو۔ اس سے واضح معلوم ہوا کہ اشارہ کا مقصد مخاطب کے دل میں بات ڈالنا ہے پھر یہ کسی کے دل میں بات ڈالنے کے معنی میں استعمال ہونے لگا قرآن کریم میں متعدد آیات میں یہی معنی مراد ہیں سورہ نحل میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اَوْحٰی رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا.'' (النحل:۶۸)

آپ کے پروردگار عالم نے شہد کی مکھیوں کے دل میں بات ڈالی کہ وہ اپنے گھر پہاڑوں میں بنائیں۔ تو اس آیت میں وحی کا معنی کسی کے دل میں بات ڈالنا۔

وحی کا اصطلاحی معنی، "کَلَامُ اللہِ الْمُنَزَّلُ عَلٰی نَبِیٍّ مِّنْ اَنْبِیَائِہٖ" عمدۃ القاری شرح بخاری ص:۱۸۔ اللہ تعالیٰ کا وہ کلام جو اس کے کسی نبی پر نازل ہو۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں "وَحْیٌ" اور "اِیْحَاءٌ" یہ دنوں الگ الگ لفظ ہیں "اِیْحَاءٌ" کا لفظ عام ہے وہ انبیاء غیر انبیاء دونوں کو شامل ہیں کہ کسی غیر نبی کے دل میں بات ڈالنا اس کے مفہوم میں داخل ہے۔ اور وحی انبیاء کے ساتھ مختص ہے۔

(فتح الباری ج:۱ ص:۱۹ طبع قاہرہ)

وحی کی تعلیمات:

اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ اپنے بندوں کو ان باتوں کی تعلیم دی ہے جن کا تعلق نہ حواس خمسہ سے ہے اور نہ عقل سے ہے بلکہ وہ باتیں خالص مذہبی نوعیت کی ہوسکتی ہیں اور دنیوی معاملات کے متعلق بھی وحی نازل ہوئی ہے جیسے نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی کے ذریعہ سے حکم دیا کہ کشتی بناؤ قرآن کریم میں باری تعالیٰ فرماتے ہیں: "وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا." اور حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے زرہ بنانے کا حکم دیا۔ اور اس آیت سے واضح معلوم ہوتا ہے کہ وحی دنیاوی معاملات کے متعلق بھی نازل ہوئی ہے۔

وحی کی اقسام:

حضرت انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں وحی کی ابتدا تین قسمیں ہیں، ان کا حاصل یہ ہے:

۱:......وحی قلبی۔ ۲:......وحی کلامی۔ ۳:......وحی ملکی۔

۱:......وحی قلبی: کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کا دل مسخر کر کے

اس میں کوئی بات ڈال دی اس میں نہ کسی فرشتہ کے واسطہ سے نہ آواز سننے کا تعلق ہے نہ حواس اور نہ قوت سامعہ کا تعلق ہے، بلکہ دل میں بات جاگزین ہو جاتی ہے ساتھ یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ بات اللہ کی طرف سے آتی ہے یہ وحی کی کیفیت اللہ کی طرف سے حالت بیداری حالت خواب میں دونوں طرح سے ہو سکتی ہے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا اور انہیں بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا اور اس کو وحی قلبی کہتے ہیں۔

۲:......وحی کلامی: اس کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو شرف و کلام بخشتے ہیں اس میں کسی فرشتہ کا واسطہ نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ سے اس کا رسول براہ راست کلام کرتا ہے اور اس کلام کی کیفیت اس کا رسول آسان طریقہ سے سمجھتا ہے اور اس میں آواز سنائی دیتی ہے جو مخلوقات سے عجیب و غریب ہوتی ہے جس کا ادراک ہماری سمجھ سے بالاتر ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا یہ وحی کا سب سے افضل اور اعلیٰ طریقہ ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ارشاد فرمایا: "کَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا." اور اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے خوب باتیں کیں۔

(النساء:۱۶۴)

۳:......وحی ملکی: اس کی تعریف یہ ہے اللہ تعالیٰ فرشتے کے ذریعے سے اپنے نبی پر وحی نازل کرتے ہیں کبھی وہ فرشتہ انسان کی شکل میں آجاتا ہے اور کبھی وہ فرشتہ اپنی اصلی صورت میں نظر آتا ہے مگر یہ شاذ و نادر ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں وحی کی ان تینوں قسموں کو اس آیت میں ذکر فرمایا ہے:

"مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَهُ اللّٰہُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا." (الشوریٰ:۵۱)

کسی انسان کے لئے ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی روبرو کلام کرے مگر وہ جو دل میں بات ڈالے یا پردے کے پیچھے سے یا کسی پیغمبر فرشتے کو بھیج کر اپنی طرف سے وحی نازل کرے۔ اس آیات کریمہ میں "وحیــا" سے مراد وحی قلبی ہے "مــن وراء حجاب" سے وحی کلامی مراد ہے "او یرسل رسولا" سے وحی ملکی مراد ہے۔

کیفیت نزول وحی:

بخاری شریف میں روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حارث بن ہشام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ پر وحی کس طرح نازل ہوتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبھی تو گھنٹی کی آواز سنائی دیتی ہے، اور یہ وحی کی صورت سب سے زیادہ سخت مجھ پر گزرتی ہے، پھر جب وہ آواز کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے جو اس آواز نے کہا ہوتا ہے وہ مجھے یاد ہوچکا ہوتا ہے وحی کی اس قسم کو "صلصلة الجرس" کہتے ہیں، اس حدیث کے آخر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ سردیوں کے موسم میں بھی اس وحی کے نزول کی سختی ظاہر ہوتی تھی کہ جب سلسلہ وحی ختم ہوجاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پسینہ سے شرابور ہوچکی ہوتی تھی۔ مسند احمد کی روایت میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب یہ وحی نازل ہوتی ہے تو مجھے ایسا محسوس ہوتا کہ میری روح کو کھینچا جارہا ہے (الفتح الربانی مسند احمد بحوالہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ ج:۲۰ ص:۲۱۱ کتاب السیرۃ النبویہ، طبع قاہرہ ۱۳۷۵ھ) اور کبھی اس وحی کی ہلکی ہلکی آواز سنائی دیتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کے سامنے شہد کی مکھیوں جیسی بھنبھناہٹ کی آواز آتی تھی (الفتح الربانی ایضاً ج:۲۰ ص:۲۱۲)۔ وحی کی دوسری قسم کبھی فرشتہ رحمۃ

عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انسانی شکل اختیار کر کے آتا تھا اللہ تعالیٰ کا پیغام دینے کے لئے اکثر و بیشتر رحمۃ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے شکل میں وحی لے کر آتا۔ علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں حضرت دحیہ کی شکل میں فرشتہ اس لئے آتا تھا کیونکہ وہ اپنے وقت کے حسین ترین انسانوں میں تھے اور اکثر اپنے چہرے کو ڈھانپ کر چلتے تھے (عمدۃ القاری ج:۱ ص:۴۷)۔ وحی لانے والا فرشتہ تحقیقی قول کے مطابق حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

کشف اور الہام میں فرق:

وحی انبیاء کے ساتھ خاص ہے۔ کشف اور الہام عام ہے، کشف حسیات میں سے ہے یعنی کسی واقعے یا کسی چیز کو آنکھوں سے دیکھ لے اور الہام وجدانیات میں سے ہے، یعنی کسی بات کو دل میں ڈال دے الہام کشف سے زیادہ صحیح ہے۔

(فیض الباری ج:۱ ص:۱۹)

وحی متلو، غیر متلو میں فرق:

وحی متلو وہ جس کے معنی اور لفظ دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوں جیسے قرآن کریم ہے اور اس کو تلاوت کیا جاتا ہے وحی غیر متلو وہ ہے جس کے الفاظ رحمۃ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہوں اور معانی و مطالب اللہ کی طرف سے ہوں اور یہ وحی قرآن کریم کا جزء نہیں ہوتی اس کی تلاوت نہیں کی جاتی ہے عموماً وحی متلو یعنی قرآن کریم میں اصولی عقائد اور بنیادی تعلیمات کی تشریح پر اکتفا کیا گیا ہے اور حدیث پاک میں زیادہ تر ان کی جزئیات کی تفصیل ہے۔

علم تفسیر کی تعریف:

علم تفسیر کے تعریف سے پہلے علم تفسیر کا موضوع و غرض و غایت سمجھیں۔

علم تفسیر کا موضوع:

قرآن کریم کا مطالب اور معانی معلوم کرنا یہ علم تفسیر کا موضوع ہے۔

غرض و غایت:

قوت علمیہ اور عملیہ کی تکمیل کرنا تا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو۔

علم تفسیر کی تعریف:

لفظ تفسیر فسر سے ماخوذ ہے جس کا لفظی معنی ہے کھولنا اور اصطلاحی تعریف قرآن مجید کے معنی بیان کئے جائے اوراس کے احکام اور حکمتوں کو کھول کر واضح کیا جائے (البرہان) قرآن کریم میں اشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ." (النحل:۴۴)

رحمۃ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے: "لتبین للناس" کہ ہم نے قرآن کریم کو آپ پر اس لئے اتارا ہے تا کہ آپ لوگوں کے سامنے وضاحت سے بیان فرمائیں جوان کے طرف اتاری گئی ہے دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ." (آل عمران:۱۶۴)

البتہ تحقیق بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنین پر جب کہ ان کے درمیان

انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو اس کی آیات تلاوت کرے اور ان کو پاک صاف کرے اور انہیں کتاب اور دانائی کی تعلیم دے۔ اس آیت سے واضح معلوم ہوتا ہے کہ رحمۃ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف قرآن کریم کے الفاظ کی تعلیم نہیں دی بلکہ الفاظ کے ساتھ ساتھ معنیٰ اور تفسیر کی بھی تعلیم دی صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم کے متعلق آتا ہے کہ انہوں نے قرآن کریم کی ایک سورت سیکھنے کے لئے کئی سال لگا دیئے جس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ صحابہ کرامؓ رحمۃ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تفسیر بھی سیکھتے تھے رحمتہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں صحابہ کرام کو جب کسی آیت یا سورۃ کے متعلق مشکل درپیش آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرما لیتے تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو تسلی بخش جواب مل جاتا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قرآن کی تفسیر محفوظ کرنے کی صورت درپیش آئی تو علمائے کرام نے جس طرح قرآن کریم کے الفاظ کی حفاظت کی محنتیں فرمائیں اسی طرح قرآن کی تفسیر کے لئے بھی محنت فرمائی تا کہ کوئی ملحد گمراہ اپنی من مانی کی تفسیر نہ کرے آج ہم شوق سے کہہ سکتے ہیں کہ جو تفسیر آپ اور آپ کے سچے جانثاروں نے فرمائی تھی وہ من وعن محفوظ ہے۔

قرآن کی تفسیر کے ماخذ:

۱:......قرآن۔

۲:......حدیث۔

۳:......صحابہ کی حیات طیبہ ان کے اقوال اور افعال۔

۴:......تابعین کی تفسیر۔

۵:...... تبع تابعین کی تفسیر۔

سب سے اعلیٰ قسم کی تفسیر قرآن کی قرآن سے کی جائے گی، کیونکہ اس سے جامع معنی کوئی تفسیر نہیں ہے قرآن کی مجمل آیت کی تفسیر دوسری آیت سے معلوم کی جائے گی جس طرح سورۃ فاتحہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ'' ان لوگوں کا راستہ جن پر آپ نے انعام فرمایا۔ اب یہ آیت مجمل ہے اس کی تفسیر دوسری آیت میں موجود ہے:

''فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ.'' (النساء:۶۹)

جن پر اللہ کا انعام ہے، وہ چار طبقات ہیں۔۱: انبیاء۔ ۲:صدیقین۔ ۳:شہداء۔ ۴:صالحین۔

دوسرا ماخذ:...... صحیح حدیث ہے کیونکہ قرآن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے جتنا آپ سمجھتے تھے اتنا کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

تیسرا ماخذ:...... صحابہ کی حیات طیبہ ہے اور ان کے اقوال سے اور افعال سے تفسیر لی جائے گی کیونکہ انہوں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کی تفسیر سیکھی ہے جتنا انہوں نے سمجھا ہے کوئی اور اتنا نہیں سمجھ سکتا۔

چوتھا ماخذ:...... تابعین کی تفسیر سے کیونکہ انہوں نے صحابہ سے تفسیر سیکھی ہے ان جیسا کوئی اور نہیں سمجھ سکتا۔

پانچواں ماخذ:...... تبع تابعین کی تفسیر سے کیونکہ قرآن کی تفسیر میں حضرت امام حسن بصری، سعید ابن جبیر، سعید بن المسیبؒ وغیرہ مشہور ہیں کیونکہ انہوں نے قرآن کریم صحابہ کرامؓ کے تربیت یافتہ حضرات سے سیکھا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وخیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم.'' قرن

کے معنی طائفہ من الناس'' تین ادوار خیر قرون کہلاتے ہیں اگرچہ برے لوگ بھی ان زمانوں میں تھے مگر اچھے لوگوں کی اکثریت تھی برے لوگوں میں مروان اور حجاج بن یوسف جنہوں نے ترمذی کی روایت کے مطابق ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمانوں کو شہید کر دیا تھا۔

صحابہؓ میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس قرآن کریم کے عظیم مفسر تھے اور ان دو حضرات میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود جزوی طور پر خلفائے راشدین سے بھی بڑھ کر مفسر قرآن تھے کیونکہ انہوں نے ۸۶ سورتوں کی تفسیر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھی ہے بخاری شریف میں ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''استقرؤا القران من اربعة من عبداللہ بن مسعود...... '' (بخاری ج:۱ ص:۵۳۱) جو لوگ قرآن مجید پڑھنا چاہیں وہ چار اشخاص سے پڑھیں ان میں سے ایک حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے خود ارشاد فرمایا:

اگر دنیا میں مجھ سے زیادہ کوئی قرآن کا ماہر موجود ہو اور مجھے سواری میسر ہو جائے تو میں وہاں پہنچ کر قرآن کریم کی تفسیر کا علم حاصل کروں گا۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہیں جنہیں ترجمان القرآن سے یاد کیا جاتا ہے ایک مرتبہ کا واقعہ ہے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجب کے لئے تشریف لے گئے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے پیچھے سے ڈھیلے اور پانی کا انتظام فرمایا رحمت عالم نے پوچھا یہ کس نے انتظام کیا تو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے اپنا نام ظاہر فرمایا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر رقت طاری ہوگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے حق میں یہ دعا فرمائی: ''اللّٰھم علمه الکتاب.'' (بخاری ج:۱

ص:۵۳۱) آپ کی دعا کا یہ نتیجہ تھا کہ اگرچہ حضرت عبداللہ بن عباس کم سن تھے اللہ نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کو قرآن کا عظیم مفسر بنا دیا، بخاری میں روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب شوریٰ کا انتخاب فرمایا تو شوریٰ میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا اسم گرامی بھی تھا حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اس پر اعتراض کیا کہ طلحہؓ اور زبیرؓ، عبداللہ بن عباسؓ جب شوریٰ میں شامل ہوگئے تو بچوں کا شوریٰ پر قبضہ ہوجائے گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اچھا آپ اکابر حضرات تشریف رکھتے ہیں مجھے بتائیں کہ سورہ فتح میں کون سی راز کی بات ہے سب اکابر حضرات خاموش رہے جب حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: "فیہ اجل رسول اللہ" کہ اسمیں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر ہے حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ قرآن کریم کے عرض وطول اور عمق کو پہچانتے تھے ہم لوگ صرف طول اور عرض کو جانتے ہیں۔

تفسیر بالرائے:

اس کی کئی صورتیں ہیں جو شریعت اسلام میں ناجائز اور حرام ہیں۔

ایک صورت: یہ ہے قرآن کی تفسیر کرنے والا ایسا شخص ہو جو اہلیت نہ رکھتا محض اپنی رائے اور منمانی سے تفسیر کرنا شروع کردے۔

دوسری صورت: یہ ہے کسی آیت کی تفسیر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ اور تابعین کے اقوال اور افعال سے صراحۃً ثابت ہے، مگر وہ شخص اس کو نظر انداز کرکے محض اپنی عقل سے معنی بیان کرنا شروع کردے۔

تیسری صورت: کسی آیت کی تفسیر صحابہ اور تابعین سے کوئی صریح تفسیر منقول

نہیں ان میں لغت اور زبان و ادب کے اصول کو پامال کر کے تشریح بیان کرنا شروع کر دے۔

چوتھی صورت: جو شخص قرآن و سنت سے احکام مستنبط کرنے کے لئے اجتہاد کی اہلیت نہ رکھتا ہو اور وہ اجتہاد کرنے لگ جائے۔

پانچویں صورت: قرآن کے متشابہات جن کی تشریح اور توضیح کا علم سو فیصد اللہ کو ہے ان کی تشریح اور توضیح جزم اور وثوق سے شروع کر دے اور اس پر مصر ہو۔

چھٹی صورت: جہاں پر اللہ نے تفسیر کرنے میں عقل اور فکر کو اجازت دی ہے وہاں قطعی دلائل کو نظر انداز کر کے محض اپنے عقل سے تفسیر کرنا شروع کر دے اور دوسرے مجتہدین کی آراء کو یقینی طور سے باطل قرار دے، اور اپنی ذاتی رائے کو یقینی طور سے درست کہے۔

ساتویں صورت: قرآن کی ایسی تفسیر کرے جس سے اسلام کے اجماعی مسلم طے شدہ احکام مجروح ہونے لگیں یہ سب صورتیں تفسیر بالرائے کی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب قسموں کو اس حدیث پاک میں جمع فرمایا ہے: "مَنْ قَالَ فِی الْقُرْاٰنِ بِغَیْرِ عِلْمٍ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ۔" جو شخص قرآن کریم کی تفسیر میں بغیر علم کے کوئی بات کہے پس چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔

تفسیر میں گمراہی کے اسباب:

کوئی شخص صرف عربی زبان جاننے سے قرآن کی تفسیر نہیں کرسکتا جب تک کہ ماہرین سے قرآن کی تفسیر کا علم حاصل نہ کرے جس طرح ایک شخص انگریزی کے جاننے سے میڈیکل کے کتب کا مطالعہ کرنے سے ڈاکٹر نہیں بن سکتا نہ اسکو دنیا ڈاکٹر

کہتی ہے جب تک ماہرین سے علم حاصل نہ کریں اسی طرح اگر کوئی شخص انجینئرنگ کے فنوں کی کتب کا مطالعہ کرنے سے انجینئر نہیں بن سکتا ہے جب تک کہ کسی ماہر سے تربیت حاصل نہ کرے تو اسی طرح محض عربی زبان جاننے سے آدمی قرآن کا مفسر نہیں بن سکتا جب تک کسی ماہر صاحب علم سے ایسے علوم حاصل نہ کرے جو قرآن کی تفسیر کے لئے ضروری ہیں آج کل گمراہی کے اسباب بھی یہی ہیں جو علوم تفسیر کے لئے ضروری ہیں ان کو حاصل کئے بغیر ہر شخص قرآن کی تفسیر کرنے کا دعوے دار ہے۔

قرآن کریم کے آداب:

ادب:۱:...... تمام ائمہ کا اتفاق ہے: "لا یمسہ الا المطھرون." جب تک آدمی پاک نہ ہو قرآن کریم کو ہاتھ نہ لگائے خواہ وہ آدمی بے وضو ہو یا حالت جنابت میں ہو یا عورت حالت حیض میں ہو ہاں اگر عورت بطور دعا کے حالت حیض و نفاس میں پڑھے تو اجازت ہے اور مرد بے وضو ہونے کی صورت میں زبانی تلاوت کرسکتا ہے۔

ادب:۲:...... جب آدمی قرآن کی تلاوت شروع کرے تو اس کے لئے حکم یہ ہے کہ پہلے تعوذ پڑھے جیسا کہ نص قطعی ہے: "فاذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم." کشاف بیضاوی وغیرہ میں ہے "اردت القرآن" جب بھی آپ قرآن کی تلاوت کا ارادہ کریں تو پہلے تعوذ پڑھ لیا کریں اور یہ حکم اس لئے ہے کہ جب آدمی نیکی کا کام کرتا ہے تو شیطان قسم قسم کے وسواس دل میں ڈالتا ہے کیونکہ شیطان انسان کا دشمن ہے، اور دشمن دو طرح کا ہوتا ہے ایک ظاہری دشمن جس سے مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ دوسرا باطنی دشمن جو آنکھوں کے سامنے نظر نہیں آتا یہ سب سے

بڑا خطرناک دشمن ہے پتہ نہیں یہ کسی وقت حملہ آور ہو جائے گا، تو شیطان باطنی دشمن ہے مستدرک کی روایت میں آتا ہے ابلیس پانی پر ساکن ہے چھوٹے شیاطین کو ادھر ادھر بھیجتا ہے تو شیاطین آ کر جب اپنی اپنی کارگزاری سناتے ہیں تو کوئی شیطان کہتا ہے کہ میں نے جھگڑا کروایا کوئی کچھ کہتا کوئی کچھ کہتا ہے الغرض ابلیس کہتا ہے کہ میں سب سے ناخوش ہوں ایک چھوٹا سا شیطان آتا ہے کہ وہ کہتا ہے میں نے فلاں آدمی کو مشرک بنادیا اس پر ابلیس بہت خوش ہوتا ہے۔

ادب:۳:......حدیث پاک میں آتا ہے:"کل امر ذی بال لم یبدا ببسم اللہ فھو ابتر." جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ تسمیہ کو پہلے پڑھنا چاہئے لیکن تعوذ نص قطعی سے ثابت ہے اور تسمیہ خبر واحد سے ثابت ہے تو نص قطعی خبر واحد سے مقدم ہوتی ہے لہٰذا تعوذ کو تسمیہ سے پہلے پڑھا جائے نیز تعوذ میں سلب ہے تسمیہ میں اثبات ہے تو قانون یہ ہے کہ عدم وجود سے پہلے ہوتا ہے لہٰذا تعوذ پہلے تسمیہ بعد میں پڑھی جائے گی۔

رکوع کا مطلب:

رکوع کا معنی "حصہ" قرآن میں رکوع کا مخفف "ع" حاشیہ پر لکھا ہوا ہوتا ہے اس "ع" کے اوپر ایک ہندسہ اور ایک پیٹ میں اور ایک نیچے ہوتا ہے ان کا مطلب یہ ہے کہ اوپر کے ہندسے سے مراد سورۃ کا رکوع ہوتا ہے جو پیٹ میں ہوتا ہے اس سے مراد آیات کی تعداد بتانا ہے، اور جو نیچے ہوتا ہے اس سے مراد پارے کے رکوعات کی تعداد بتانا ہے۔

''ربط بین السورۃ والآیات''

ربط کا معنی باندھ دینا جوڑ دینا مطلب یہ ہے کہ سورۃ اور آیات کا آپس میں ربط ہے یا نہیں علماء کا اس میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک سورۃ اور آیات کا آپس میں کوئی ربط نہیں کیونکہ یہ شاہی کلام ہے اور بادشاہ کے کلام میں ربط ضروری نہیں ہے بادشاہ کا کام ہے حکم دینا ماتحتوں کا کام ہے کہ حکم بجا لانا بعض حضرات فرماتے ہیں کلام اگرچہ شاہی ہے لیکن اس میں ربط ضرور ہے حضرات متقدمین میں سے علامہ آلوسیؒ صاحب روح المعانی، امام فخر الدین رازی وغیرہ نے ربط کا اہتمام فرمایا ہے حضرات متاخرین میں مولانا عبدالحق حقانیؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا حسین علیؒ اور ہمارے استاذ محترم امام اہل سنت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہٗ ربط کا خصوصیت سے اہتمام فرماتے ہیں۔

اصطلاحات یا مضامین قرآن کریم:

قرآن کے مضامین کو سمجھنے کے لئے چند اصطلاحات کا جاننا ضروری ہے جن کے جاننے کے بعد قرآن کریم کے سمجھنے میں انشاء اللہ آسانی اور مکمل بصیرت حاصل ہوگی۔ ان اصطلاحات کو علماء کرام نے سات سلاسل پر تقسیم کیا ہے۔

سلاسل سبعہ کی تقسیم:

(۱) پہلا سلسلہ دعویٰ (۲) دوسرا دلائل (۳) شکایات منکرین (۴) تخفیفات (۵) تنبیہات (۶) تسلیات (۷) ازالہ شبہات۔

۱: پہلا سلسلہ دعویٰ: دعویٰ یا موضوع: یہ دونوں ایک چیز ہیں ان سے مراد

سورۃ کا مرکزی مضمون ہوتا ہے جو ساری سورۃ کے لئے بمنزلہ مرکز اور محور کے ہوتا ہے ساری سورۃ کا مضمون اس دعویٰ اور موضوع کے ارد گرد گھومتا ہے جس کی وجہ سے وہ سورۃ دوسری سورتوں سے ممتاز نظر آتی ہے۔ دعویٰ میں چار اصولوں کا ذکر ہوتا ہے۔(۱) توحید (۲) رسالت (۳) صداقت قرآن (۴) قیامت۔ جن کو بطور دعویٰ اور موضوع کے پیش کیا جاتا ہے جیسے الحمد للہ میں دعویٰ توحید ہے "ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ" میں صداقت قرآن ہے "یٰسٓ. وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ. اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ." میں اثبات رسالت ہے "کذالک یحی اللہ الموتیٰ" میں قیامت کو بطور دعویٰ کے پیش کیا گیا ہے۔

۲:......دوسرا سلسلہ دلائل: یہ چار قسم پر ہیں (۱) دلیل عقلی محض (۲) دلیل عقلی مع اعتراف الخصم (۳) دلیل نقلی (۴) دلیل وحی۔(۱) دلیل عقلی محض۔ اس کا تعلق عقل سے ہے کہ انسان دعویٰ کو عقل سے سمجھ سکے اگرچہ مخاطب کافر اور مشرک ہی کیوں نہ ہو وہ عقل سلیم کے ذریعے سے دلائل کو سامنے رکھ کر اس بات کو ماننے پر مجبور ہو جائے جو ان دلائل میں مذکور ہو وہ سب اللہ کے اختیار میں ہے جیسے سورۃ بقرہ میں ہے:

"یٰاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ. اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِہٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰہِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ." (البقرہ:۲۲)

ترجمہ:......"اے لوگو! عبادت کرو اپنے پروردگار کی

جس نے تم کو پیدا کیا اور ان لوگوں کو جو تم سے پہلے گزرے ہیں
تا کہ تم بچ جاؤ وہی رب ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش
آسمان کو چھت بنایا اور آسمان کی طرف سے پانی برسایا ہے پھر
اس کے ذریعے پھلوں سے تمہارے لئے روزی نکالی ہے پس نہ
ٹھہراؤ اللہ کے لئے شریک پس تم جانتے ہو۔

"اعبدوا" میں دعویٰ توحید ہے "الذی خلقکم" سے توحید پر دلائل ہیں کہ جس نے تم کو تم سے پہلے والوں کو پیدا کیا اسی نے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتارا، پھر اس کے ذریعے سے پھلوں سے تمہارے لئے روزی نکالی تو جس نے یہ سب کچھ کیا، تو جس کے قبضہ قدرت میں یہ سب کچھ ہے تو دعویٰ توحید سے ثابت ہوا کہ عبادت بھی اسی کی کرنی چاہئے۔ پھر دلیل عقلی دو قسم پر ہے (۱) دلیل انفسی: وہ دلیل ہے جس میں انسان کی ذات کا ذکر ہو جیسے "الذی خلقکم" (۲) دلیل آفاقی: وہ دلیل ہے جس میں اطراف کا ذکر ہو جیسے "اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً" ان دونوں کی تائید میں فرمایا "سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْ اَنْفُسِهِمْ." سورۃ حم سجدہ:۵۳۔ عنقریب ہم دکھائیں گے ان کو اپنی نشانیاں اطراف میں اور ان کی جانوں میں۔

(۲) دلیل عقلی مع اعتراف الخصم: یہ وہ دلیل ہے جس میں مدعے مقابل سے بطور استفہام کے سوال کیا جائے، اس کے تسلیمی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے سورۃ یونس میں ارشاد فرمایا:

"قُلْ مَنْ یَّرْزُقُکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ
یَّمْلِکُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ یُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ

وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ." (یونس:۳۱)

ترجمہ:...... "اے پیغمبر آپ کہہ دیجئے کون ہے وہ جو رزق دیتا ہے تمہیں آسمان سے اور زمین سے یا کون ہے وہ جو مالک ہے کانوں کا اور آنکھوں کا اور کون ہے وہ جو نکالتا ہے زندہ سے مردہ اور نکالتا ہے مردہ سے زندہ اور کون ہے جو تدبیر کرتا ہے تمام معاملے کی یقیناً کہیں گے یہ (مشرک) لوگ کہ اللہ ہی ہے۔"

(۳) دلیل نقلی یہ سات قسم پر ہے، (۱) دلیل نقلی از کتب سابقہ جیسے سورۃ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا." (بنی اسرائیل:۲)

ترجمہ:...... "اور دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب اور بنایا ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت کا ذریعہ اور ان کو حکم دیا کہ نہ بناؤ میرے لئے کسی کو کارساز۔"

(۲) دلیل نقلی از انبیاء سابقین اجمالاً:

"وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ." (الانبیاء:۲۵)

ترجمہ:...... "اور نہیں بھیجا ہم نے اس سے پہلے کوئی رسول مگر یہ کہ ہم وحی کرتے تھے اس کی طرف کہ کوئی نہیں معبود مگر میں، پس میرے ہی عبادت کرو۔"

(۳) دلیل نقلی از انبیاء سابقین تفصیلاً: جیسے اللہ تعالیٰ نے سورۃ مریم میں حضرت ابراہیم کا تفصیلاً تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنكَ شَيْئًا." (مریم:۴۱،۴۲)

ترجمہ:......"اور آپ تذکرہ کریں کتاب یعنی قرآن میں حضرت ابراہیم کا وہ تھے بہت بڑے سچے اور اللہ کے نبی جب کہا انہوں نے اپنے باپ سے اے میرے باپ! تو کیوں عبادت کرتا ہے اس کی جو نہیں سنتا ہے اور نہ دیکھتا اور وہ نہ کام آسکتا ہے تجھ سے کسی بات میں۔"

(۴) دلیل نقلی از علماء سابقین: جو حضور کے دور مین موجود تھے اللہ نے سورۃ بقرہ میں ارشاد فرمایا:

"الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ." (البقرہ:۱۲۱)

ترجمہ:......"جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے یہی لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں۔"

(۵) دلیل نقلی از جنات سورہ جن میں ہے کہ:

"قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا." (الجن:۱)

ترجمہ:...... ''آپ کہہ دیجئے کہ میری طرف اس بات کی وحی کی گئی ہے کہ جنات کے ایک گروہ نے قرآن سنا تو کہنے لگے ہم نے تو بڑا عجیب قرآن سنا ہے۔''

(۶) دلیل نقلی از ملائکہ: سورۃ آل عمران میں ہے:

''شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ.'' (آل عمران:۱۸)

ترجمہ:...... ''یہ اللہ نے گواہی دی ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور فرشتوں نے بھی اور اہل علم نے بھی کہ وہ قائم ہے انصاف کے ساتھ۔''

(۷) دلیل نقلی از طیور: اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا سورۃ نمل

''اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِىْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ. اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ.'' (النمل:۲۵،۲۶)

ترجمہ:...... ''کیوں نہیں سجدہ کرتے اللہ کے سامنے جو نکالتا ہے پوشیدہ چیز کو آسمان اور زمین میں اور جانتا ہے جس کو تم چھپاتے ہو اور جس کو تم ظاہر کرتے ہو وہ اللہ ہے تمہارا کوئی معبود نہیں اس کے سوا وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔''

(۴) دلیل وحی: اس کا مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیتے ہے جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب اللہ کی طرف سے ہے میں تو

اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کہتا بلکہ جو مجھے بذریعہ وحی جو حکم دیا گیا ہے میں آپ لوگوں کی طرف پہنچا رہا ہوں سورۃ مؤمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِیَ الْبَیِّنٰتُ مِنْ رَّبِّیْ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" (المؤمن:٦٦)

ترجمہ:......"آپ فرما دیجئے مجھے ان کی عبادت سے روکا گیا ہے جن کو آپ اللہ کے سوا پکارتے ہو جب کہ میرے پاس رب کی واضح نشانیاں آچکی ہیں بلکہ مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کردونگا۔"

تیسرا سلسلہ شکایات منکرین:

ان کا مطلب یہ ہے دعویٰ پیش کرنے والے کو منکرین ذلیل و عاجز کریں تاکہ لوگ ان کی کمزوری کو دیکھ کر چھوڑ جائیں تو انہیں حالات میں اللہ تعالیٰ سے شکایات کی جاسکتی ہیں۔ شکوے کا ابتدا "قال یا قالوا" سے ہوگا اکثر و بیشتر اور کبھی شکوہ کے ساتھ جواب شکوہ بھی ہوگا جیسے اللہ تعالیٰ نے سورۃ ملک میں ارشاد فرمایا:

"وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ. قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ." (الملک:٢٥،٢٦)

ترجمہ:......"اور وہ کہتے ہیں کہ قیامت والا وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم اپنے وعدے میں سچے ہو اے پیغمبر! آپ فرمادیجئے بیشک یہ علم اللہ کے پاس ہے۔"

(۴) سلسلہ تخفیفات:

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو دعویٰ کو نہ مانے اس کو اللہ کے عذاب اور گرفت سے ڈرایا گیا ہے تخفیفات دو قسم پر ہے (۱) تخفیفات دنیوی (۲) تخفیفات اخروی۔ دونوں کی مثال: "قُلْ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ." یہ تخویف دنیوی ہے۔ "وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ." یہ تخویف اخروی ہے، اس کے مقابلے میں مؤمنین کے لئے بشارات ہیں۔ (۵) تنبیہات۔ یہ تین قسم پر ہیں۔ (۱) تنبیہ انبیاء علیہم السلام جیسے حضرت نوح علیہ السلام کو فرمایا: "فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ." (ہود:۴۶) (سو مجھ سے مت پوچھ جس کا تجھے علم نہیں)۔خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: "عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ....." (توبہ:۴۳) (اللہ نے تمہیں معاف کردیا تم نے انہیں کیوں رخصت دی) (۲) تنبیہ مؤمنین جیسے: "هَا اَنْتُمْ اُولَاءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ." (آل عمران:۱۱۹) (سن لو تم ان کے دوست ہو اور وہ تمہارے دوست نہیں) (۳) تنبیہ منکرین اس کو زجر سے تعبیر کریں گے، جیسے: "اَرَاَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى. عَبْدًا اِذَا صَلّٰى." (العلق:۹/۱۰) (کیا آپ نے اس کو دیکھا جو منع کرتا ہے۔ایک بندے کو جبکہ وہ نماز پڑھتا ہے) یہ ابو جہل کو زجر ہے۔ (۶) تسلیات: یہ دو قسم پر ہے، (۱) تسلی انبیاء علیہم السلام جیسے: "وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ." (فاطر:۴) (اور اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو آپ سے پہلے بھی کئی رسول جھٹلائے گئے) (۲) تسلی مؤمنین جیسے: "اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ." (آل عمران:۱۴۰) (اگر تمہیں زخم پہنچا ہے تو انہیں بھی ایسا ہی زخم پہنچ چکا ہے)۔

۷:...... ازالہ شبہات:

معاندین کے شبہات مذکورہ یا غیر مذکورہ کے جوابات جیسا کہ سورۃ بقرہ میں ارشاد فرمایا:

"وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا......

الخ." (البقرہ:۲۳)

ترجمہ:...... "اور اگر تم اس چیز میں سے شک میں ہو جس کو ہم نے نازل کیا ہے اپنے بندہ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر پس تم لاؤ ایک سورۃ اس کے مانند اور لاؤ اپنے مددگاروں کو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو۔"

قرآن کریم کے مضامین خمسہ کی تشریح

امام الہند شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کے نزدیک قرآن کریم میں پانچ مضامین مقصودی طور پر مذکور ہیں:

۱:...... علم المخاصمہ: جس کا دوسرا نام "علم المناظرہ" ہے۔ یعنی فرقِ باطلہ کے عقائدِ باطلہ اور اعمالِ فاسدہ کا بذریعہ دلائل اربعہ ابطال اور ازالۂ شبہات، نیز عقائدِ صحیحہ کا اثبات۔

۲:...... علم الاحکام: یعنی امر و نواہی کا ذکر۔

۳:...... تذکیر بآلاء اللہ: یعنی انعاماتِ خداوندی کا تذکرہ۔

۴:...... تذکیر بایام اللہ: یعنی امم سابقہ کے حالات۔ اس کا دوسرا نام "تخویفِ دنیوی" ہے۔

۵:...... تذکیر بما بعدالموت: یعنی موت کے بعد آنے والے حالات کا بیان۔ اس کو ''تخویفِ اخروی'' بھی کہتے ہیں۔

قرآن مجید کے مضامین ستہ کا بیان

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی قدس سرہٗ کے نزدیک قرآن میں چھ مضامین بیان کئے گئے ہیں:

۱:...... توحید۔

۲:...... رسالت۔

۳:...... احکام۔

۴:...... قیامت۔

۵:...... ماننے والوں کے احوال۔

۶:...... نہ ماننے والوں کے احوال۔

علم الاحکام

مختصر تشریح: ''احکام'' حکم کی جمع ہے، جس سے حکمِ شرعی مراد ہے۔ ''وھو عبارة عن حکم الله تعالیٰ المتعلق بافعال المکلفین.'' (کتاب التعریفات)

یعنی باری تعالیٰ کے وہ اوامر ونواہی بندوں کو جن کا پابند کیا گیا ہے۔ ''علم الاحکام'' سے مراد ''احکامِ عملیہ فرعیہ'' ہیں، اور ان کی تفصیلات فقہاء کرام کے ذمہ ہیں۔ حضرت شاہ صاحب کا خیال ہے کہ احکامِ عملیہ (عقائد) علم المخاصمہ کے ذیل میں داخل ہیں۔ اور علم المخاصمہ کے تفصیلات کی ذمہ داری متکلمین پر ہے۔

واجب:...... وہ حکمِ شرعی جس کا کرنا مطلوب اور چھوڑنا ممنوع ہو۔

کقولہ تعالیٰ فی العبادات: "وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ." (البقرۃ:۴۳)

ترجمہ:...... "اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دو۔"

قولہ تعالیٰ: "كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ."

(البقرہ:۱۸۳)

ترجمہ:...... "تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں۔"

وفی المعاملات: "وَاٰتُوا الْيَتٰمٰى اَمْوَالَهُمْ."

(النساء:۲)

ترجمہ:...... "اور یتیموں کو ان کے مال دے دو۔"

وقال تعالیٰ: "وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً."

(النساء:۴)

ترجمہ:...... "اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دے دو۔"

وفی تدبیر المنزل: "قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا." (التحریم:۶)

ترجمہ:...... "اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ۔"

وفی السیاسۃ المدنیۃ: "وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا." (المائدہ:۳۸)

ترجمہ:...... ''اور چور خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کے
ہاتھ کاٹ دو۔''

مندوب:...... وہ حکمِ شرعی ہے جس کی تعمیل مطلوب و محمود ہو، لیکن ترک
کی بھی اجازت ہو۔

''فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا وَّآتُوهُمْ مِّنْ
مَّالِ اللهِ الَّذِي آتَاكُمْ.'' (النور:۳۳) (وانظر المدارك
وبيان القرآن)

ترجمہ:...... ''تو انہیں لکھ دو بشرطیکہ ان میں بہتری کے
آثار پاؤ اور انہیں اللہ کے مال میں سے دو جو اس نے تمہیں دیا
ہے۔''

وكذا قوله تعالىٰ: ''وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ
قُلِ الْعَفْوَ.'' (البقرہ:۲۱۹)

ترجمہ:...... ''اور آپؐ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ
کریں؟ کہہ دو جو زائد ہو۔''

مباح:...... وہ حکم جس کا نہ فعل مطلوب ہو نہ ترک، بلکہ دونوں جہات
اختیاری ہوں، جیسے:

''وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا.'' (المائدہ:۲)

ترجمہ:...... ''اور جب تم احرام کھول دو پھر شکار کرو۔''

وكذا: ''وَإِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا

فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ." (البقرہ:۲۸۳)

ترجمہ:......"اور اگر تم سفر میں ہو اور کوئی لکھنے والا نہ پاؤ تو گروی پر قبضہ کیا جائے۔"

وکذا: "فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَلَا اِثْمَ عَلَیْهِ، وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَا اِثْمَ عَلَیْهِ." (البقرہ:۲۰۳)

ترجمہ:......"پھر جس نے دو دن کے اندر کوچ کرنے میں جلدی کی تو اس پر کوئی گناہ نہیں، اور جو تاخیر کرے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔"

مکروہ:...... وہ حکم ہے جس کا ترک ہی محمود ہو، اگرچہ جانب فعل کی بھی اجازت ہو۔ تتبع بلیغ و تلاش بسیار کے باوجود حکمِ مکروہ کی مثال تک ذہن کی رسائی نہ ہوسکی، واللہ اعلم!

حرام:......جس کا کرنا ممنوع اور چھوڑنا لزوماً مطلوب ہو، جیسے:

"قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّکُمْ عَلَیْکُمْ اَلَّا تُشْرِکُوْا بِهٖ شَیْئًا." (الانعام:۱۵۱)

ترجمہ:......"کہہ دو آؤ میں تمہیں سنادوں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کیا ہے، یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔"

وکذا: "حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةُ وَالدَّمُ."

(المائدہ:۳)

ترجمہ:...... ''تم پر مردار اور لہو حرام کیا گیا ہے۔''

وکذا: ''وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا.'' (بنی اسرائیل:۲۳)

ترجمہ:...... ''اور تیرا رب فیصلہ کر چکا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو۔''

تدبیرِ منزل:...... خانگی اصلاح سے تعلق رکھنے والے تمام امور کا علم، ''تدبیرِ منزل'' کہلاتا ہے۔ ارسطو و ابن سینا کے مطابق اس کے ارکان: والدین، زوجین، اولاد اور خدام و مال ہیں۔

تدبیر منزل کی مثالیں:

۱:...... ''اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ.''

(الطلاق:۶)

ترجمہ:...... ''طلاق دی ہوئی عورتوں کو وہیں رکھو جہاں تم رہتے ہو۔''

۲:...... ''عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ.'' (النساء:۱۹)

ترجمہ:...... ''اور عورتوں کے ساتھ اچھی طرح سے زندگی بسر کرو۔''

۳:...... ''وَصَاحِبْهُمَا فِى الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا.''

(لقمان:۱۵)

ترجمہ:...... ''اور دنیا میں ان کے ساتھ نیکی سے پیش

آؤ۔"

۴:......"فَلا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ." (بنی اسرائیل:۲۳)

ترجمہ:......"انہیں اف بھی نہ کہو۔"

سیاستِ مدنیہ:

معاشرہ، سوسائٹی اور سماج سے تعلق رکھنے والے امور کا علم "سیاستِ مدنیہ" کہلاتا ہے۔ جس میں حدودِ خانہ سے لے کر حدودِ ملکی تک سارے انسانوں کے لئے مفید ضوابط واصول کا سوچنا سمجھنا داخل ہے۔ مثال:

۱:......"وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ ....الخ."

(المائدہ:۳۸)

۲:......"اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ ....الخ." (مائدہ:۳۳)

ترجمہ:......"ان کی بھی یہی سزا ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد کرنے کو دوڑتے ہیں یہ کہ انہیں قتل کیا جائے یا وہ سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹے جائیں۔"

۳:......"كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ ..... الخ."

(البقرہ:۱۷۸)

ترجمہ:......"تم پر فرض کیا گیا ہے مقتولوں میں برابری کرنا۔"

قرآن کریم کے علومِ اربعہ کی تشریح

قدوۃ السالکین امام غزالی قدس سرہٗ کے نزدیک قرآن مجید میں چار مضامین مقصودی ہیں:

۱:......علم الاصول: جس میں توحید، رسالت، معاد کا ذکر ہے۔

۲:......علم الاحکام۔

۳:......علم القصص: جس میں انبیاء سابقین اور ان کی اقوام کا تذکرہ ہے۔

۴:......علم السلوک: هو الثقة بالله و اعتماد على الله.

قرآن کریم کے حصص اربعہ کی تشریح

مضامین کے اعتبار سے قرآن مجید کے چار حصے ہیں۔ اور ہر حصہ ''الحمدللہ'' سے شروع ہوتا ہے۔

۱:...... پہلا حصہ: سورۂ فاتحہ سے سورۂ مائدہ کے آخر تک ہے۔ اس حصہ میں زیادہ تر ''خالقیت'' کا بیان ہے۔

۲:...... دوسرا حصہ: سورۂ انعام سے سورۂ بنی اسرائیل کے آخر تک ہے۔ اس حصہ کا مرکزی مضمون ''ربوبیتِ باری تعالیٰ'' ہے۔

۳:...... تیسرا حصہ: سورۂ کہف سے سورۂ احزاب کے آخر تک ہے۔ اس میں اکثر ''تصرفِ باری تعالیٰ'' کا ذکر ہے۔

۴:...... چوتھا حصہ: سورۂ سبا سے آخر قرآن مجید تک ہے۔ اس میں بیشتر ''مالکیتِ باری تعالیٰ'' اور ''نفی شفیع قہری'' کا بیان ہے۔

مسئلہ ''الٰہ''

قرآن وسنت اور فقہائے احناف کی روشنی میں

قرآن کریم نے جتنا زور شرک کی تردید اور توحید کے اثبات پر دیا ہے، اتنا زور کسی دوسرے مسئلہ پر نہیں دیا۔ اور حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر جناب سید الرسل وخاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے بھی خدا کے نبی اور رسول تشریف لائے ان کی پہلی دعوت ہی یہی رہی ہے کہ: ''مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ.'' اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی بھی الٰہ نہیں، لہٰذا اسی ہی کی عبادت کرو۔

مشرکوں کو ''رب، عبادت اور اِلٰہ'' ہی کے معنی میں غلط فہمی ہوئی اور اسی غلط فہمی کا شکار ہوکر وہ جادۂ توحید سے بھٹک کر شرک کے عمیق گڑھے میں جا گرے۔

''اِلٰہ'' کا معنی:

''اِلٰہ'' کا معنی جس میں مشرکین کو بڑا اختلاف تھا، قرآن کریم اور حدیث شریف کی رُو سے بیان کیا جاتا ہے، جس میں زمانہ سابق وحال کے مشرک اور زمانۂ قدیم وحدیث کے جاہل مبتلا تھے اور ہیں۔ اور تکالیف کے وقت غیر اللہ کو ''اِلٰہ'' یعنی معبود سمجھتے تھے، اور اب بھی سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اگر یہ معنی کھول کر نہ بیان کیا جائے تو نہ تو عبادت خدا تعالیٰ کے لئے مخصوص ہوسکے گی، اور نہ ہی توحید وشرک کا مفہوم سمجھ آسکے گا، اور قرآن کریم پر ایمان اور یقین رکھنے کے باوجود عقیدہ نامکمل رہے گا، ہر ایسی سمجھ والا زبان سے ''لا اِلٰہ الا اللہ'' تو کہتا رہے گا، مگر سینکڑوں کو ''اِلٰہ'' بناتا رہے گا۔ وہ زبانی یہ دعویٰ تو ضرور کرے گا کہ میں اللہ کے بغیر کسی کو رب نہیں سمجھتا، لیکن

بایں ہمہ اس نے بہتوں کو "اربابا من دون اللہ" بنا رکھا ہوگا۔ وہ پوری نیک نیتی کے بغیر کسی کی عبادت نہیں کرتا، مگر پھر بھی بہت سے معبودوں کی عبادت میں مشغول رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ، ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ، قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ." (النمل:۶۲)

ترجمہ:......"بھلا کون پہنچتا ہے بے کس کی پکار کو جب اس کو پکارتا ہے؟ اور کون دور کرتا ہے سختی اور کرتا ہے تم کو نائب اگلوں کا زمین میں؟ کیا کوئی اِلٰہ ہے اللہ کے ساتھ؟ تم بہت کم دھیان دیتے ہو۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر یہ بیان فرمایا ہے کہ مجبور اور بے کس کی پکار کو سننا اور اس کی تکلیف کو دور کرنا اور اس کی مدد کرنا "اِلٰہ" کا کام ہے، گویا فریاد رَس اور تکلیف کو دور کرنے والا "اِلٰہ" ہوتا ہے، اور اس کے بغیر کوئی بھی "اِلٰہ" نہیں ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام نے جب مچھلی کے پیٹ میں دعا کی تو یہ فرمایا کہ:

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ." (الانبیاء:۸۷)

ترجمہ:......"کوئی اِلٰہ نہیں مگر صرف تو۔"

مطلب یہ کہ اے اللہ! نہ تیرے بغیر کوئی فریاد رَس ہے، اور نہ تکلیف دور کرنے والا ہے، نہ کوئی حاجت روا ہے اور نہ مشکل کشا ہے۔ مشرکین غیر اللہ کو فریاد رَس اور تکلیف دور کرنے والا سمجھ کر پکارتے تھے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک

طرف مشرکین کی (دعا "یَدْعُوْ" کے الفاظ کو سامنے رکھ کر) تردید فرمائی ہے کہ جن کو تم پکارتے ہو وہ نہ تو نفع کے مالک ہیں اور نہ ضرر کے، اور نہ ہی ان کو تمہاری تکلیفوں اور مصیبتوں کی اطلاع ہے۔ اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کو یہ حکم ارشاد فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ کے نیچے کسی کو نہ پکارو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللہِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَہٗ." (الحج:۷۳)

ترجمہ:......"بے شک وہ لوگ جن کو تم پکارتے ہو، اللہ کے سوا وہ ہرگز مکھی نہیں بنا سکیں گے، اگرچہ سارے جمع ہوجائیں۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا شرک یہ بتلایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نیچے مخلوق کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر پکارا کرتے تھے۔

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ "باب: اقسام الشرک" کو ان الفاظ سے شروع کرتے ہیں:

"حقیقة الشرک ان یعتقد انسان فی بعض المعظمین من الناس ان الآثار العجیبة الصادرة منه انّما صدرت لکونه متصفا بصفة من صفاتِ الکمال مما لم یعهد فی جنس الانسان بل یختص بالواجب جل مجده، لا یوجد فی غیره الا ان یخلع هو خلعة الالوهیة

علیٰ غیرہ او یفنیٰ غیرہ فی ذاتہٖ ویبقیٰ بذاتہٖ او نحو ذالک ممّا یظنہ ھذا المعتقد من انواع الخرافات.“

(حجۃ اللہ البالغہ ج:۱ ص:۶۱ طبع نور محمد کراچی)

ترجمہ:...... ”شرک کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی انسان انسانوں کی کسی بڑی ہستی میں عجیب وغریب کرامات دیکھے اور یہ اعتقاد کرلے کہ یہ آثار جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں، اور کسی دوسرے میں ہرگز نہیں پائے جاسکتے، یہ بزرگ ہستی چونکہ صفاتِ کمال سے موصوف ہے، اور اس میں آثار اس لئے پائے گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ”الوہیت“ کی خلعت سے نوازا ہے، یا اس بزرگ نے فناء فی اللہ کا درجہ حاصل کرلیا ہے، اور اپنی ذات بالکل متادی ہے، اب اس سے جو کچھ صادر ہوتا ہے گویا خدا تعالیٰ کر رہا ہے، اور اس قسم کے اور کوئی خرافات اس معتقد کے ذہن میں آتے ہیں۔“

دنیا میں سب سے پہلے ”شرک“ بزرگ ہی کی ذات سے شروع ہوا ہے۔

حضرت حکیم الامت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ لکھتے ہیں:

”ومنھا انھم کانوا یستعینون بغیر اللہ فی حوائجھم من شفاء المریض، وغناء الفقیر، وینذرون لھم یتوقعون انجاح مقاصدھم بتلک النذور ویتلون اسماءھم رجاء برکتھا فاوجب اللہ تعالیٰ علیھم ان یقولوا فی صلاتھم: ”ایاک نعبد وایاک نستعین.“

وقال تعالیٰ: "فلا تدعوا مع الله احدا." ولیس المراد من الدعاء العبادة کما قاله بعض المفسرین، بل هو الاستعانة لقوله تعالیٰ: بل ایاه تدعون فیکشف ما تدعون. (الانعام:۴۱)." (حجۃ اللہ البالغة ج:۱ ص:۶۲)

ترجمہ:......"ان شرک کی قسموں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ لوگ بیمار کی شفاء، فقیر کی غنا وغیرہ اپنی حاجتوں میں غیراللہ سے استعانت کرتے اور ان کے ناموں کی نذریں دیا کرتے تھے، تاکہ ان کو اپنے مقاصد میں ان نذروں کی وجہ سے کامیابی حاصل ہو، اور تحصیل برکت کے لئے ان کے ناموں کو پڑھتے تھے، سو اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ واجب کردیا کہ اپنی نماز میں یہ پڑھا کریں کہ: "ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔" اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے: "سومت پکارو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو دعا سے۔" اس جگہ مراد عبادت نہیں ہے، جیسا کہ بعض مفسرین کرام نے کہا ہے، بلکہ اس دعاء سے استعانت مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: بلکہ تم اسی کو پکارو گے سو وہ تمہاری تکالیف دور کرے گا۔"

اللہ تعالیٰ عام انسانوں کو سمجھانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ، فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ. وَاِنْ

يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا هُوَ، وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ.....''

(یونس:۱۰۶، ۱۰۷)

ترجمہ:......''اور مت پکارو اللہ تعالیٰ کے نیچے ایسے کو کہ نہ بھلا کرے تیرا اور نہ برا، پھر اگر تو ایسا کرے تو تو بھی اس وقت ہوگا ظالموں میں۔ اور اگر پہنچائے تجھ کو اللہ تعالیٰ ضرر تو کوئی نہیں اس کو ہٹانے والا اور اگر پہنچائے تجھ کو بھلائی تو کوئی پھیرنے والا نہیں اس کے فضل کو۔''

ان آیات میں یہ بات بخوبی اور بلاشک وشبہ ثابت ہوچکی ہے کہ غیراللہ کو مافوق الاسباب طریق پر حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر مصیبت کے وقت پکارنا ''شرک'' ہے، اور یہی مشرکینِ عرب کا شرک تھا۔

یہ یاد رہے کہ پیاس کے وقت اپنے نوکر کو پانی کے لئے پکارنا، بیماری میں علاج کے لئے حکیم اور ڈاکٹر کو بلانا، کسی اور ایسی ہی تکلیف اور مصیبت میں اپنے کسی دوست، عزیز اور رشتہ دار یا عام انسان کی توجہ اپنی طرف منعطف کرنا یہ نہ تو شرک ہے اور نہ اس سے ڈاکٹر یا حکیم وغیرہ کو ''اِلٰہ'' بنانا لازم آتا ہے، کیونکہ یہ سب کچھ سلسلہ اسباب کے تحت ہے، نہ کہ سلسلہ اسباب سے مافوق، بخلاف اس کے جو شخص بھوک، پیاس، بیماری یا دکھ درد میں کسی پیغمبر، ولی، شہید اور بزرگ کو پکارتا ہے، جو سینکڑوں اور ہزاروں میل دور اپنی قبور میں آرام فرمارہے ہیں، تو اس پکارنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ ان کو حاضر وناظر اور عالم الغیب سمجھتا ہے، اور ان کو اس معنی میں متصرف فی الامور مانتا ہے کہ یہ مشکل کشائی، حاجت روائی، دہندگی، امداد واعانت وخیرگیری وحفاظت میں فوق الطبعی طور پر اسباب کو حرکت میں لاسکتے ہیں، اور یہی اصل ''شرک'' ہے۔

مافوق الاسباب طریق پر امید و نفع اور دفع مضرت کے وقت غیر اللہ کو پکارنا اس لئے شرک ہے کہ شرک کے اصولی طور پر تین ستون ہیں:

ا:...... یہ کہ پکارنے والے کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ جس کو میں پکار رہا ہوں، وہ میرے حال سے آگاہ اور میری مصیبت کی اس کو خبر اور علم ہے۔ یعنی عالم الغیب یا عالم ما کان وما یکون ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: اللہ کے نیچے دوسروں کو قیامت تک بھی اگر پکارا جائے تو ان کو اس کی خبر نہیں ہوسکتی: "وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ." (الاحقاف:۵) (اور ان کو خبر نہیں ان کے پکارنے کی)۔

۲:...... یہ کہ پکارنے والا سمجھتا ہے کہ جس کو میں پکارتا ہوں وہ میری حالت کو دیکھتا اور میری آواز کو سنتا ہے، یعنی حاضر و ناظر ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ." (فاطر:۱۴)

ترجمہ:...... "اگر تم ان کو پکارو وہ سنیں نہیں پکار تمہاری، اور اگر سنیں پہنچ نہ سکیں تمہارے کام پر۔"

بھلا دور سے بجز پروردگار کے اور کون آواز سنتا ہے؟ اور پھر کام پورا کرسکتا ہے؟

۳:...... پکارنے والا یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جس کو میں پکارتا ہوں وہ مجھے نفع دینے اور تکلیف دور کرنے کا اختیار رکھتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ جن کو تم پکارتے ہو، وہ ذرہ بھر کے مالک نہیں، نہ زمینوں میں، نہ آسمانوں میں۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

"فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا

تَحْوِيْلًا." (بنی اسرائیل:۵۶)

ترجمہ:......"سو وہ اختیار ہی نہیں رکھتے کہ کھول دیں

تمہاری تکلیف اور نہ بدل دیں۔"

جب علمائے امت نے اس مسئلہ کی حقیقت کو سمجھا تو نہایت واضح اور غیر مبہم الفاظ میں ان تینوں چیزوں کا عقیدہ رکھنے والی کی تکفیر کی، چنانچہ حضرات فقہائے حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں::

"من قال ارواح المشائخ حاضرة تعلم، يكفر." (فتاویٰ بزازیہ ص:۳۲۶، بحرالرائق ج:۵ ص:۲۴)

ترجمہ:......"جو شخص یہ کہے کہ بزرگوں کی ارواح حاضر ہیں اور وہ جانتی ہیں، تو ایسا شخص کافر ہوجائے گا۔"

اس عبارت میں حضرات فقہائے کرامؒ نے پہلی دو چیزوں کو (یعنی غیراللہ کو عالم الغیب اور حاضر ناظر سمجھنا) بیان کرکے ایسا عقیدہ رکھنے والے کی تکفیر کی ہے۔

اور تیسری چیز کا حضرات فقہائے حنفیہ کثر اللہ تعالیٰ جماعتہم نے یوں قلع قمع کیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ولی اور بزرگ کے لئے نذر و منت مانے تو وہ کافر ہوجاتا ہے، کیونکہ نذر ماننے والے کا خیال ہوتا ہے کہ:

"ان الميت يتصرّف في الامور دون الله واعتقاده بذالك كفر." (بحرالرائق ج:۵ ص:۲۹۸ مصری و شامی ج:۳ ص:۱۷۵، ومجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی لکھنویؒ ج:۲ ص:۹۴)

ترجمہ:......"میت اللہ کے ورے معاملات میں تصرف کرتی ہے، اور اس کا یہ اعتقاد کفر ہے۔"

حق کی چشم کشائی:

وہ لوگ جو شرک صرف بتوں کے ساتھ ہی عقیدت وابستہ رکھنے کو سمجھتے ہیں، وہ حضرات فقہائے کرامؒ کی ان عبارات کا کیا جواب ارشاد فرمائیں گے، جن میں مشائخ اور میت کے الفاظ موجود ہیں؟ کیا مشائخ اور میت بھی کوئی بت ہوتے ہیں؟ (العیاذ باللہ تعالیٰ) اللہ تعالیٰ حقائق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (محصلہ گلدستہ توحید)

مسئلہ ''مختارِ کل''

مختارِ کل صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے، مختارِ کل کا معنی مبتدی طالب علم بھی جانتے ہیں کہ ''مختار'' اسم فاعل کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے اور اسم مفعول کا بھی، اگر اسم فاعل کا صیغہ ہو تو اس کا معنی ہوگا: ''اختیار رکھنے والا''، اور اگر اسم مفعول کا صیغہ ہو تو اس کے دو معنی ہوسکتے ہیں۔ ایک یہ کہ: ''اختیار دیا گیا''، اور دوسرا یہ کہ: ''چنا ہوا اور انتخاب کیا ہوا''۔ اگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ''مختارِ کل'' کا جملہ بولا جائے اور اس سے مراد اسم مفعول کا دوسرا معنی ہو تو میرا اور میرے تمام اکابر کا یہی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات سے علو مرتبت اور جلالت شان اور ختم نبوت کے لئے صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی چنا اور انتخاب فرمایا ہے، اور اس شان اور صفت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ہم پلہ نہیں، اور اختصاراً یوں کہا جاسکتا ہے کہ:

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر!

اور یہی سچے مؤمن کی خوبی ہے کہ خدا کو خدا سمجھے، اور رسول کو رسول، اس

میں توہین نہیں بلکہ عین محبت ہے اور حقیقت یہ ہے کہ سچے مؤمن سے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو جدا کرنا ناخن سے گوشت کو جدا کرنے کے مترادف ہے۔ اور اگر اسم مفعول کا پہلا معنی (کہ جملہ جہان کے اختیارات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے گئے تھے) مراد لیا جائے یا اسم فاعل کا یہ معنی مراد لیا جائے کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان کے اختیارات رکھنے والے ہیں، تو میرا اور میرے تمام اکابر بلکہ حضرات صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، اور تمام ائمہ اہل سنت والجماعت کا اتفاقی عقیدہ ہے کہ تکوینی اور تشریعی طور پر حاکم اور مختار صرف اللہ ہی ہے، اس نے مافوق الاسباب اختیارات کسی کو نہیں دیئے۔

قرآن مجید کا یہ دعویٰ ہے کہ مؤمن تو ہر حال میں اس کا اقرار کرتے ہی ہیں کہ مالک کل اور مختارِ کل صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، لیکن قرآن کریم کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ مشرکین عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ تمام کائنات کا مدبر (مدبر الامر) صرف اللہ تعالیٰ ہی کو مانتے تھے، سورۂ یونس وغیرہ میں اس کی پوری تشریح موجود ہے۔

یہاں صرف ایک ہی آیت پیش کی جاتی ہے:

"قُلْ مَنْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ."

(مؤمنون:۸۸،۸۹)

ترجمہ:...... "آپ یہ بھی کہئے کہ وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں تمام چیزوں کا اختیار ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا، اگر تم جانتے ہو؟ وہ ضرور کہیں گے کہ یہ سب صفتیں بھی اللہ ہی کی ہیں۔"

اس آیت سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ مشرکین عرب کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ تمام چیزوں کا اختیار رکھنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''فَاِنِّیْ لَا اَمْلِکُ لَکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا.''

(بخاری ج:۲ ص:۷۰۲، مسلم ص:۱۱۴، ابوعوانہ ج:۱ ص:۹۳، مسند احمد ج:۶ ص:۱۸۷)

ترجمہ:...... ''بے شک! میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔''

اس حدیث سے صرف اتنا ہی بتلانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا آخری پیغمبر، قرآن کریم اور صحیح حدیث اس بات پر متفق ہیں کہ مختارِ کل اور مالک کل صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مالک کل اور مختار کل نہیں ہیں۔

ائمہ اہل سنت والجماعت کے چند اقوال اور عبارتیں ملاحظہ فرمائیے۔

تمام اہل سنت والجماعت کا اشیاء کی حلت اور حرمت کے باب میں تحقیقی مسلک یہ ہے کہ یہ تنہا خدا تعالیٰ کے اختیار کی چیز ہے، کسی چیز کو حلال یا حرام کرنا صرف اسی کا کام ہے، وہ اس میں متفرد ہے، اور یہ خالص اسی کا حق ہے، کسی دوسرے کو اس نوع سے دخل نہیں ہے، نہ بالذات کسی کو یہ اختیار حاصل ہے، اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار کسی کو تفویض کیا ہے، چنانچہ شیخ محقق کمال الدین ابن الہمام الحنفی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"الحاكم لا خلاف فی انه الله رب العالمین."

(تحریر:۲ ص:۲۶)

ترجمہ:......"اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حکم دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جو پرورش کرنے والا ہے سب جہانوں کا۔"

اور علامہ محبّ اللہ بہاری الحنفی رحمہ اللہ مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں:

"لا حکم الا من الله." (ص:۱۲)

ترجمہ:......"حکم صرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہی ہوتا ہے۔"

بعض نے یہاں ایک الجھن پیدا کردی ہے کہ حضرات انبیاء عظام علیہم السلام اور اولیاء کرامؒ کو جو مختارِ کل کہا جاتا ہے، تو اس کا معنی یہ ہے کہ ان کو یہ اختیارات عطائی طور پر حاصل ہوئے ہیں، مستقل اور ذاتی طور پر صرف اللہ تعالیٰ ہی مختارِ کل ہے، اور عطائی طور پر کسی کو مختارِ کل کہنا شرک نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب کا یہی عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض بندوں کو جہان کے مخصوص خطوں میں تصرف کرنے کا اختیار دے دیا ہے، چنانچہ مشرکین کا یہ عقیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں یوں بیان فرمایا ہے کہ: جب وہ کعبہ کا طواف کرتے تھے تو یہ تلبیہ کہا کرتے تھے:

"لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ ...... اِلَّا شَرِیْکًا ھُوَ لَکَ تَمْلِکُهٗ وَمَا مَلَکَ."

(مسلم ج:۱ ص:۳۷۶، مشکوٰۃ ص:۲۲۴)

ترجمہ:...... ''ہم حاضر ہیں! تیرا (ذاتی اور مستقل طور پر) کوئی شریک نہیں ہے، مگر وہ شریک کہ (جس کو تو نے اختیارات دے رکھے ہیں اور) تو اس کا مالک ہے اور وہ (ذاتی اور مستقل طور پر) کسی چیز کا مالک نہیں ہے۔''

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہٗ لکھتے ہیں کہ مشرکین عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ:

''ان اللہ ھو السید وھو المدبر لکنہ قد یخلع علیٰ بعض عبیدہٖ لباس الشرف والتالہ ویجعلہٗ متصرفا فی بعض الامور الخاصۃ ویقبل شفاعتہ فی عبادہٖ بمنزلۃ ملک الملوک یبعث علیٰ کل قطر ملکا ویقلدہ تدبیر تلک المملکۃ فیما عدا الامور العظام.''

(حجۃ اللہ البالغۃ ج:۱ ص:۶۱ طبع نور محمد کراچی)

ترجمہ:...... ''آقا تو خدا ہی ہے اور وہی مدبر بھی ہے، لیکن وہ کبھی اپنے بعض بندوں کو بزرگی اور الوہیت کا لباس پہنا دیتا ہے، اور ان کو بعض خاص کاموں میں تصرف کرنے کا اختیار دے دیتا ہے، اور ان کی اپنے بندوں کے حق میں شفاعت قبول کرتا ہے، جیسے شہنشاہ جو بڑے کاموں کے علاوہ خاص خاص صوبوں میں اپنے نائب مقرر کرتا ہے، اور ان خاص صوبوں کے کچھ اختیارات ان کے سپرد کردیتا ہے۔''

اور پھر شاہ صاحب قدس سرہٗ نام لے کر فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین کا یہی عقیدہ تھا، بلکہ فرماتے ہیں کہ:

"والعلاة من منافقی دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی یومنا ھذا۔" (بدور بازغہ ص:۱۲۴)

ترجمہ:...... "حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا نام لینے والے اعلیٰ درجہ کے منافقوں کا بھی یہی عقیدہ ہے، ہمارے اس زمانہ میں۔"

حضرت شاہ صاحبؒ کے بیان سے معلوم ہوا کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب کا یہ عقیدہ ہرگز نہ تھا کہ احبار اور رہبان اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء اللہ کو ذاتی اور مستقل طور پر یہ اختیارات حاصل تھے، بلکہ ان کا عقیدہ تھا کہ عطائی اور غیر مستقل طور پر سارے جہان کے بھی نہیں بلکہ امورِ عظام کے علاوہ چھوٹے چھوٹے امور میں ان کو تصرف کا اختیار تھا، مگر باوجود اس عقیدہ کے یہود و نصاریٰ اور مشرکین کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کافر اور مشرک کہا ہے، اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے کہ جو فرقہ دنیا اور آخرت کے تمام اختیارات غیر اللہ کے لئے ثابت کرے، کیا مسلمان رہے گا یا نہیں؟ عیسائیوں نے تو صرف تین "الٰہ" تسلیم کئے تھے، اور وہ کافر ٹھہرائے گئے، لیکن یہاں تو "الٰہوں" کی حد ہی نہیں، ہر نبی اور امام، ہر پیر اور ولی، ہر قبر اور گنبد والا ان کے "الٰہ" ہیں، العیاذ باللہ!

اور ابھی تک معلوم نہیں کہ یہ عہدہ کہاں کہاں اور کس کس تک پہنچنے والا ہے؟ (مصلہ دل کا سرور)

مولانا الطاف حسین حالی نے کیا ہی خوب کہا ہے:

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر!
جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر!
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر!
کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر!

مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں!
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں!
نبیؐ کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں!
اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں!

مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں!
شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں!
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے!
نہ اسلام بگڑے! نہ ایمان جائے!

(مسدس حالی)

مسئلہ "حاضر و ناظر" اور اس کے ادوار

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاکیزہ زندگی کے تین دور ہیں:

۱:...... پہلا دور وہ ہے جبکہ ابھی تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح جسم اقدس میں جلوہ گر نہیں ہوئی تھی۔

۲:...... دوسرا دور وہ ہے جبکہ حضور علیہ السلام نے ظاہر ہو کر غیر آباد دنیا کو آباد کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وجود باوجود سے کائنات کو مستنیر و مستفیض فرمایا۔

۳:...... تیسرا دور وہ ہے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو داغ مفارقت دے کر عالم برزخ میں قدم رکھا۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ ان تینوں دوروں میں حضور علیہ السلام کی ذات پاک ہر جگہ موجود نہیں رہی۔

پہلے دور کے متعلق قرآنی تصریحات

پہلی دلیل:

"ذٰلِکَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْہِ اِلَیْکَ، وَمَا کُنْتَ لَدَیْھِمْ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَھُمْ اَیُّھُمْ یَکْفُلُ مَرْیَمَ وَمَا کُنْتَ لَدَیْھِمْ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ." (آل عمران:۴۴)

ترجمہ:...... "یہ غیب کی خبروں میں سے ہم نے آپ کو بذریعہ وحی مطلع کیا ہے، اور آپ ان کے پاس موجود نہیں تھے،

جبکہ وہ قلموں کو ڈالتے تھے کہ ان میں سے کون شخص (سیدہ) مریم کی پرورش کرے اور آپ ان کے پاس اس وقت بھی موجود نہیں تھے جبکہ وہ جھگڑ رہے تھے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کی کفالت اور ان کے کفیل حضرت زکریا علیہ السلام کے واقعہ کی تفصیل بیان فرمائی اور وہی تفصیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بتائیں حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان واقعات کے ظہور کے وقت وہاں موجود نہ تھے، اللہ تعالیٰ واشگاف الفاظ میں فرمایا کہ یہ غیب کی خبریں ہم نے آپ کو وحی کے ذریعہ بتلائی ہیں تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے عالم روحانیت میں ہر جگہ موجود ہونے کی نفی فرمائی ہے۔

دوسری دلیل:

"وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا إِلَىٰ مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ." (القصص:۴۴)

ترجمہ:...... "اے محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کوہِ طور کے پیچھے کی طرف موجود نہ تھے، جب ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو پیغمبر بنایا اور آپ وہاں حاضر نہ تھے۔"

اس آیت میں فرمایا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر عنایات خداوندی سے سرفراز فرمایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح وہاں موجود نہ تھی۔

تیسری دلیل:

"ذٰلِكَ مِنْ أَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ إِلَيْكَ وَمَا

كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ۔"

(یوسف:۱۰۲)

ترجمہ:......"یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم تیرے ہاں بھیجتے ہیں اور آپ ان کے پاس موجود نہیں تھے جبکہ وہ اپنی بات طے کر رہے تھے اور وہ اپنی تجویزیں کر رہے تھے۔"

اس آیت میں فرمایا جب یوسف علیہ السلام کا واقعہ پیش آیا اس وقت آپ کی روح وہاں موجود نہ تھی بلکہ اللہ نے فرمایا یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم نے آپ کو وحی کے ذریعہ بتلائی۔

دوسرا دور اور اس کے دلائل

پہلی دلیل:

"لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ۔"

(الحجرات:۲)

ترجمہ:......"اپنی آوازوں کو نبی کریم کی آواز پر بلند نہ کرو۔"

اس آیت سے روز روشن کی طرح واضح ہوا اگر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ موجود ہوتے تو مسلمانوں کے لئے ہر جگہ زور سے بولنا ناروا بلکہ حبط اعمال کا باعث بنتا حالانکہ ایسا نہیں ہے کہ بلکہ یہ روضہ رسول کے ساتھ خاص ہے۔

دوسری دلیل:

"سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ

الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ، لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔" (بنی اسرائیل:۱)

ترجمہ:...... "شریکوں سے پاک ہے خدا تعالیٰ کی ذات جس نے اپنے (پیارے) بندے کو رات کے کچھ حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی، جس کے اردگرد ہم نے برکت نازل فرمائی ہے، تاکہ ہم (سرور کائنات کو) اپنے بعض دلائل قدرت دکھائیں، بے شک اللہ ہر بات کا سننے والا اور ہر چیز کا دیکھنے والا ہے۔"

اس آیت مقدسہ میں قدرے معراج کے واقعہ کو ذکر کیا گیا ہے، اور اس میں دو لفظ قابل غور ہیں:

۱:...... اَسْرٰی۔ ۲:...... لِنُرِیَہٗ۔

سیر کے لئے ضروری ہے کہ نقل مکانی ہو، اور ارائہ کے لئے ضروری ہے کہ ایسی چیز دکھائی جائے جو پہلے اسے نہ دیکھ چکے ہوں، یا نہ دیکھ رہے ہوں۔

پس پروردگار عالم نے "اسریٰ" سے سرور کائنات کے ہر جا حاضر ہونے کی نفی فرمائی، اور "لنریہ" سے ہر جا ناظر ہونے کی، اور اپنی ذات کے متعلق تصریح فرمادی کہ یہ شان خدا تعالیٰ کے لئے خاص ہے، "انہ ھو السمیع البصیر" یعنی ہر ایک کی آواز و پکار سننا اور ہر چیز کو ہر وقت دیکھنا خدا تعالیٰ کے لئے خاص ہے۔

حضور علیہ السلام کا تیسرا دور

چودہ سو سال کے فقہاء اور امت نبویہ علیہا الصلوٰۃ والسلام کے محققین علماء کا

مذہب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر نہ تھے، صرف ایک حوالہ لکھ دیتا ہوں۔

چوتھی، پانچویں صدی کے عالم عبدالرشید ابوالفتح ظہیر الدین ابو الواجی الحنفی المتوفی ۵۴۰ھ کا مذہب وفتویٰ:

"تزوج امرأة ولم يحضر شاهد فقال تزوجتك بشهادة الله ورسوله، يكفر، لانه يعتقد بان النبي صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب، اذ لا شهادة لمن لا علم له ومن اعتقد هذا فقد كفر."

(بحوالہ فتاویٰ ولوالجیہ باب النکاح)

ترجمہ:...... "کسی شخص نے عورت سے نکاح کیا اور وہاں گواہ موجود نہیں تھے، پس کہا: "میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا اور گواہ خدا اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا ہے" کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ اس نے یہ اعتقاد رکھا ہے کہ حضور علیہ السلام عالم الغیب ہیں، کیونکہ جسے علم نہ ہو اس کی گواہی نہیں ہوتی، اور جس نے یہ اعتقاد رکھا پس یقیناً وہ کافر ہے۔"

حضور علیہ السلام کو گواہ ماننے سے لازم آئے گا کہ یا تو ناکح حضور علیہ السلام کو یہاں حاضر و ناظر سمجھتا ہے اور یا حضرت کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو روضۂ اقدس میں سمجھتا ہے، لیکن عقیدہ یہ رکھتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل ہے، لہٰذا حنفیوں کا یہ مسئلہ مسلّمہ مسئلہ ہے کہ ایسے شخص کا نہ تو نکاح صحیح ہوگا، اور نہ اس کا ایمان باقی رہے گا۔

اہل بدعت کا دعویٰ اور اس کے جوابات:

اہل بدعت کا دعویٰ یہ ہے کہ ''حاضر و ناظر'' تو اللہ تعالیٰ کی صفت ہی نہیں ہوسکتی، کسی اور کو شریک ماننا ''شرک'' کیسے ہوا؟ بلکہ ''حاضر و ناظر'' تو مخلوق کی صفت ہے، اور خصوصاً حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی، اس دعوے کی یہ دلیل پیش کرتے ہیں۔ اول تو اللہ کے ننانوے نام ہیں، ان ناموں میں ''حاضر و ناظر'' کا کوئی نام نہیں آتا۔ دوسرے ''حاضر'' اس کو کہتے ہیں جو پہلے نہ ہو اور پھر آجائے، اور یہ معنی تو اللہ کی شان کے لائق ہی نہیں اور ''ناظر'' اس کو کہتے ہیں جو اپنی آنکھوں سے دیکھے، جب اللہ تعالیٰ کی جسمانی آنکھیں ہی نہیں تو وہ ناظر کیسے ہوا؟ بلکہ ''حاضر و ناظر'' تو جناب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر بزرگانِ دینؒ تھے جو پہلے نہ تھے اور پھر دنیا میں تشریف لے آئے اور اپنی حسی اور جسمانی آنکھوں سے دیکھا بھی کرتے تھے، لہٰذا یہی ''حاضر و ناظر'' ٹھہرے۔

چنانچہ مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

''ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہرگز نہیں، خدائے پاک جگہ اور مکان سے پاک ہے ...... خدا کو ہر جگہ میں ماننا بے دینی ہے، ہر جگہ میں ہونا تو رسولِ خدا ہی کی شان ہے۔''

(جاء الحق وزھق الباطل ص:۱۵۲)

یہ اہل بدعت کی منطق یا ''مجددانہ'' مغالطہ ہے۔ اب اس مغالطہ کے جوابات ملاحظہ فرمایئے کہ صحیح دلائل کے سیل رواں میں یہ کاغذ کی کشتی کس طرح ڈوبتی ہے۔

جواب اول:

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ جگہ اور مکان کا محتاج نہیں ہے، اور اس کے مشہور و معروف نام ننانوے ہیں، لیکن کیا ان ناموں کے علاوہ اور نام خدا تعالیٰ کے نہیں؟ اگر اہل بدعت کو عرسوں اور ختموں سے فرصت نہیں مل سکی تا کہ وہ کتابوں کی طرف رجوع کرسکے تو آیئے میں آپ کو صرف چند حوالے بتلاتا ہوں، علامہ نووی رحمہ اللہ شرح مسلم شریف (ج:۲ ص:۳۲۲) میں اور علامہ خازن رحمہ اللہ تفسیر خازن (ج:۲ ص:۲۶۴) میں رقمطراز ہیں کہ:

> ''تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سب نام صرف یہی ننانوے نہیں ہیں، بلکہ ان کے علاوہ اور بھی ہیں۔ اس کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام ابوبکر بن العربی رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار نام جمع کیے ہیں، پھر صاف لکھا ہے کہ: ''وھذا قلیل'' یہ بھی ابھی تھوڑے ہیں۔''

امام رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

> ''علماء کے نزدیک ایک ہزار ایک (۱۰۰۱) نام اللہ تعالیٰ کے مشہور و معروف ہیں، جو کتاب و سنت میں پائے جاتے ہیں۔'' (تفسیر کبیر مقدمہ ج:۱ ص:۳)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ:

> ''اللہ تعالیٰ کے پانچ ہزار وہ نام ہیں جو قرآن کریم، صحیح حدیث اور سابق آسمانی کتابوں میں نازل کیے گئے ہیں۔''
> (تفسیر ابن کثیر ج:۱ ص:۱۹)

جب تمام علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام انہی ننانوے میں منحصر نہیں، تو ان کا یہ سوال کہ ہمیں ان ناموں میں ''حاضر و ناظر'' کے نام نہیں مل سکے، باطل ہے:

تجھ کو کرنے ہیں ہزاروں دشت طے
مضطرب کیوں؟ پہلی ہی منزل میں ہے!

جواب دوم:

چلئے ہم دو منٹ کے لئے یہ تسلیم کرلیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے صرف یہی ننانوے نام ہیں، لیکن یہ تو فرمایئے کہ کیا ان ناموں میں سے کسی نام کا عربی وغیرہ زبان میں سہولت اور آسانی کے لئے ترجمہ بھی کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

اگر آپ کا جواب نفی میں ہے، تو فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ کو ''خدا'' کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر آپ یوں لب کشائی فرمائیں کہ ''خدا'' کہنا جائز ہے، تو کیا ہم یہ سوال کرسکتے ہیں کہ ان ننانوے ناموں میں تو ''خ، د، ا'' (یعنی خدا) کوئی نام نہیں آیا، پھر یہ جائز کیسے ہوگیا؟ یہی تو آپ کہیں گے کہ یہ ''مالک'' یا ''رب'' وغیرہ کا فارسی یا کسی اور زبان میں ترجمہ ہے، یعنی عربی زبان میں ''مالک''، فارسی زبان میں ''خدا''، اسی طرح آپ یہاں بھی سمجھ لیجئے کہ ان ننانوے ناموں میں سے کسی کا ترجمہ شاید ''حاضر و ناظر'' ہو، کیا یہ احتمال ہے یا نہیں؟ بلکہ آپ ذرا بین السطور مشکوٰۃ شریف (ج:۱ ص:۱۹۹) اصح المطابع نکال کر دیکھیں کہ ''الشہید'' کا معنی لکھا ہے: ''الحاضر''۔ اور مشہور لغت اور ڈکشنری صراح (ص:۱۳۴) میں لکھا ہے: شہید، حاضر و گواہ۔ اسی طرح ''بصیر'' کا یہ معنی کیا ہے کہ: بینا، دیکھنے والا، یعنی ''ناظر''۔ دیکھو صراح (ص:۱۶۰)۔

اب فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ ''شہید'' اور ''بصیر'' بھی ہے یا نہیں؟ اور کیا ''شہید'' کا معنی ''حاضر''، اور ''بصیر'' کا معنی ''بینا'' یعنی ''ناظر'' درست ہے یا نہیں؟

ہمارا اور اہل بدعت کا منصف اور حاکم صرف خدا ہی ہے، کیا خوب کہا گیا ہے:

خدا دانا بینا ہے ہر نیک و بد کا

اب آپ اپنی توپ کا دہانہ، شراحِ حدیث اور ائمہ لغت کی طرف پھیر دیجئے کہ تم نے ''شہید'' کا معنی ''حاضر'' کیوں کیا؟ ''حاضر'' تو ہماری خانہ ساز منطق کی رُو سے صرف وہی ہوسکتا ہے جو پہلے نہ ہو، اور پھر آجائے:

اور ہوں گے جو کہیں اُن کی جفائیں بے محل
ہم کسی کا غمزۂ بے جا اٹھا سکتے نہیں

باقی رہا یہ سوال کہ جب ''شہید'' کا معنی ''حاضر'' ہے، تو یہ لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت پر بولا گیا ہے، لہٰذا وہ ''حاضر'' ہوں گے، تو اس کا جواب سورۃ البقرہ کی آیت:۱۴۳ میں ہے: ''لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا۔'' کے تحت تفسیر کنز المعارف اور دیگر تفاسیر میں دیکھیں۔

جواب سوم:

اہل بدعت کا یہ بھی کہنا ہے کہ ''ناظر'' وہی ہوسکتا ہے جو جسمانی آنکھوں سے دیکھے۔ اس لئے اس قاعدہ کو سامنے رکھ کر ہم ان کا علمی اور تحقیقی شکریہ بجالائیں گے کہ ہمیں ذیل کی آیات اور احادیث کا مطلب سمجھا دیں:

۱:...... قرآن کریم، حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ واقعہ اور قصہ جس

میں انہوں نے اپنی قوم کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا، ان الفاظ سے بیان کیا گیا ہے:

"قَالَ عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّهْلِکَ عَدُوَّکُمْ وَیَسْتَخْلِفَکُمْ فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ."

(الاعراف:۱۲۹)

ترجمہ:..... "کہا نزدیک ہے کہ تمہارا رب ہلاک کردے تمہارے دشمن کو اور تمہیں زمین کا خلیفہ بنادے پھر وہ نظر کرے تم کیسا کام کرتے ہو۔"

اگر نظر کرنا اسی کا کام ہے جو جسمانی آنکھیں رکھتا ہو تو بتایئے کہ اس آیت میں "فینظر" (یعنی خدا نظر کرے) کے کیا معنی ہوئے؟ ارشاد تو فرمایئے!! دیدہ باید۔

۲:..... اللہ تعالیٰ ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

"ثُمَّ جَعَلْنٰکُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ." (یونس:۱۴)

ترجمہ:..... "پھر تم کو ہم نے نائب کیا زمین میں ان کے بعد کہ نظر کریں تم کیا کرتے ہو۔"

اس آیت میں بھی "لننظر" کا لفظ موجود ہے۔

۳:..... مسند طیالسی (ص:۲۸۶) میں ایک طویل حدیث کے ضمن میں یہ جملہ بھی ہے:

"اِنَّ اللهَ مُسْتَخْلِفُکُمْ فِیْهَا فَیَنْظُرُ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ."

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ تمہیں زمین کا خلیفہ بنائے گا، پھر نظر کرے گا تم کیا کام کرتے ہو؟

۴:...... صحیح مسلم (ج:۲ ص:۳۸۵) اور مشکوٰۃ کی ایک طویل حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّ اللّٰہَ نَظَرَ اِلٰی اَھْلِ الْاَرْضِ فَمَقَتَھُمْ عَرَبَھُمْ وَعَجَمَھُمْ اِلَّا بَقَایَا مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ." الحدیث.

یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین والوں پر نظر کی اور دیکھا تو تمام عرب وعجم والوں پر ناراض ہوا، مگر اہل کتاب میں کچھ آدمی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچ گئے۔

ایک حدیث میں یوں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ ..... وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی اَعْمَالِکُمْ." (مسلم ج:۲ ص:۳۱۷، مشکوٰۃ ج:۲ ص:۴۵۴، الجامع الصغیر ج:۱ ص:۷۴)

کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا (بایں طور کہ کون خوبصورت ہے اور کون بدشکل ہے) لیکن تمہارے اعمال کو وہ دیکھتا ہے۔

ان دونوں حدیثوں میں صاف طور پر مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے "نظر" کی، اور "نظر" کرے گا، اور "دیکھتا" ہے، لیکن اہل بدعت کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نظر نہیں کرسکتا کیونکہ اس کی جسمانی آنکھیں ہی نہیں، مگر آپ کو مذکورہ بالا دلائل سے معلوم ہوچکا ہوگا کہ یہ اہل بدعت کی قرآن وحدیث سے جہالت اور بغاوت ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی طرح نظر کرتا ہے، جو اس کی شان کے لائق اور مناسب ہے، کیونکہ: "لیس کمثلہ شیء." لیکن نظر بہرحال وہ کرتا ہے۔

اسی طرح وہ ہر ایک کے ساتھ ہے، مگر جس طرح اس کی شان کے شایان ہے: "وھو معکم این ما کنتم." خدا کی معیت کا انکار کرنا سراسر بے دینی اور قرآن کریم کی قطعی بغاوت ہے، اور اہل سنت والجماعت کے مسلّمہ و متفقہ عقیدہ کی صریح خلاف ورزی ہے۔

۵:......بلکہ ترمذی شریف (ج:۲ ص:۴۲)، ابن ماجہ (ص:۲۹۷)، مستدرک (ج:۴ ص:۵۰۵) اور مشکوٰۃ شریف (ص:۴۳۷) اور الجامع الصغیر (ج:۱ ص:۶۵) میں یہ جملہ صاف طور پر مذکور ہے:

"اِنَّ اللهَ یَسْتَخْلِفُکُمْ فِیْهَا فَنَاظِرٌ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ."

ترجمہ:......"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ تمہیں زمین کا خلیفہ بنانے والا ہے، اور پھر دیکھنے والا ہے کہ تم کیا کرتے ہو؟"

اس حدیث میں تو اللہ تعالیٰ کے لئے صاف "ناظر" کا لفظ موجود ہے، یہ بھی ملاحظہ کرلیجئے اور مولوی احمد سعید صاحب کاظمی امروہوی ثم ملتانی کا یہ بیان بھی دیکھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں "حاضر و ناظر" کوئی نام نہیں، اور قرآن و حدیث میں کسی جگہ "حاضر و ناظر" کا لفظ ذات باری تعالیٰ کے لئے وارد نہیں ہوا، نہ سلف صالحین نے اللہ تعالیٰ کے لئے یہ لفظ بولا، کوئی شخص قیامت تک ثابت نہیں کرسکتا کہ صحابہ کرامؓ یا تابعین یا ائمہ مجتہدین نے کبھی اللہ تعالیٰ کے لئے "حاضر و ناظر" کا لفظ استعمال کیا ہو۔ بلفظہٖ (تسکین الخواطر ص:۳۰)

کاظمی صاحب ہی اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر یہ فرمائیں (بشرطیکہ ان کا دل بھی

ہو) کہ کیا یہ حدیث نہیں ہے؟ اور کیا اس میں ''ناظر'' کا لفظ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذات باری تعالیٰ کے لئے اطلاق نہیں کیا؟ اور کیا اس حدیث کے پہلے راوی حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ صحابی نہیں ہیں جو اس حدیث میں لفظ ''ناظر'' کا باری تعالیٰ پر اطلاق کر رہے ہیں؟ اور کیا ابونضرہؒ تابعی نہیں ہیں، جو یہ روایت نقل کر رہے ہیں؟ اور کیا نچلے راویوں اور اسی طرح حضرت مجدد الف ثانیؒ اور شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ وغیرہ ''سلف صالحین'' میں شامل نہ تھے؟ کاظمی صاحب کو سوچ کر بتانا ہوگا کہ انہوں نے یہ بے بنیاد اور باطل دعویٰ کس طرح کر دیا ہے؟ اور اس سے بڑھ کر کاظمی صاحب کا یہ غلط دعویٰ بھی ملاحظہ کیجئے کہ: ''اور اسی طرح متاخرین کے زمانہ میں جب بعض لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو ''حاضر و ناظر'' کہنا شروع کیا تو اس دور کے علماء نے ان پر انکار کیا (کس عالم نے انکار اور کب کیا؟ مگر یہ نہ پوچھئے!!)۔ بلکہ بعض علماء نے اس اطلاق کو کفر قرار دے دیا (وہ کب اور کس دور میں؟ شاید کاظمی صاحب نے کوئی خواب دیکھا ہوگا)۔ (تسکین الخواطر)

یہ ہے اہل بدعت کا مبلغ علم اور تحقیقی ''معیار''، سبحان اللہ! اب اہل بدعت کو چاہئے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے زعم فاسد کی بنا پر ''حاضر و ناظر'' ہیں، تو ان سے پوچھ لیں کہ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے لئے ''ناظر'' کا لفظ کیوں استعمال کیا ہے؟

ایک تو اس لئے کہ ننانوے ناموں میں ہمیں یہ نام مل نہیں سکا، اور دوسرے اس لئے کہ اس کی جسمانی آنکھیں ہی نہیں ہیں، تو وہ کیونکر ناظر ہوا؟

ٹوٹ جائے نہ تیغ اے قاتل
سخت جان ہوں ذرا سمجھ کر کھینچ

جواب چہارم:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ." (اعراف:۷) (اور نہیں ہیں ہم غائب)۔

اور بخاری شریف (ج:۲ ص:۶۰۵) اور مسلم شریف (ج:۲ ص:۳۴۶) وغیرہ میں یہ حدیث آتی ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ کسی وقت باآواز بلند ذکر کر رہے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنے سے ان کو منع کیا اور فرمایا:

"اِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَآئِبًا."

ترجمہ:......"تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے (بلکہ تم تو سمیع اور قریب کو پکار رہے ہو، پھر بلند آواز سے چلانے کا کیا فائدہ؟)۔"

قرآن کریم کی اس آیت سے بھی یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ غائب نہیں ہے، اور اس حدیث سے بھی جہاں بلند آواز سے ذکر اور اذکار کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، یہ چیز بھی ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشاد کے مطابق "غائب" نہیں، یعنی اہل بدعت کی منطق کی رُو سے اللہ تعالیٰ "حاضر" نہیں، اور نص قرآنی اور ارشاد نبویؐ کے مطابق وہ "غائب" نہیں، اب بتایئے ہم بیچارے کیا کریں؟ اور کہاں جائیں؟ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن! ہم تو یہی کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ "حاضر" ہے، غائب نہیں، اور اہل بدعت جو مناسب سمجھیں کہیں کیونکہ:

نبی اپنا اپنا! امام اپنا اپنا!

اور حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ:

''حق سبحانہ و تعالیٰ بر احوال جزئی و کلی او مطلع است و حاضر و ناظر شرم باید کرد۔''

(مکتوب نمبر: ۷۸، دفتر اول حصہ دوم ص: ۶۸)

اور شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ لکھتے ہیں:

''و بدانکہ خدا تعالیٰ حاضر است غائب نہ۔''

(مکتوبات قدوسیہ ص: ۱۲۹)

مولوی احمد سعید صاحب کاظمی نے کتب لغت سے ''حاضر'' کے چند معانی نقل کر کے پھر یہ لکھا ہے کہ لفظ ''حاضر'' اپنے حقیقی لغوی معنی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی شان کے ہرگز لائق نہیں۔اھ (تسکین الخواطر ص: ۷)

اور نیز لکھا ہے کہ اہل علم غور فرمائیں کہ معانی منقولہ کے اعتبار سے کیا اللہ تعالیٰ پر لفظ ''حاضر'' کا اطلاق ممکن ہے؟ نہیں! ہرگز نہیں! اھ (حاشیہ تسکین الخواطر ص: ۶) یہ ان کی جہالت یا علمی خیانت ہے۔

اولاً:......اس لئے کہ منقولہ معانی جو ائمہ لغت نے نقل کیے ہیں وہ مخلوق کے حال کے مناسب نقل کیے ہیں، انہوں نے یہ کب کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر لفظ ''حاضر'' کا اطلاق ناجائز ہے؟ اور انہوں نے یہ کب کہا ہے کہ ''حاضر'' کا لفظ جب خدا تعالیٰ کے لئے اطلاق کیا جائے تو اس سے یہی منقولہ معانی مراد ہوں گے؟ یہ کتنی اور کیسی اخلاق پستی کا ثبوت دیا ہے، مولوی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ لفظ ''حاضر'' (جو ''شہید'' کا لفظی ترجمہ ہے) کا اطلاق جب اللہ تعالیٰ پر ہوگا تو اسی طرح ہوگا جو اس کی جلالت شان کے لائق اور مناسب ہوگا، اور اس کے لئے ''حاضر'' کے معنی ''ساکن الحضر''

اور "مسلم فی المدن والقری" وغیرہ وغیرہ نہ ہوں گے، جو مخلوق کی شان کے لائق ہیں، محض صراح، مختار الصحاح، مجمع البحار اور مفردات کے حوالے نقل کر دینے سے کیا ہوتا ہے؟ دعویٰ اور دلیل میں تطابق بھی اہل علم وانصاف کے نزدیک شرط ہے۔

ثانیاً:...... شراح حدیث نے "الشہید" کے معنی جو "الحاضر" کے لئے ہیں، اور اسی طرح حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ نے اللہ تعالیٰ کے لئے جو "حاضر" کا لفظ اطلاق کیا ہے وہ کیسا ہے؟ کیا یہ سمجھا جائے کہ ان بزرگوں نے ناجائز لفظ بول کر اللہ تعالیٰ کی توہین کا ارتکاب کیا ہے؟ العیاذ باللہ تعالیٰ! سوچ اور ذرا سنبھل کر بتلانا کیونکہ عنداللہ جواب دہی ہوگی، نہ بھول اس زندگی پر غافل نہیں ہے کچھ اعتبار اس کا کہ راہ لے گی یہ اپنی اک دن عدم کا رستہ تجھے بنا کر۔

لطیفہ:

اگر اہل بدعت ناگوار نہ سمجھے تو اہل بدعت کے اس قول کی (کہ اللہ تعالیٰ "ناظر" نہیں) ایک توجیہ اور صحیح محل عرض کردوں وہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے اقرار اور اپنی قسموں پر تھوڑا مال خریدتے ہیں، ان کا آخرت میں کچھ بھی حصہ نہیں، اور ان سے اللہ تعالیٰ بات نہ کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا قیامت کے دن، اور نہ ان کو پاک کرے گا، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

اسی طرح بخاری (ج:۲ ص:۸۶۱) اور مسلم (ج:۲ ص:۱۹۵) میں یہ حدیث آتی ہے:

"لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ خُيَلَاءَ۔"

ترجمہ:......''اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر نہ کرے گا

جس نے اپنے ٹخنوں سے نیچے شلوار اور تہبند لٹکایا۔''

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ: نماز کی حالت میں ایک شخص نے اپنا تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکا رکھا تھا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دوبارہ وضو کرنے اور نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ (ابوداؤد ج:۱ ص:۹۳، ج:۲ ص:۲۰۹ باسناد صحیح)

مذکورہ آیت اور حدیث سے یہ امر ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نظر شفقت سے وہی لوگ محروم ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہیں، چونکہ اہل بدعت شرک اور بدعت میں ایسا منہمک ہیں کہ ان کو توحید اور سنت سے تو ذاتی عداوت ہے، لہٰذا اگر ایسے مجرموں پر اللہ تعالیٰ نظر شفقت نہ کرے تو قرین قیاس بھی ہے، اس لئے اگر اہل بدعت یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ''ناظر'' نہیں، تو وہ بیچارے ٹھیک کہتے ہیں، کیونکہ ان کی طرف واقعی اللہ تعالیٰ نظر شفقت کرتا ہی نہیں:

ہستی سے تا بملک عدم ایک جست تھی
جھپکی نہ آنکھ بھی کہ اِدھر سے اُدھر گیا

(ماخوذ: آنکھوں کی ٹھنڈک بتغیرہ مؤلفہ امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہٗ)

مسئلہ "علمِ غیب"

جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کا تعلق ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو اس قدر علوم عطا فرمائے ہیں کہ کوئی ملک مقرب اور کوئی پیغمبر ان کی برابری نہیں کر سکتا، مگر ہر وقت، ہر واقعہ کا علم صفات نبوت میں سے نہیں ہے، بلکہ صفات ربوبیت میں سے ہے۔

"علمِ غیب" کے متعلق اہل سنت والجماعت کا عقیدہ:

شرح عقائد میں ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ "علمِ غیب" ایسا امر ہے جس سے اللہ تعالیٰ اکیلا موصوف ہے، بندوں کا اس کی طرف کوئی راستہ نہیں ہے، ہاں اللہ تعالیٰ اگر بتادے یا الہام بطور معجزہ وکرامت کے فرمادے یا چند نشانیوں سے جو کہ ممکن ہو پتہ چل جائے۔ (شرح عقائد ص:۱۲۲، شرح فقہ اکبر ص:۱۸۵)

اس تصریح کے بعد قدرتاً ذہن میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے، اگر "علمِ غیب" صرف ذاتِ خداوندی کا خاصہ ہے تو پھر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، نیز اولیاء اللہ سے جس قدر غیب کی خبریں ثابت ہیں ان کا کیا مطلب ہے؟ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ "علمِ غیب" اس کو کہتے ہیں جو بلاواسطہ اور بغیر کسی ذریعے کے آئے، اور جو واسطہ اور ذریعے کے ساتھ مثلاً: اطلاع خداوندی، یا اطلاع جرائیل یا کشف والہام کے ذریعے سے دل پر وارد ہو، وہ اطلاع غیب، اظہار غیب، انباء غیب تو کہلائے گا مگر علم غیب نہیں کہلائے گا۔ اسی بناء پر آنے والے دلائل سے ہمارا مقصد یہ ہوگا کہ "علمِ غیب" کا اطلاق ذاتی طور پر کیا جاتا ہے عطائی کو نہ آج تک کتب شریعت میں "علمِ غیب" کہا گیا ہے اور نہ اسے "علمِ غیب" کہنا جائز ہے،

نیز غیر اللہ کا غیب پر قبضہ ہونا کہ جب چاہے جان لے، یہ بھی نصوص قطعیہ سے ثابت نہیں، یہی وجہ ہے کہ لفظ ''علم'' اور لفظ ''غیب'' دونوں مل کر غیر اللہ کے لئے قرآنی آیات اور متواتر و مشاہیر روایات میں ثابت نہیں ہے، اب ذیل میں پہلے ان دلائل کا بیان ہوگا جن میں ''علمِ غیب'' کو صفاتِ خداوندی میں شمار کیا گیا ہے۔

دلیل نمبر:۱:.......

''اِنِّیْ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ.''

(البقرہ:۳۳)

ترجمہ:...... ''میں آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزیں جانتا ہوں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بطور دعوے کے فرمایا ہے کہ آسمانوں اور ز: کے غیوباتِ کلی کا علم مجھے حاصل ہے۔

دلیل نمبر:۲:.......

''قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ.''

(المائدہ:۱۰۹)

ترجمہ:...... ''وہ کہیں گے ہمیں کچھ خبر نہیں تو ہی چھپی باتوں کو جاننے والا ہے۔''

اس آیت میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے جب قیامت کے دن سوال ہوگا کہ ان لوگوں نے آپ کی کیا قدر کی؟ انبیاء عرض کریں گے کہ خداوندا! مخفی رازوں کو تو ہی جاننے والا ہے، ہمارا علم تیرے علم کے مقابلے میں کوئی چیز نہیں ہے، اس سے

معلوم ہوا ''علمِ غیب'' خاصہ خداوندی ہے۔

دلیل نمبر:۳:......

''وَلَآ اَعۡلَمُ مَا فِیۡ نَفۡسِکَ اِنَّکَ اَنۡتَ عَلَّامُ الۡغُیُوۡبِ.'' (المائدہ:۱۱۶)

ترجمہ:......''اور جو تیرے دل میں ہے، وہ میں نہیں جانتا بے شک تو ہی چھپی ہوئی باتوں کو جاننے والا ہے۔''

نفوس کے اندر کا علم جاننا ہی ''عالم الغیب'' ہونے کی علامت ہے۔

دلیل نمبر:۴:......

''وَعِنۡدَهٗ مَفَاتِحُ الۡغَیۡبِ لَا یَعۡلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ، وَیَعۡلَمُ مَا فِی الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ، وَمَا تَسۡقُطُ مِنۡ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعۡلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِیۡ ظُلُمٰتِ الۡاَرۡضِ وَلَا رَطۡبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیۡ کِتٰبٍ مُّبِیۡنٍ.'' (الانعام:۵۹)

ترجمہ:......''اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں، جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، جو کچھ جنگل اور دریا میں ہے وہ سب جانتا ہے، اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے، اور کوئی دانہ زمیں کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور اور نہ کوئی تر اور خشک چیز ہے، مگر یہ سب کچھ کتاب روشن میں ہیں۔''

دلیل نمبر:۵:......

''عٰلِمُ الۡغَیۡبِ وَالشَّهَادَةِ.'' (الانعام:۷۳)

ترجمہ:..... ''چھپی اور ظاہری باتوں کا جاننا والا ہے۔''

دلیل نمبر:۶:.......

''اَلَمْ یَعْلَمُوٓا اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ سِرَّھُمْ وَنَجْوٰھُمْ وَاَنَّ اللّٰہَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ.''

(التوبہ:۷۸)

ترجمہ:..... ''کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ ان کا بھید اور ان کا مشورہ جانتا ہے اور یہ کہ اللہ غیب کی باتیں جاننے والا ہے۔''

مخفی چیزوں، سرگوشیوں کا جاننا ''علام الغیوب'' ہی کا کام ہے۔

دلیل نمبر:۷:.......

''ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَةِ.''

(التوبہ:۹۴)

ترجمہ:..... ''پھر تم غائب اور حاضر کے جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

دلیل نمبر:۸:.......

''وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَةِ.''

(التوبہ:۱۰۵)

ترجمہ:..... ''اور عنقریب تم غائب اور حاضر کے جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

دلیل نمبر:۹:.......

''فَقُلْ اِنَّمَا الْغَیْبُ لِلّٰہِ.'' (یونس:۲۰)

ترجمہ:.......''سو تو کہہ دے کہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے۔''

دلیل نمبر:۱۰:.......

''وَلِلّٰہِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَیْہِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ کُلُّہٗ.'' (ہود:۱۲۳)

ترجمہ:.......''اور آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ بات اللہ ہی جانتا ہے، اور سب کام کا رجوع اسی کی طرف ہے۔''

سب امور کا مرجع تو تب ہوسکتا ہے کہ جبکہ عالم الغیب ہو۔

دلیل نمبر:۱۱:.......

''لَہٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ.'' (الکہف:۲۶)

ترجمہ:.......''تمام آسمانوں اور زمینوں کا علم غیب اسی کو ہے۔''

دلیل نمبر:۱۲:.......

''اِنَّ اللّٰہَ عٰلِمُ غَیْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، اِنَّہٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ.'' (فاطر:۳۸)

ترجمہ:.......''بے شک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے

غائب جانتا ہے، بے شک وہ سینوں کے بھید خوب جانتا ہے۔"

"علم غیب" اور "علم الصدور" کا یکجا لایا جانا قابل غور ہے، جس سے واضح سمجھا جاسکتا ہے کہ آسمان اور زمین کی مخفی چیزوں اور سینوں کے رازوں کو صرف اللہ ہی جانتا ہے۔

دلیل نمبر:۱۳:......

"قُلْ بَلٰى وَرَبِّىْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ عٰلِمِ الْغَيْبِ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ وَلَا اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْبَرُ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ." (السبا:۳)

ترجمہ:......"کہہ دو ہاں! (آئے گی) قسم ہے میرے رب غائب کے جاننے والے کی! البتہ ضرور تم پر آئے گی جس سے آسمانوں اور زمین کی کوئی چیز ذرہ کے برابر بھی غائب نہیں اور نہ ذرہ سے چھوٹی اور نہ بڑی کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو لوح محفوظ میں نہ ہو۔"

اگر آسمانوں اور زمین کے ذرے ذرے کا علم کسی اور کے لئے ثابت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کا اپنے متعلق عالم الغیب فرما کر یہ تشریح کرنا یقیناً خلاف واقعہ رہتا۔

دلیل نمبر:۱۴:......

"اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ."

(الحجرات:۱۸)

ترجمہ:...... ''بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کی سب
مخفی چیزیں جانتا ہے۔''

ان تمام آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام اشیاء کا تفصیلی علم، صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے۔ ہر ظاہر و مخفی اشیاء کا جاننے والا اللہ تعالیٰ ہے، دلوں کے تخیلات جن کا تعلق روحانی طور پر قلب کے وسط سے ہے، اس کو بھی صرف اللہ ہی جانتا ہے، آسمانوں اور زمین کی درمیانی فضا میں رہنے والے تمام حیوانات، زمین کے غاروں میں ہر چھپنے والی اشیاء، خزائن و دفائن، ہر چھوٹے بڑے واقعات کا علم، شانِ خداوندی کے لائق ہے، اسی کے لئے خاص و لائق ہے، جس میں نہ کوئی نبی شریک ہے، نہ کوئی جن و ملک اور نہ اولیاء اللہ۔

سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق اعلان کہ آپؐ عالم الغیب نہیں ہیں:

دلیل نمبر:۱:......

"قُلْ لَّا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ." (الانعام:۵۰)

ترجمہ:...... ''کہہ دو میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے
پاس اللہ کے خزائن ہیں اور نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں۔''

اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عقیدے کا اپنی زبان فیض ترجمان سے اعلان فرمایا۔

دلیل نمبر۲:.......

"یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَۃِ اَیَّانَ مُرْسٰھَا. قُلْ اِنَّمَا عِلْمُھَا عِنْدَ رَبِّیْ."
(الاعراف:۱۸۷)

ترجمہ:......"قیامت کے متعلق تجھ سے پوچھتے ہیں کہ اس کی آمد کا کون سا وقت ہے؟ کہہ دو اس کی خبر تو میرے رب ہی کے ہاں ہے۔"

اس آیت میں علمِ قیامت کے متعلق خداوندی فیصلے کا ذکر ہے۔

دلیل نمبر۳:.......

"قُلْ لَّا اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا، اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ، وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ."
(الاعراف:۱۸۸)

ترجمہ:......"کہہ دو میں اپنی ذات کے نفع اور نقصان کا بھی مالک نہیں، مگر جو اللہ چاہے، اور اگر میں غیب کی بات جان سکتا تو بہت کچھ بھلائیاں حاصل کر لیتا اور مجھے کبھی تکلیف نہ پہنچتی۔"

اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق علمِ غیب کی نفی فرمائی۔

دلیل نمبر۴:.......

"قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَہٗ

رَبِّیْٓ اَمَدًا۔" (الجن: ۲۵)

ترجمہ:...... "کہہ دو مجھے خبر نہیں جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ قریب ہے یا اس کے لئے میرا رب کوئی مدت ٹھہراتا ہے۔"

گزشتہ دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"علمِ غیب" خاصۂ خداوندی، اطلاع بذریعہ وحی یا القاء اللہ تعالیٰ بوقت ضرورت پیغمبروں کو بھی دیتے ہیں، اور اولیاء اللہ کو بھی، اسی طرح غیب پر قبضہ اور قدرت بھی اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے، انبیاء سے علم الغیب کی نفی کرنے کی وجہ سے ان کی شان میں کوئی کمی نہیں آتی، جب اللہ تعالیٰ ان کو اطلاع نہ دے تب بھی وہ نبی رہتے ہیں، اور جب ان کو بارگاہ رب العزت سے اطلاع مل جائے، جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو اطلاع ملی۔ ظاہر ہے کہ بتادیا تو چیونٹی اور پیرہن کا پتہ بتادیا، نہ بتایا تو ہدہد اور یوسف علیہ السلام کے متعلق نہ بتایا۔

اس مسئلے کو دو عقلی مثالوں سے سمجھیں۔ "غیب" مشاہدہ کے خلاف ہے، جو چیز مشاہدہ میں ہے وہ "غیب" نہیں، اور جو "غیب" ہے وہ "مشاہدہ" میں نہیں ہے۔

پہلی مثال:

"الف" نے مکہ معظمہ کی سیر کی اور واپسی پر آکر "ب" کو بتایا کہ مکہ معظمہ میں انار فروخت ہو رہے ہیں۔ "ب" نے آکر یہ خبر "ج" کو بتادی، "ج" کو یہ پتہ تھا کہ "ب" مکہ معظمہ نہیں گیا، "ج" نے تصدیق کرنے کے لئے حجاز جانے کی ٹھان لی، برحمت خداوندی ویزا لے کر پاسپورٹ بنوا کر مکہ معظمہ پہنچ گیا، وہاں جا کر دیکھا تو واقعی

بازار میں انار بک رہے تھے، واپس آ کر اس نے یہ خبر مشہور کردی کہ ''ب'' عالم الغیب ہے، کیونکہ یہاں رہ کر اس نے عرب کی خبر بتادی ہے۔ جب یہ خبر مشہور ہوئی تو ''د'' نے آ کر عرض کیا: جناب! آپ حیران نہ ہوں، یہ خبر تو ''ب'' کو ''الف'' نے بتائی تھی، تب جا کر ''ج'' نے یقین کیا کہ واقعی ''ب'' کو علم غیب نہیں تھا، کیونکہ علم غیب وہ ہوتا ہے جو بغیر ذریعے کے آئے، ورنہ ماننا پڑے گا کہ ''ب'' عالم الغیب ہے۔

دوسری مثال:

اسٹیشن ماسٹر بذریعہ تار معلوم کرلیتا ہے کہ گاڑی پہلے اسٹیشن سے چل چکی ہے، حکم دیتا ہے کہ گھنٹی بجادو، مسافر دیکھتے ہیں کہ ابھی تک گاڑی نظر نہیں آرہی، پندرہ منٹ کے بعد مسافروں میں ہلچل مچ جاتی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ گاڑی نظر آنے لگی ہے، یقین جانئے کہ کوئی شخص بھی اسٹیشن ماسٹر کو ''عالم الغیب'' ماننے کے لئے تیار نہیں ہے، محض اس لئے کہ اسے کسی واسطے سے پتہ چلا ہے، جو چیز واسطے سے معلوم ہو وہ ''علم غیب'' نہیں، اور جو ''علم غیب'' ہے وہ واسطے اور ذریعہ کا محتاج نہیں ہے۔

(براہین اہل سنت)

الغرض: علم غیب خاصہ ذات خداوندی کا ہے، کسی ولی اور بزرگ، کسی نبی اور فرشتہ حتی کہ امام الانبیاء خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی علم غیب نہیں تھا اور اس کے برعکس عقیدہ سراسر غیر اسلامی ہے، اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

بندہ عبدالقیوم قاسمی عفی عنہ

معارف اسلامیہ کراچی

(حصہ اول)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پارہ:۱: الٓمٓ

سورۃ الفاتحہ مکیۃ:

خلاصہ:...... یہ سورت سارے قرآن حکیم کے مضامین کا اجمالی نقشہ ہے۔

ماخذ: توحید آیت:۱،۲۔ قیامت آیت:۳۔ رسالت وغیرہ: آیت:۶۔ برگزیدگان آیت:۶۔ مردودین آیت:۷۔

سورۃ البقرۃ:

خلاصہ سورۃ البقرۃ:...... رکوع:۱ تا ۱۸۔ اصلاح الیہود فی ضمن علم المخاصمہ (قاسمی)۔ رکوع:۱۹ تہذیب اخلاق۔ رکوع:۲۰ تا ۳۳ تدبیر منزل۔ رکوع:۲۴ تا ۳۰ سیاست مدنیہ کے دو شعبے ملک گیری، ملک داری۔ رکوع:۳۳ تا ۴۰ خلافت کبریٰ۔

توضیح الخلاصہ:

اس سورت میں علم الاصول یعنی توحید و رسالت اور معاد۔ تذکیرات ثلاثہ یعنی تذکیر بآلاء اللہ: تذکیر بایام اللہ اور تذکیر بما بعد الموت۔

قرآن کریم سے فائدہ حاصل کرنے والے اور نہ حاصل کرنے والوں کے نتائج۔ منکرین قرآن کے شبہات اور اس کے جوابات۔ حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ۔ بنی اسرائیل پر خصوصی انعامات اور ان کے اباء و اجداد کی خباثتیں اور اس کے

نتائج۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ اور ملت ابراہیمی کی تشریح۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا اور آپ کی تعلیمی اسباق کا ذکر یعنی تہذیب اخلاق، تدبیر منزل، سیاست مدنیہ اور اس کے دو شعبے ہیں۔ ملک گیری کے قوانین اور ملک داری کے قوانین۔ اصلاحی معاشرہ خلافت کبریٰ کا بیان خلیفے کے اوصاف جہاد کی ترغیب اور اس کے نتائج۔ سخاوت کی فضیلت اور انفاق فی سبیل اللہ۔ بخل کی مذمت اور بخیلوں کے نتائج۔ سود کی حرمت اور سودخوروں کے نتائج۔ تجارت اور اس کے مشروع طریقے۔ الغرض اس سورت کو تعلق باللہ اور اہل ایمان کی کامیابی کے اعلان پر ختم کیا گیا ہے۔

خلاصہ رکوع:۱:...... یہود کو دعوت الی الکتاب (القرآن) و اوصاف متقین۔ ماخذ: آیت:۲،۳،۴۔

خلاصہ رکوع:۲:...... امراض المنافقین و اقسامہم یعنی ناقابل اصلاح اور قابل اصلاح۔ ماخذ: آیت:۹، ۱۰، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۷، ۱۹۔ پہلی قسم کے منافقین کا ذکر ہے جو ناقابل اصلاح ہو چکے ہیں۔ آیت:۲۰ میں قابل اصلاح منافقین کا ذکر ہے۔

خلاصہ رکوع:۳:......تذکیر بآلاء اللہ سے منافقین نمبر:(۲) یعنی جن کی حالت قابل اصلاح ہے اس کے قانون کا ذکر ہے۔ ماخذ: آیت:۲۱،۲۲۔

خلاصہ رکوع:۴:...... ضرورت الہام یعنی جب آدم علیہ السلام کے تعلق باللہ کی درستی بغیر الہام کے نہیں ہوئی تو نسل آدم کے لئے یہ چیز بطریق اولیٰ ضروری ہوگی۔ ماخذ: آیت:۳۷۔

خلاصہ رکوع:۵:...... نئی ملہم من اللہ جماعت کی ضرورت، (اور وہ مسلمانوں کی جماعت ہے) کیونکہ یہود بیکار ہو چکے ہیں حالانکہ ان کو تذکیر بالاء اللہ سے دعوت الی الکتاب دی گئی۔ ماخذ: آیت:۴۱، ۴۲، لوگوں کی نیکی کی رغبت دلاتے ہیں اور خود

نیکی پر عمل کرنے سے جی چراتے ہیں ورنہ اتباع قرآن سے اور کون سی چیز مانع ہے ماخذ آیت:۴۴۔

خلاصہ رکوع:۶:......(۱) تذکیر بآلاء اللہ و بما بعد الموت سے یہود کو دعوۃ الی الکتاب۔ (۲) اور ان کا بدوی قروی زندگی میں فیل و ناکام ہونا۔ ماخذ: (۱) آیت:۴۷ تا ۵۶۔ (۲) آیت:۵۷، ۵۸۔

خلاصہ رکوع:۷:......یہود کا مصری زندگی میں ناکام ہونا یعنی مادی اور کثیف چیزوں کا مطالبہ کرنا وغیرہ۔ ماخذ: آیت:۶۱۔

خلاصہ رکوع:۸:......یہود کے امراضِ ثلاثہ تولی، حیلہ سازی اور تعمق یعنی معاملے کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگے۔ ماخذ: آیت:۶۴، ۶۵، ۶۷۔

خلاصہ رکوع:۹:......(۱) یہود مسلمانوں کے مساوی رہ کر بھی کام نہیں کر سکتے یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ دو جماعتوں کے مل کام کرنے کی عقلاً تین صورتیں ہوسکتی ہیں مثلاً۔ دو قومیں ہیں۔ پہلی کو متبوع اور دوسری کو تابع مانا جائے اور دوسری صورت یہ ہے، کہ دونوں قومیں برابر ہوں۔ تیسری صورت یہ ہے، کہ دوسری قوم متبوع اور پہلی قوم تابع ہو۔ اس سے پہلے گزر چکا کہ یہود میں متبوع بننے کی قابلیت نہیں رہی، کہ ان کی اتباع کی جائے۔ اس آیت میں (۷۵) بتلایا جاتا ہے، کہ ہمیں اس کی طمع نہیں رکھنی چاہئے کہ یہود ہماری بات مان جائیں گے اور ہمارے ساتھ مساوی رہ کر کام کریں گے۔ اور آگے قالو قلوبنا غلف: (۸۸) یہ بتلایا جائے گا کہ وہ یہود ہمارے ماتحت رہ کر بھی کام نہیں دے سکتے لہٰذا وہ ہر لحاظ سے بیکار ہیں۔ (واللہ اعلم) (۲) اور ان کی علمی کمزوریاں۔ ماخذ: (۱) آیت:۷۵۔ (۲) آیت:۷۸، ۷۹۔

خلاصہ رکوع:۱۰:......یہود کی عملی کمزوریاں۔ ماخذ: آیت:۸۴، ۸۵۔

خلاصہ رکوع:۱۱:...... یہود کے امراض مستمرہ ہیں، اور وہ مسلمانوں کے ماتحت رہ کر بھی کام نہیں کر سکتے۔ ماخذ: آیت:۸۷، ۸۸۔

خلاصہ رکوع:۱۲:...... حالت انحطاط میں یہود کا مشغلہ یعنی خدائی تعلیم (تورات) کو چھوڑ کر شیطانی تعلیم کے پیچھے لگ گئے، اور ہاروت و ماروت کی تعلیم کے درپے رہتے تھے۔ ماخذ: آیت:۱۰۲۔

خلاصہ رکوع:۱۳:...... (۱) اہل کتاب سے مقاطعہ اور (۲) بحث نسخ فی الشرائع۔ ماخذ: (۱) آیت:۱۰۴۔ (۲) آیت:۱۰۶۔

خلاصہ رکوع:۱۴:...... یہود بحث نسخ فی الشرائع چھیڑ کر مساجد الہیہ کو غیر آباد کرنا چاہتے ہیں۔ ماخذ: آیت:۱۱۴۔

خلاصہ رکوع:۱۵:...... مسلمات یہود پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ بیت اللہ الحرام ہونا چاہئے۔ ماخذ: آیت:۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۹۔

خلاصہ رکوع:۱۶:...... دین میں ہمارا مسلک یہود کے مسلّم التعظیم بزرگوں والا ہے یعنی ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد اور جو موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کو دیا گیا ہے۔ ماخذ: آیت:۱۳۶۔

پارہ:۲: سیقول

خلاصہ رکوع:۱۷:...... (۱) تحویل قبلہ کا تحقیقی جواب (۲) اور اہل کتاب کی خوشنودی بیت المقدس کو قبلہ بنانے سے حاصل نہیں ہوسکتی بلکہ ان کی خواہشات کے اتباع سے حاصل ہوسکتی ہے اور وہ بدترین جرم ہے۔ ماخذ: آیت:(۱) ۱۴۳، (۲) ۱۴۵۔

خلاصہ رکوع:۱۸:......(۱) تلقین استقامت علی القبلہ یعنی دنیا کے کسی حصہ میں جاؤ قبلہ تمہارا یہی رہے گا۔ (۲) اور باب تہذیب اخلاق کے دو مسائل، ذکر، شکر۔ ماخذ: (۱) آیت:۱۴۹۔ (۲) آیت:۱۵۲۔

خلاصہ رکوع:۱۹:......باب تہذیب اخلاق کے بقیہ مسائل ثلاثہ: صبر، دعا، تعظیم شعائر اللہ۔ ماخذ: آیت:۱۵۲، ۱۵۸۔

خلاصہ رکوع:۲۰:......تدبیر منزل کے پانچ مسئلوں میں سے پہلا مسئلہ کسب رزق یعنی اللہ نے عقل دے دی ہے لہٰذا عقل کے ذریعے ترکیب وتحلیل اشیاء سے رزق کماؤ۔ ماخذ: آیت:۱۶۴۔

خلاصہ رکوع:۲۱:......مسئلہ دوم صرف کرنے کے اصول یعنی جب انسان کو کوئی خصلت پیدا کرنا منظور ہو تو وہ اپنے طرز کو ایسے رنگ میں بدل لیتا ہے جس کے پیش نظر مقصد پورا ہو جائے۔ مثلاً پہلوان بننے کے لئے دودھ، گوشت، انڈے اور دوسری مقوی غذاؤں کو لازم کر لیا جاتا ہے، اسی طرح جس شخص کو دنیا میں بڑا کام کرنا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے روحانی مربی یعنی نبی کے مشورہ سے چیزیں صرف کرے تاکہ اس کا مطلب اور ارادہ جلد پورا ہو جائے۔ نبی کی تعلیم کا یہ اثر ہوتا ہے کہ انسان کی عقل میں ایسے علوم اور خیالات بھر دیئے جاتے ہیں جن سے اس کے ارادہ میں پختگی پیدا ہو اور وہ جلد منزل مقصود پر پہنچ سکے، اس کے برعکس القاء شیطانی اور اتباع شیطان کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان کی ہمت پست ہو جاتی ہے اور نہ منزل مقصود پر پہنچنا نصیب ہوتا ہے لہٰذا اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی ہر چیز کو اجازت لے کر حلال پھر ستھری اور پسندیدہ چیزوں کا استعمال کیا کرو، واللہ اعلم۔ ماخذ: آیت:۱۶۸۔

خلاصہ رکوع:۲۲:......مسئلہ سوم نظام فوجداری ومسئلہ چہارم نظام دیوانی یعنی

نظام حکومت میں دو صیغے ہیں۔ فوجداری اور دیوانی۔ ان دو آیتوں (۱۷۸، ۱۷۹) میں نظام فوجداری سکھایا گیا ہے، ابتدائی سلسلہ اس کا گھر سے شروع ہوتا ہے، مثلاً اگر گھر میں لڑائی ہو تو کس طرح فیصلہ ہوگا۔ گھر کا بڑا آدمی اس قسم کے فیصلے کرے گا کہ گھر میں سیاست کا مادہ پیدا ہو سکے۔ نظام دیوانی جس طرح مالدار کے لئے وصیت میں انصاف کا خیال رکھنا لازمی ہے اسی طرح مال کے ہر معاملہ میں عدل و انصاف کا ملحوظ رکھنا لوازم انسانیت میں سے ہے۔ ماخذ: آیت: ۱۷۸، ۱۸۰۔

خلاصہ رکوع: ۲۳:...... مسئلہ پنجم نمبر: (۱) اشاعت تعلیم۔ (۲) اور اصلاح معاملات۔ ماخذ: (۱) آیت: ۱۸۵۔ (۲) آیت: ۱۸۸۔

خلاصہ رکوع: ۲۴:...... باب سوم ملک گیری یعنی قانون الٰہی کے لئے اگر کوئی شخص مانع ہو اور روک پیدا کرے اور وہ تم سے لڑنے کے لئے تیار رہتا ہو تو تم بھی اس سے لڑنے کے لئے ہر وقت تیار رہو اور جو لوگ فطرۃً لڑنے سے عاجز ہیں ان پر زیادتی نہ کرو اگر زیادتی کروگے تو برکات الٰہی سے بند ہو جائیں گی۔ ماخذ: آیت: ۱۹۰۔

خلاصہ رکوع: ۲۵:...... اقسام الحجاج۔ ماخذ: آیت: ۲۰۰، ۲۰۱۔

خلاصہ رکوع: ۲۶:...... تمہید قتال کے بعد اعادہ حکم قتال یعنی سوال پیدا ہوا تھا کہ جہاد کا حکم کب تک رہے گا۔ اس کا جواب ہے۔ ماخذ: آیت: ۲۱۶۔

خلاصہ رکوع: ۲۷:...... مسائل متفرقہ متعلقہ قتال۔ یعنی حیلہ ساز آدمی اگر جہاد سے بچنے کا حیلہ سوچنا چاہیں تو ان کے لئے جواب ہے کہ قتال سب کے لئے اور ہمیشہ کے لئے لازم ہے اگر امن پھیلانا ضروری ہے لیکن اگر جہاد کے لئے ہمیشہ کے لئے تیار نہیں رہو گے تو بدنظمی پھیلے گی (لا یزالون یقاتلونکم) کفار چونکہ ہمیشہ کوشاں

رہیں گے کہ تمہیں اپنے دین سے پھسلائیں، اس لئے تمہیں بھی ہمیشہ لڑنے کے لئے تیار رہنا ہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (الجهاد ماض الی یوم القیامة) اگر جہاد کے لئے ہر وقت تیار نہ رہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم خدانخواستہ مرتد ہونے کے لئے تیار ہوگئے (حبطت) مثلاً ساری عمر ایک شخص بادشاہ کا وفادار رہ کر اخیر میں بغاوت شروع کردے تو اس کے سارے گزشتہ اعمال غیر معتبر ہوجائیں گے۔

شروع باب پنجم ملک داری۔ ماخذ: آیت: ۲۱۷، ۲۲۱۔

خلاصہ رکوع:۲۸:......مسائل ملک داری۔ ماخذ: آیت: ۲۲۲ تا ۲۲۸۔

خلاصہ رکوع:۲۹:......مسائل ملک داری۔ ماخذ: آیت:۲۲۹ تا ۲۳۱۔

خلاصہ رکوع:۳۰:......مسائل ملک داری۔ ماخذ: آیت:۲۳۲ ۲۳۵۔

خلاصہ رکوع:۳۱:......مسائل ملک داری۔ ماخذ: آیت:۲۳۶، ۲۳۷، ۲۴۰، ۲۴۱۔

خلاصہ رکوع:۳۲:......قانون ملک گیری اور ملک داری کے بعد اقدام عمل یعنی اللہ تعالیٰ کے نام پر جان دینے کے لئے کمربستہ ہوجاؤ۔ ماخذ: آیت:۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸۔

خلاصہ رکوع:۳۳:......انتخاب امیر کے بعد خود امیر لوگوں کا امتحان لے گا، نالائق اور لائق کو الگ الگ کرے گا، پھر خدا پرست لائق آدمیوں کی برکت سے کامیابی ہوگی، ضرورت خلافت۔ ماخذ: آیت: ۲۴۹ تا ۲۵۱، ۲۵۳۔

پارہ:۳: تلک الرسل

خلاصہ رکوع:۳۴:......فرائض خلیفہ، خلیفہ کا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ

حفاظتِ توحید میں اپنی اور اپنے متبعین کی جان اور مال خرچ کر دے۔ ماخذ: آیت:۲۵۴، ۲۵۵۔

خلاصہ رکوع:۳۵:......واقعات مؤیدہ توحید کی نشر و اشاعت بھی خلیفہ ہی کے ذمہ ہے یعنی مسلمانوں کے خلیفہ کو چاہئے اس قسم کے واقعات کی (یعنی جو اس رکوع میں مذکور ہیں) نشر و اشاعت کرئے تاکہ مؤمنوں کو مزید اطمینان حاصل ہو اور شاید مخالفین کو بھی اس سے کچھ فائدہ پہنچ جائے۔ ماخذ::۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰۔

خلاصہ رکوع:۳۶:......فرض معاونین خلافت اور شرائط انفاق فی سبیل اللہ کی شرائطِ اربع من الخمسہ یعنی معاونین خلافت دو قسم کے ہوں گے، اہل دولت اور اہل علم۔ اس رکوع میں اہل دولت کے فرائض مذکور ہیں اور دولت خرچ کرنے کی چار شرطیں مذکور ہیں۔ ماخذ: آیت:۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۴، ۲۶۵۔

خلاصہ رکوع:۳۷:......انفاق مال کی پانچویں شرط یعنی عمدہ چیزیں اللہ کے نام دو۔ اور اہل علم کے فرض کی طرف اشارہ۔ ماخذ: آیت:۲۶۷، ۲۶۹۔

خلاصہ رکوع:۳۸:......انفاق فی سبیل اللہ کی ضد یعنی سودخوری کی ممانعت۔ ماخذ: آیت:۲۷۸۔

خلاصہ رکوع:۳۹:......قانون دین۔ ماخذ: آیت:۲۸۲۔

خلاصہ رکوع:۴۰:......شوریٰ خلافت کا تعلق باللہ۔ ماخذ: آیت:۲۸۴۔

سورۃ آل عمران:

خلاصہ رکوع:۱:......نصاریٰ کو دعوت الی الکتاب اور تعلیم کتاب میں صحیح اور غلط کی تمیز۔ ماخذ: آیت:۳، ۷۔

خلاصہ رکوع:۲:......مخالفین مسلک صحیح کی بربادی اور موافقین کی سرفرازی کا اعلان۔ ماخذ: آیت:۱۲، ۱۵۔

خلاصہ رکوع:۳:......مسلک صحیح کے معاندین کا راہ راست پر آنا مشکل ہے، لہذا مسلمانوں کو اپنی کامیابی کے لئے گامزن ہونا چاہیے۔

خلاصہ رکوع:۴:......اللہ تعالیٰ کے دربار سے عزت پانے کے لئے (المصطفین الاخیار) خدا تعالیٰ کے برگزیدہ اور چیدہ بندوں کے نقش قدم پر چلنا ہوگا۔ ماخذ: آیت:۳۱، ۳۳۔

خلاصہ رکوع:۵:......بشارت پیدائش عیسیٰ علیہ السلام اور خلاصۂ تعلیم عیسیٰ علیہ السلام۔ ماخذ: آیت: ۴۵، ۵۱۔

خلاصہ رکوع:۶:......مواعید اربعہ عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر۔ ماخذ: آیت:۵۵۔

خلاصہ رکوع:۷:......اہل کتاب کو مسلک صحیح کی طرف دعوت اور ان کا انحراف بلکہ وہ مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔ ماخذ: آیت:۶۴، ۶۹۔

خلاصہ رکوع:۸:......اہل کتاب کا مسلمانوں کے خلاف سعی کرنا۔ ماخذ: آیت:۷۲۔

خلاصہ رکوع:۹:......تمہارے مقتداؤں (یعنی انبیاء علیہم السلام) نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کا اقرار کیا تھا تو تمہیں بطریق اولیٰ آپ کے اتباع کو فخر خیال کرنا چاہیے۔ ماخذ: آیت:۸۱۔

پارہ:۴: لن تنالوا البر

خلاصہ رکوع:۱۰:......(۱) یہود کے شبہ کا جواب (۲) درس گاہ ابراہیمی کی

طرف دعوت (۳) مقاطعہ عن اہل الکتاب۔ ماخذ: آیت: ۹۳، ۹۶، ۱۰۰۔

خلاصہ رکوع: ۱۱:......تم میں سے ہمیشہ مسلک صحیح کی طرف ایک جماعت کو داعی ہونا چاہئے، اور اس کی طرف دعوت دینے والی جماعت کے نتائج اخروی۔ ماخذ: آیت: ۱۰۴، ۱۰۷۔

خلاصہ رکوع: ۱۲:......امت مسلمہ کا فرض یعنی بحیثیت امت کے یہ فرض ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے لہٰذا جو شخص بھی اس امت کا فرد کہلائے گا اس کے ذمہ یہ فرض عائد ہو جائے گا۔ اور منافقین سے مقاطعہ۔ ماخذ: آیت: ۱۱۰، ۱۱۸۔

خلاصہ رکوع: ۱۳:......غزوۂ بدر کی کامیابی کا راز کفار اور منافقین سے علیحدگی ہی تھا، اس لئے کہ طبائع میں استقامت تھی۔ ماخذ: آیت: ۱۲۳۔

خلاصہ رکوع: ۱۴:......اصلاح لغزش واقعہ احد۔ ماخذ: آیت: ۱۳۰، ۱۳۲، ۱۳۳۔

خلاصہ رکوع: ۱۵:......کام فقط اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر ہونا چاہئے نہ کہ کسی خاص مقتدا کے اعتماد پر۔ ماخذ: آیت: ۱۴۴۔

خلاصہ رکوع: ۱۶:......احد کی شکست تمہاری فشل یعنی تمہاری اپنی غلطیوں کی وجہ سے فتح ہوتے ہوتے شکست ہوگی۔ تنازع اور عصیان الرسول کا نتیجہ ہے۔ ماخذ: آیت: ۱۵۲۔

خلاصہ رکوع: ۱۷:......آپ نے شیرازہ منتشرہ کو کن خوبیوں سے جمع فرمایا، ہزیمتِ احد فتح بدر کا تتمہ ہے۔ ماخذ: آیت: ۱۵۹، ۱۶۵۔

خلاصہ رکوع: ۱۸:...... بدر صغریٰ کی کامیابی کا باعث۔ ماخذ: آیت: ۱۷۳۔

خلاصہ رکوع: ۱۹:......(۱) تذکرہ امراض یہود جن سے مسلمانوں کو احتراز

لازمی ہے، (۱) بخل، (۲) کتمان حق۔ ماخذ: (۱) آیت: ۱۸۱۔ (۲) آیت: ۱۸۷۔

خلاصہ رکوع: ۲۰:...... نصاریٰ کی پاکیزہ خصائل کی تعیم۔ ماخذ: آیت: ۱۹۹۔

سورۃ النساء مدنیۃ:

خلاصہ سورۃ النساء:...... سورۃ النساء میں اصلاح عرب ہوگی، اس میں دو باب آئیں گے:

۱:...... تدبیر منزل۔ ۲:...... سیاست مدنیہ۔

اور تدبیر منزل کا باب دو فصلوں پر مشتمل ہے:

۱:...... قانون اصلاح مال۔ ۲:...... قانون اصلاح ازواج۔

اصلاح ازواج میں اصلاح اولاد خود بخود ہو جائے گی، اور اگر مال کی درآمد صحیح ہو جائے یعنی مال کو صحیح اور مشروع طریقہ سے حاصل کیا جائے، تو خیر کا سنگ بنیاد قائم ہو جائے گا، ورنہ سنگ بنیاد ہی میں کجی اور خرابی آجائے گی، کیونکہ جس کا لقمہ حرام ہے نہ اس کے قلم میں نور ہوگا، نہ اس کے کام میں برکت ہوگی، نہ اس کی عبادت درجہ قبول پائے گی، اور نہ دعا مستجاب ہوگی، سب نحوستیں جمع ہوں گی اور قلب مسخ ہوتا جائے گا، پھر اولاد بھی اسی طرح ہوگی۔ غرض ان خرابیوں کا اختتام مشکل ہوگا۔

خلاصہ رکوع: ۱:...... درآمد مال ناجائز کی روک تھام۔ ماخذ: آیت: ۲، ۶۔

خلاصہ رکوع: ۲:...... درآمد مال کا صحیح قانون۔ ماخذ: آیت: ۱۱، ۱۲۔

خلاصہ رکوع: ۳:...... قانون صلاح معائب ازواج اور مدارجِ معائب۔ ماخذ: آیت: ۱۵ تا ۲۱۔

خلاصہ رکوع: ۴:...... ایسا طرز معاشرت جس سے اخلاقی خرابیاں پیدا ہی نہ

ہوں۔ ماخذ: آیت:۲۳، ۲۴۔

پارہ:۵: والمحصنٰت

خلاصہ رکوع:۵:......قانون اصلاح معاملات۔ ماخذ: آیت:۲۹۔

خلاصہ رکوع:۶:......تقسیم مراتب زوجین اور فرضِ مشترک۔ ماخذ: آیت:۳۴، ۳۶۔

خلاصہ رکوع:۷:......(۱) استحصال قانون الٰہی کے لئے تیقظ کی ضرورت۔ (۲) ترک تیقظ سے مسخ فطرت کا خطرہ۔ (۳) قانون الٰہی کو چھوڑ کر غیر اللہ کے قانون کو وہ درجہ دینا اس میں بھی ایک طرح کی شرک کی بو ہے۔ ماخذ: (۱) آیت:۴۳۔ (۲) آیت:۴۷۔ (۳) آیت:۴۸۔

خلاصہ رکوع:۸:......ترک تمسک (۱) بکتاب اللہ سے اتباع جبت و طاغوت کرنا پڑے گا۔ (۲) اور اتباع جبت و طاغوت کا نتیجہ نزول لعنت الٰہی ہے۔ ماخذ: (۱) آیت:۵۱۔ (۲) آیت:۵۲۔

خلاصہ رکوع:۹:......(۱) مسلک صحیح کے ترک کرنے پر محاکمہ الی الطاغوت کرنا پڑے گا۔ (۲) تعمیل محاکمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحدید۔ ماخذ: (۱) آیت:۶۰۔ (۲) آیت:۶۵، ۶۶۔

خلاصہ رکوع:۱۰:......اشاعت قانون عدل میں قتال کی ضرورت بالخصوص مستضعفین کی حمایت کے لئے۔ ماخذ: آیت:۷۴، ۷۵

خلاصہ رکوع:۱۱:......(۱) موت کا خیال دل سے نکال کر مکمل تیاری کر کے نکلنا پڑے گا۔ (۲) اس سفر قتال میں ہر عسر و یسر کو تقدیر الٰہی پر محمول کر کے اطاعت

امیر سے گریز نہ کی جائے۔ (۳) اور جہاں تک ہو سکے جمعیۃ غزاۃ کو بڑھانے کی سعی کی جائے۔ ماخذ: (۱) آیت: ۷۷، ۷۸۔ (۲) آیت: ۷۹۔ (۳) آیت: ۸۴، ۸۵۔

خلاصہ رکوع: ۱۲:.....اقسام الکفار اقسام ثلاثہ سے قتال ممنوع ہے، اور قسم رابع سے مصالحت ممنوع ہے۔ ماخذ: وہ جن سے قتال ممنوع ہے۔ آیت: ۹۰۔ وہ جن سے مصالحت ممنوع ہے۔ آیت: ۹۱۔

خلاصہ رکوع: ۱۳:.....مسلمانوں میں قتال کا انسداد، میدان قتال میں مؤمن کی تمیز اعلان جنگ کے بعد مسلمانوں کی اقسام اربعہ میں سے اقسام ثلاثہ کا ذکر۔ ماخذ: آیت: ۹۳، ۹۴، ۹۵۔

خلاصہ رکوع: ۱۴:.....حکم قتال کے بعد مسلمانوں کی قسم رابع کا ذکر۔ ماخذ: آیت: ۹۷۔

خلاصہ رکوع: ۱۵:.....اہمیت قتال۔ ماخذ: آیت: ۱۰۱، ۱۰۲۔

خلاصہ رکوع: ۱۶:.....اہل حل وعقد کو خوان (خیانت کرنے والے) اور اثیم (گناہگار مجرم) کی طرف داری نہیں کرنی چاہئے۔ ماخذ: آیت: ۱۰۵۔

خلاصہ رکوع: ۱۷:.....مؤمنین کو اپنے مسلک صحیح سے ہرگز نہیں ہٹنا چاہئے۔ ماخذ: آیت: ۱۱۵۔

خلاصہ رکوع: ۱۸:.....رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلک سے ہٹنے والے مرض شرک میں مبتلا ہو کر شیطان لعین کے متبع ہوں گے۔ ماخذ: آیت: ۱۱۷، ۱۱۸۔

خلاصہ رکوع: ۱۹:.....مسائل ملک داری۔ ماخذ: آیت: ۱۲۷ تا ۱۳۰۔ مسائل ملک داری کی جو تمہید سورۂ بقرہ میں ذکر ہو چکی ہے، اس کو ضرور ملاحظہ فرما لیا جائے۔

اشارات ضروریہ:

سورۃ النساء میں دو باب تھے۔ تدبیر منزل، سیاست مدنیہ۔ سیاست کے پھر دو باب تھے: ملک گیری، ملک داری۔ ملک گیری ختم ہوچکی اب ملک داری شروع ہوتی ہے۔

خلاصہ رکوع:۲۰:......(۱) تلقین استقلال۔ (۲) بے استقلالی کے آثار۔ (۳) اوراس کے نتائج۔ ماخذ: (۱) آیت:۱۳۵۔ (۲) آیت:۱۳۷۔ (۳) آیت:۱۳۸، ۱۳۹۔

خلاصہ رکوع:۲۱:......(۱) نقائض منافقین۔ (۲) مقاطعہ عن الکفار۔ ماخذ: (۱) آیت:۱۴۲، ۱۴۳۔ (۲) آیت:۱۴۴۔

پارہ:۶: لا یحب اللہ

خلاصہ رکوع:۲۲:......نقائض اہل کتاب۔ ماخذ: آیت:۱۵۳، ۱۵۵۔

خلاصہ رکوع:۲۳:......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ادیان سابقہ سے اصولاً متحد ہے۔ ماخذ: آیت:۱۶۳۔

خلاصہ رکوع:۲۴:......اہل کتاب کے انبیاء علیہم السلام تو عالی نہیں تھے، لہذا وہ تو اس تعلیم کے حامی تھے جس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حامی ہیں۔ ماخذ: آیت:۱۷۲۔

سورۃ المائدۃ مدنیۃ:

موضوع سورۃ:......اصلاح عرب۔

خلاصہ رکوع:۱:......ایفائے عہد الٰہی کی تشکیل۔ ماخذ: آیت:۱ تا ۳۔

خلاصہ رکوع:۲:......طریقہ تمیز طیبات اور تاکید ایفائے میثاق۔ ماخذ: آیت:۶، ۷۔

خلاصہ رکوع:۳:...... نقض میثاق کے نتائج۔ ماخذ: آیت:۱۳۔

خلاصہ رکوع:۴:......(نقض عہد کے باعث لعنت جس کا ذکر پہلے رکوع میں آیا ہے) لعنت سے بزدلی پیدا ہوئی۔ ماخذ: آیت:۲۲۔

خلاصہ رکوع:۵:......لعنت الٰہی کا دوسرا اثر سلب عقل ہے، عقل پر ایسا پردہ پڑ جائے کہ حیوانوں سے بھی کم عقل ہو جائے۔ ماخذ: آیت:۳۰، ۳۱۔

خلاصہ رکوع:۶:......ایسا طرز عمل جس سے نقض عہد کی نوبت نہ آئے۔ ماخذ: آیت:۳۵۔

خلاصہ رکوع:۷:......قرب الی اللہ کے لئے اتباع کتاب اللہ ضروری ہے۔ ماخذ: آیت:۴۹۔

خلاصہ رکوع:۸:......اعدائے الٰہی سے مقاطعہ، تاکہ اتباع کتاب اللہ ہو سکے۔ ماخذ: آیت:۵۱۔

خلاصہ رکوع:۹:......دشمنان خدا سے مقاطعہ کا سبب استہزاء علی الدین ہے۔ ماخذ: آیت:۵۷، ۵۸۔

خلاصہ رکوع:۱۰:......امت مقتصدہ کی تبلیغ اور مسائل تبلیغیہ۔ ماخذ: آیت:۶۷۔

خلاصہ رکوع:۱۱:......اہل کتاب کی تبلیغ میں نصاریٰ مقدم اور یہود مؤخر ہیں۔ ماخذ: آیت:۸۲۔

پارہ:۷: واذا سمعوا

خلاصہ رکوع:۱۲:......دورہ تبلیغ میں افراط وتفریط سے احتراز رہے۔ ماخذ: آیت:۸۷۔

خلاصہ رکوع:۱۳:......مسلمان جہاں جائیں مرکز اصلی (بیت الحرام) سے تعلق منقطع نہ ہونے پائے۔ ماخذ: آیت:۹۴، ۹۵، ۹۷۔

خلاصہ رکوع:۱۴:......سوالات لایعنی اور رسوم جاہلیت سے مسلمانوں کو احتراز لازمی ہے۔ ماخذ: آیت:۱۰۱،۱۰۳۔

خلاصہ رکوع:۱۵:......قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام بطور شاہد عدل کے پیش ہوں گے۔ ماخذ: آیت:۱۰۹۔

خلاصہ رکوع:۱۶:......تمنائے انبیاء علیہم السلام بوقت شہادت۔ ماخذ: آیت:۱۱۸۔

سورة الانعام مكية:

موضوع سورة الانعام: اصلاح مجوس۔

خلاصہ رکوع:۱:......(۱) توحید۔ (۲) کتاب اللہ۔ (۳) رسالت۔ ماخذ: (۱) آیت:۱،۲،۳۔ (۲) آیت:۷۔ (۳) آیت:۸۔

خلاصہ رکوع:۲:......حصول جذبہ توحید کے لئے تمسک بہ کتاب اللہ تعالیٰ لازمی ہے۔ ماخذ: آیت:۱۹۔

خلاصہ رکوع:۳:......(۱) ترک اتباع کتاب اللہ سے ابتلاء فی الشرک۔ (۲) اور مشرکین کی ندامت۔ ماخذ: (۱) آیت:۲۱،۲۲۔ (۲) آیت:۲۳۔

خلاصہ رکوع:۴:......تکذیب رسل انسان کی عادت مستمرہ ہے، اور انبیاء علیہم السلام کا صبر اور صبر پر نزول نصرت الٰہی۔ ماخذ: آیت:۳۴۔

خلاصہ رکوع:۵:......تذکیر بایام اللہ سے دعوت الی التوحید۔ ماخذ: آیت:۴۲۔

خلاصہ رکوع:۶:......توحید پرست ہی معیت محمدیہ کے مستحق ہیں۔ ماخذ: آیت:۵۲۔

خلاصہ رکوع:۷:......مخالفین توحید سے مقاطعہ۔ ماخذ: آیت:۵۶۔

خلاصہ رکوع:۸:......قدرت الٰہی کے سامنے تم سب مقہور و مغلوب ہو۔ ماخذ: آیت:۶۱۔

خلاصہ رکوع:۹:......مسلک توحید میں اسوۂ ابراہیمی۔ ماخذ: آیت:۷۴۔

خلاصہ رکوع:۱۰:......مسئلہ توحید میں ہمارا مسلک وہی ہے جو ابراہیم علیہ السلام اور تمام انبیاء علیہم السلام کا تھا۔ ماخذ: آیت:۸۳تا۸۸۔۹۰۔

خلاصہ رکوع:۱۱:......قرآن حکیم متفق علیہ توحید کی طرف داعی ہے۔ ماخذ: آیت:۹۲۔

خلاصہ رکوع:۱۲:......جس خدائے تعالیٰ کی طرف ہم نے تمہیں دعوت دی ہے اس کی قدرت کے کرشموں کی تفصیل کو دیکھ کر چاہئے تو یہ تھا کہ سبق توحید میں پختہ کار ہوتے، لیکن بجائے توحید کے اللہ تعالیٰ کے واسطے بیٹے اور بیٹیاں تجویز کرتے ہیں۔ ماخذ: آیت:۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۹، ۱۰۰۔

خلاصہ رکوع:۱۳:......اسباب بصائر ہم نے تمہیں دکھائے ہیں، اب بھی اندھے رہو تو تم جانو۔ ماخذ: آیت:۱۰۴۔

پارہ:۸: ولو اننا

خلاصہ رکوع:۱۴:......اس قسم کی مسخ شدہ ہستیاں انبیاء علیہم السلام کی معاند ہوتی آئی ہیں۔ ماخذ: آیت:۱۱۲۔

خلاصہ رکوع:۱۵:......توحید کے موافق و مخالف یکساں نہیں ہوسکتے، اور مخالفین کی رسوائی۔ ماخذ: آیت:۱۲۲، ۱۲۴۔

خلاصہ رکوع:۱۶:......مخالفین توحید کا احساس حق اور ان کا موجودہ مسلک خلاف نقل و عقل ہے۔ ماخذ: آیت: ۱۳۰، ۱۳۸، ۱۴۰۔

خلاصہ رکوع:۱۷:......(گزشتہ رکوع میں آچکا ہے کہ کفار کی حلت و حرمت خلاف عقل و نقل ہے) اب بتلایا جاتا ہے کہ ہماری حلت اشیاء منقول اور معقول ہے۔ ماخذ: آیت:۱۴۱، ۱۴۲۔

خلاصہ رکوع:۱۸:......مسلمانوں کی حرام کردہ اشیاء کی حرمت منقول ہے، اور علاوہ اس کے معقول بھی ہے۔ ماخذ: آیت:۱۴۵۔

خلاصہ رکوع:۱۹:......ماکولات کے سوا بقیہ خلاصہ قانون اسلام۔ ماخذ: آیت:۱۵۱۔

خلاصہ رکوع:۲۰:......تم تو قرآن سے اعراض کرتے ہو اور ہم اس کتاب بابرکت کا اتباع کرا کے تمہیں مسلک ابراہیمی کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔ ماخذ: آیت:۱۵۵، ۱۶۱۔

سورۃ الاعراف مکیۃ:

سورۃ البقرۃ میں یہود کو دعوت الی الکتاب دی گئی تھی، سورۃ آل عمران میں

نصاریٰ کو دعوت الی التوحید دی گئی تھی، سورۃ النساء اور المائدہ میں اصلاحِ عرب پیش نظر تھی، سورۃ الانعام میں اصلاح مجوس مقصود تھی، سورۃ الاعراف میں بقیہ اقوام عالم کو دعوت الی القرآن دی جاتی ہے۔

خلاصہ رکوع:۱:......تذکیر باِیام اللہ بما بعد الموت و بآلاء اللہ سے دعوت الی کتاب اللہ۔ ماخذ: آیت:۳،۴،۸،۱۰۔

خلاصہ رکوع:۲:......ضرورت اتباع کتاب اللہ تعالیٰ۔ ماخذ: آیت:۲۳۔

خلاصہ رکوع:۳:......اتباع کتاب اللہ سے تمہیں لباس تقویٰ نصیب ہوگا اور لباس تقویٰ لباس جسمانی ہے، اچھا ہے۔ ماخذ: آیت:۲۶۔

خلاصہ رکوع:۴:......لباس جسمانی ممنوع نہیں ہے، (ہاں لباس روحانی مرجح ہے) اور اگر لباس روحانی سے کوئی محروم رہا تو ملعونین کی فہرست میں داخل ہوگا۔ ماخذ: آیت:۳۲، ۳۸۔

خلاصہ رکوع:۵:......لباس التقویٰ کے ملبوس اور اس سے اعراض کرنے والوں سے سلوک الٰہی۔ ماخذ: آیت:۴۰، ۴۲۔ (یہ لباس التقویٰ سے اعراض کرنے والوں کی سزا ہے) اور آیت:۴۲ و ۴۳ یہ لباس التقویٰ سے ملبوس جماعت کی جزاء ہے۔

خلاصہ رکوع:۶:......اس تیسری جماعت کا منکرین لباس تقویٰ کو سرزنش کرنا اور ان کی سزا کا ذکر۔ ماخذ: آیت:۴۸، ۵۱۔

خلاصہ رکوع:۷:......تذکیر بآلاء اللہ سے دعوت الی الکتاب۔ ماخذ: آیت:۵۴۔

خلاصہ رکوع:۸:......تذکیر باِیام اللہ سے دعوت الی الکتاب۔ ماخذ:

آیت:۵۹، ۶۴۔

خلاصہ رکوع:۹:......تذکیر بایام اللہ سے دعوت الی الکتاب۔ ماخذ: آیت:۶۵، ۷۲۔

خلاصہ رکوع:۱۰:......تذکیر بایام اللہ سے دعوت الی الکتاب۔ ماخذ: آیت:۷۳، ۷۹۔

خلاصہ رکوع:۱۱:......تذکیر بایام اللہ سے دعوت الی الکتاب۔ ماخذ: آیت:۸۵، ۹۱، ۹۳۔

پارہ:۹: قال الملا

خلاصہ رکوع:۱۲:......پہلی تباہ شدہ امتوں پر تنقیدی نگاہ اور مخالفین اسلام کے لئے تنبیہ۔ ماخذ: آیت:۹۴ تا ۹۶، ۹۷۔

خلاصہ رکوع:۱۳:......امم سابقہ کی تباہی کا باعث تکذیب رسل ہی تھا، درقصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام وفرعون۔ ماخذ: آیت:۱۰۱، ۱۰۳۔

خلاصہ رکوع:۱۴:......بقیہ قصہ موسیٰ علیہ السلام وفرعون۔ ماخذ: آیت:۱۰۹۔

خلاصہ رکوع:۱۵:......بقیہ قصہ موسیٰ علیہ السلام وفرعون۔ ماخذ: آیت:۱۲۷۔

خلاصہ رکوع:۱۶:......بقیہ قصہ موسیٰ علیہ السلام وفرعون۔ ماخذ: آیت:۱۳۰۔

خلاصہ رکوع:۱۷:......موسیٰ علیہ السلام اپنی امت اجابت کے لئے قانون لینے کے واسطے کوہ طور پر تشریف لے گئے۔ ماخذ: آیت:۱۴۲۔

خلاصہ رکوع:۱۸:......موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر جانے کے بعد امت نے بت پرستی شروع کردی۔ ماخذ: آیت:۱۴۸۔

خلاصہ رکوع:۱۹:......(۱) گوسالہ پرستی پر نزول غضب و ذلت، (۲) موسیٰ علیہ السلام کی امت کی دائمی نصرت کے شرائط۔ ماخذ: آیت:۱۵۲، ۱۵۶، ۱۵۷۔

خلاصہ رکوع:۲۰:......(۱) دعوت امت موسیٰ علیہ السلام اور (۲) اس کے نتائج۔ ماخذ: (۱) آیت:۱۵۸۔ (۲) آیت:۱۵۹۔

خلاصہ رکوع:۲۱:......دعوت الی الحق کے بعد داعی بری الذمہ ہے۔ ماخذ: آیت:۱۶۵۔

خلاصہ رکوع:۲۲:......(۱) کتاب اللہ کی طرف دعوت دینے کی ضرورت اس لئے محسوس ہو رہی ہے کہ تم میں سے ہر ایک براہ راست خدا تعالیٰ کی غلامی کا عہد کر آیا ہے، لہٰذا اس کے ایفا کے لئے ہدایت کی ضرورت تھی تاکہ تم قیامت کے دن عدم اطلاع کا عذر نہ کرنے پاؤ۔ (۲) ایک دوسری وجہ بھی بڑی زبردست موجود ہے کہ شیطان تمہیں گمراہ کرنے کے لئے کمربستہ ہے، چنانچہ بلعم باعور کو اس نے بہکا ہی لیا۔ (۳) دعوت کتاب اللہ کو رد کرنے والے انعام سے بھی بدتر ہیں۔ ماخذ: (۱) آیت:۱۷۲۔ (۲) آیت:۱۷۵۔ (۳) آیت:۱۷۹۔

خلاصہ رکوع:۲۳:......مدعوین کو اعراض کی حالت میں استدراجاً مہلت کا ملنا سنت اللہ میں داخل ہے۔ ماخذ: آیت:۱۸۲۔

خلاصہ رکوع:۲۴:......کتاب اللہ کا اتباع چھوڑ کر احتراز عن الشرک مشکل بلکہ ناممکن ہے، لہٰذا اتباع کتاب اللہ اشد ضروری ہے۔ ماخذ: آیت:۱۸۹ تا ۱۹۰، ۲۰۳۔

سورۃ الانفال مدنیۃ:

تمہید:......(تمام اقوام عالم کی تبلیغ) یہاں تک تمام اقوام عالم کو مسلمانوں نے تبلیغ کردی، سورۃ البقرۃ میں یہود کو، سورۃ آل عمران میں نصاریٰ کو، سورۃ النساء اور سورۃ المائدۃ میں عرب کو، سورۃ الانعام میں مجوس کو، سورۃ الاعراف میں بقیہ اقوام عالم کو۔ جامعیت قانون، قانون وہ جامع ہوتا ہے جو اپنے متبعین کو جلب نفع اور دفع ضرر کے راستے بتلائے، لہٰذا تبلیغ کے ذریعہ سے غیر مسلموں کو مسلمان بنانے کا طریقہ بتلادیا گیا ہے، مسلمان اگرچہ کتنی ہی حکمت عملی سے کام لے گا اور موعظ حسنہ سے سمجھائے گا، بالآخر نتیجہ یہی ہوگا کہ غیر مسلم اپنے مذہب سے علیحدہ ہوکر اسلام میں داخل ہو جائے گا۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ مذہب خواہ کتنا ہی غلط اور غیر معقول ہو انسان اس پر جان دینا اپنی سعادت خیال کرتا ہے۔ اس لئے چنداں بعید نہیں کہ مسلمانوں کو ایسے واقعات پیش آئیں کہ غیر مسلم اپنے مذہب کی حفاظت کے لئے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اس وقت مسلمانوں کے سامنے تین صورتیں ہوں گی:

۱:...... بھاگ کر جان بچائے۔

۲:......بعض ہندوؤں کے اصول کے مطابق ستیاگرہ کردے یعنی خاموش ہوکر مار کھائے، یہاں تک کہ مارنے والا تھک جائے اور مارنا چھوڑ دے۔

۳:......یا ڈٹ کر مقابلہ کرے۔

اگر باطل پرست اپنے جھوٹے مذہب پر جان دینے کے لئے تیار ہوسکتے ہیں تو مسلمان کو اپنے سچے آسمانی یعنی خدائی مذہب پر بطریق اولیٰ جان دینے کے لئے تیار سربکف رہنا چاہئے۔ پہلی دو صورتیں حریت، غیرت اور شجاعت کے خلاف

ہیں، لہٰذا مسلمانوں کے لئے فقط تیسری راہ عمل ہے، کیونکہ مذہب، جذبات حریت وغیرت کا مربی ہے، نہ کہ ان کا فنا کرنے والا۔

قانون جنگ کی دفعات:

سورۃ الانفال قانون جنگ کے اس حصہ پر مشتمل ہے جو دفع ضرر سے تعلق رکھتا ہے، یعنی اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ اگر دشمن مقابلہ کرنا چاہے تو مسلمانوں کے اصولِ جنگ کیا ہوں گے؟ ان اصول کو تیرہ دفعات میں بیان کیا گیا ہے، اور دنیا کا کوئی قانونِ جنگ ان تیرہ دفعات سے باہر نہیں جاسکتا۔

ابتداء دفعات:

دفعات قانون کی ابتداء دوسرے رکوع کی آیت: "یا ایھا الذین امنوا اذا لقیتم" الآیہ، سے ہوگی۔ اس سے پہلے ڈیڑھ رکوع میں تمہید ہے، جس میں بیان کیا گیا ہے کہ صحابہ کرامؓ کو مال غنیمت میں اختلاف نہیں کرنا چاہئے، اس کی تقسیم اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے، جتنا مال ملے اسی پر قناعت کرو اور اپنے حقوق نہ جتلاؤ۔

خلاصہ رکوع:۱:......رفع اختلاف متعلق غنیمت بدر۔ ماخذ: آیت:۱ تا ۴۔

خلاصہ رکوع:۲:......قانون جنگ کی دفعہ اول (صف قتال میں استقامت)۔ ماخذ: آیت:۱۵۔

خلاصہ رکوع:۳:......(۱) دفعہ دوم میدان جنگ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع رہو۔ (۲) دفعہ سوم اس اطاعت کو زندگی سمجھو۔ (۳) دفعہ چہارم ادائے فرض میں خیانت نہ کرو۔ ماخذ: (۱) آیت:۲۰۔

(۲) آیت:۲۴۔ (۳) آیت ۲۷۔

خلاصہ رکوع:۴:......دفعہ پنجم حصول فرقان کے لئے التزام تقوئی۔ ماخذ: آیت:۲۹۔

خلاصہ رکوع:۵:......(۱) دفعہ ششم۔ (۲) وہفتم غایۃ قتال قانون تقسیم غنائم۔ ماخذ: (۱) آیت ۳۹۔ (۲) آیت:۴۰۔

پارہ:۱۰: واعلموا

خلاصہ رکوع:۶:......دفعہ ہشتم ونہم۔ (۸) (۱) میدان جنگ میں ذکر الٰہی کا تحفظ رہے۔ (۹) (۲) تلقین ترک منازعہ۔ ماخذ: آیت:۴۵، ۴۶۔

خلاصہ رکوع:۷:......(۱) منافقین کو اس دین کی صداقت پر اعتماد نہیں۔ (۲) اور کفار کا تعلق باللہ درست نہیں، اس لئے تم ہی جیتو گے، وہ تم سے جیت نہیں سکے۔ ماخذ: آیت:۴۹، ۵۱۔

خلاصہ رکوع:۸:......دفعہ دہم و یازدہم (۱) آلات جنگ کی تیاری، اسلام مصالحت کے لئے ہر وقت تیار ہے۔ ماخذ: آیت:۶۰، ۶۱۔

خلاصہ رکوع:۹:......دفعہ دوازدہم حکم تحریص علی القتال۔ ماخذ: آیت:۶۵۔

خلاصہ رکوع:۱۰:......دفعہ سیزدہم مقاصد سیاسیہ میں مسلمانوں میں سے فقط ان قوموں اور جماعتوں کا خیال رکھا جائے گا، مگر جو مرکز سے وابستہ ہیں۔ ماخذ: آیت:۷۲۔

سورۃ التوبۃ مدنیۃ:

موضوع سورۃ:......اعلان جنگ۔

خلاصہ رکوع:۱:......مسائل اربعہ۔ (۱)اعلان جنگ۔ (۲)مہلت غور۔ (۳)مدت معینہ کے معاہد کفار۔ (۴)مدت غیرمعینہ کے معاہدے۔ ماخذ: (۱) آیت:۱۔ (۲) آیت:۲۔ (۳) آیت:۳۔ (۴) آیت:۱۔

خلاصہ رکوع:۲:......وجہ مخاصمت۔ ماخذ: آیت:۷،۸۔

خلاصہ رکوع:۳:......رفع اعذار ثلاثہ۔ ماخذ: (۱) آیت:۱۷۔ (۲) آیت:۱۹۔ (۳) آیت:۲۳۔

خلاصہ رکوع:۴:......بقیہ دو عذر۔ (۱)قلت تعداد۔ (۲)اور ضروریات زندگی کا فقدان مانع جہاد نہیں ہوسکتا۔ (۳)اور کس سے لڑا جائے۔ ماخذ: (۱) آیت:۲۵۔ (۲) آیت:۲۸۔ (۳) آیت:۲۹۔

خلاصہ رکوع:۵:......مسلمانوں کو تمام اقوام عالم سے لڑنا ہوگا، اس لئے سال میں چار مہینے مہلت اور آرام کے ہیں۔ ماخذ: آیت:۳۰،۳۶۔

خلاصہ رکوع:۶:......تمام مسلمانوں کو لڑنا پڑے گا۔ ماخذ: آیت:۳۸،۴۱۔

خلاصہ رکوع:۷:......خود اپنے آپ کو جہاد سے (۱) مستثنیٰ رکھنا علامت نفاق ہے اور اقسام ثلاثہ مستثنین۔ ماخذ: (۱) آیت:۴۵۔ (۲) آیت ۴۶۔ (۳) آیت ۴۹۔ (۴) آیت:۵۸۔

خلاصہ رکوع:۸:......مستثنین کی قسم رابع۔ ماخذ: آیت:۶۱۔

خلاصہ رکوع:۹:......(۱)منافقین کا نصب العین۔ (۲)اور ان کی سزا۔ (۳)مؤمنین کا نصب العین۔ (۴)اور ان کی جزا۔ ماخذ: (۱) آیت:۶۷۔ (۲) آیت ۶۸۔ (۳) آیت:۷۱۔ (۴) آیت:۷۲۔

خلاصہ رکوع:۱۰:......(۱)مؤمنین کو کفار اور منافقین سے جہاد اور درشتی کا

حکم۔ (۲) اور مستثنین کی قسم خامس کا ذکر۔ ماخذ: (۱) آیت:۷۳۔ (۲) آیت:۷۵۔

خلاصہ رکوع:۱۱:......(۱) نتیجہ تخلف۔ (۲) تحدید کے بعد ان کی حالت میں تغیر۔ ماخذ: (۱) آیت:۸۱۔ (۲) آیت:۸۳۔

خلاصہ رکوع:۱۲:......تنبیہ تخلف پر ترتیب آثار۔ ماخذ: آیت:۹۰۔

پارہ:۱۱: یعتذرون

خلاصہ رکوع:۱۳:......اقسام منافقین۔ (۱) نا قابل معافی کیونکہ ان میں نفاق اعتقادی ہے، اور ان کا نصب العین افتراق بین المسلمین ہے۔ (۲) قابل معافی ان میں نفاق عادی ہے، اعتقادی نہیں۔ ماخذ: (۱) آیت:۱۰۱۔ (۲) آیت:۱۰۲، ۱۰۶۔

خلاصہ رکوع:۱۴:......(۱) مخلص مؤمنوں کا مسلک۔ (۲) اور قابل معافی حضرات کا مخلصین سے الحاق منافقین کے بعد اب مخلصین کا مسلک واضح کیا جاتا ہے۔ ماخذ: (۱) آیت:۱۱۱، ۱۱۲۔ (۲) آیت:۱۱۸۔

خلاصہ رکوع:۱۵:......انسداد تخلف کے لئے اشاعت تعلیم۔ ماخذ: آیت:۱۲۲۔

خلاصہ رکوع:۱۶:......طریق جنگ کی تعلیم۔ ماخذ: آیت:۱۲۳۔

سورۃ یونس:

موضوع سورۃ:......دعوت الی القرآن۔ دعویٰ تلک آیات الکتاب الحکیم. (سورۃ یونس کی سب سے پہلی آیت) نتیجہ: واتبع ما یوحی الیک الآیہ، (سورۃ یونس کی سب سے آخری آیت) شواہد شاہد وہ چیز ہے جس میں کسی طریقہ سے موضوع کا ذکر آجائے۔ (۱) کان للناس عجبا. (۲) ان الذین لا یرجون لقائنا.

(۳)ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت. (۴)جائتهم رسلهم بالبینت.
(۵)اذا تتلی علیهم آیاتنا. (۶)قل هل من شرکائکم. (۷)وما کان هذا
القرآن ان یفتری. الآیه. (۸)ام یقولون افتری. الآیه. (۹)ومنهم من یؤمن
بہ ومنهم من لا یؤمن به. (۱۰)یا ایها الناس قد جاءتکم موعظة. (۱۱)وما
تکون فی شان وما تتلو منه من قرآن. (۱۲)الذین امنوا وکانوا یتقون.
(۱۳)واتل علیهم نباء نوح. (۱۴)واغرقنا الذین کذبوا بآیاتنا. (۱۵)ثم
بعثنا من بعده رسلا. (۱۶)ثم بعثنا من بعدهم موسیٰ. الآیه. (۱۷)فان کنت
فی شک مما انزلنا الیک. (۱۸)ولا تکونن من الذین کذبوا. (۱۹)ولو
شاء ربک. (۲۰)قل یا ایها الناس ان کنتم فی شک. (۲۱)قل یا ایها الناس
قد جائکم الحق من ربکم.

خلاصہ رکوع:۱:.....ہم نے انہیں کتاب حکیم دی، اور احسان یہ کیا کہ انہی کے ہم جنس انسان کی معرفت پیغام وحی پہنچایا، یہ احمق بجائے اس کے کہ فائدہ اٹھائیں، اس کی تاثیر کو جادو کہہ کر اعراض کر رہے ہیں۔ ماخذ: آیت:۱،۲۔

خلاصہ رکوع:۲:.....(۱) پیغام الٰہی کی قبولیت سے تو انکار کرتے ہیں، اور جب مصیبت آتی ہے تو اسی کے دروازے پر آکر ہاتھ پھیلاتے ہیں، مصیبت ٹل جاتی ہے تو پھر نافرمان ہو جاتے ہیں۔ ماخذ: آیت:۱۲۔

خلاصہ رکوع:۳:.....اے نافرمانو! جس دنیا کی زندگی پر تم مغرور ہو وہ بے حقیقت ہے، اس پر مغرور ہو کہ تم پیغامات الٰہی کے تسلیم کرنے سے اعراض نہ کرو۔ ماخذ: آیت:۲۴۔

خلاصہ رکوع:۴:.....(۱) یہ لوگ خدا تعالیٰ کو خالق، رازق، مدبر مانتے ہیں۔

(۲) پھر بھی اس کے احکام کی تعمیل سے جی چراتے ہیں۔ (۳) اور قرآن پر خودساختہ ہونے کا الزام لگاتے ہیں۔ ماخذ: (۱) آیت:۳۱۔ (۲) آیت:۳۴۔ (۳) آیت:۳۷۔

خلاصہ رکوع:۵:......(۱) اگر تکذیب سے باز نہ آئیں تو ان سے بیزاری کا اعلان کردیجئے۔ (۲) یہ باطن کے اندھے اور بہرے، قرآن حکیم کو کس طرح سمجھ سکتے ہیں؟ ماخذ: (۱) آیت:۴۱۔ (۲) آیت:۴۲،۴۳۔

خلاصہ رکوع:۶:......یہ منکرین موعظت و شفا (قرآن) آئندہ ساری دنیا کے خزانے دے کر بھی جان چھڑانے کے لئے تیار ہوں گے۔ ماخذ: آیت:۵۴، ۵۷۔

خلاصہ رکوع:۷:......(۱) ہم آپ کی تلاوت قرآن اور بقیہ اعمال حیات سے پورے واقف ہیں۔ (۲) ایسے اللہ والوں کو بارگاہِ الٰہی کی حاضری میں کوئی خطرہ نہ ہوگا۔ (۳) اور آپ مخالفین کی بدزبانی سے کبیدہ خاطر نہ ہوں۔ ماخذ: (۱) آیت:۶۱۔ (۲) آیت:۶۲۔ (۳) آیت:۶۵۔

خلاصہ رکوع:۸:......تذکیر بایام اللہ، دیکھ لیجئے نوح علیہ السلام اور بعد کے انبیاء علیہم السلام سے عناد رکھنے والے برباد ہوگئے۔ ماخذ: آیت:۷۱،۷۴۔

خلاصہ رکوع:۹:......تذکیر بایام اللہ، دیکھ لیجئے فرعون اپنے لشکر سمیت موسیٰ علیہ السلام سے عناد رکھنے کے باعث غرق ہوگیا۔ ماخذ: آیت:۹۰۔

خلاصہ رکوع:۱۰:......(۱) اے مخاطبین قرآن! اس میں شک مت کرو۔ (۲) اور محض شک کی بنا پر اس کی تکذیب نہ کرو۔ (۳) ورنہ تمہارا بھی وہی حشر ہوگا جو پہلے جھٹلانے والوں کا ہوا۔ ماخذ: (۱) آیت:۹۴۔ (۲) آیت:۹۵۔ (۳) آیت:۱۰۲،

۱۰۳۔

خلاصہ رکوع:۱۱:......(۱) اے لوگو! تمہارے شک کی بنا پر میں اپنا مسلک چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔ (۲) جو شخص اس قرآن کو مانے گا خود نفع اٹھائے گا، ورنہ انکار کا وبال اس کے سر عاید کیا جائے گا۔ ماخذ: (۱) آیت:۱۰۴۔ (۲) آیت:۱۰۸۔

سورۃ ہود مکیۃ:

موضوع سورۃ:...... دعوت الی التوحید۔

خلاصہ رکوع:۱:......مقصد تنزیل کتاب جذبہ توحید کی تکمیل اور سابقہ فروگزاشتوں سے استغفار ہے۔ ماخذ: آیت:۲،۳۔

پارہ:۱۲: وما من دابۃ

خلاصہ رکوع:۲:......(۱) منکرین توحید، رحمت الٰہی کو زوال مصائب کا سبب نہیں سمجھتے بلکہ ایک اتفاقی امر جانتے ہیں۔ (۲) اطاعت کتاب اللہ سے جی چراتے ہیں، اسے بیکار بنانے کے لئے طرح طرح کے حیلے تراشتے ہیں۔ (۳) یہی ان کے خسران کا باعث ہوگا اور اہل توحید کامیاب ہوں گے۔ ماخذ: (۱) آیت:۱۰۔ (۲) آیت:۱۲،۱۳۔ (۳) آیت:۲۱،۲۳۔

خلاصہ رکوع:۳:......تذکیر بایام اللہ، حضرت نوح علیہ السلام توحید کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ ماخذ: آیت:۲۶۔

خلاصہ رکوع:۴:......معاندین توحید بالآخر برباد ہوتے ہیں۔ ماخذ: آیت:۴۴۔

خلاصہ رکوع:۵:......تذکیر بایام اللہ، واقعہ قوم عاد، (۱) انہیں توحید کی طرف

دعوت دی جاتی ہے۔ (۲) انکار کے باعث ہلاک ہوتے ہیں۔ ماخذ: (۱) آیت: ۵۰۔ (۲) آیت: ۶۰۔

خلاصہ رکوع: ۶: ...... تذکیر بایام اللہ، (۱) قوم ثمود نے دعوت توحید کو رد کیا۔ (۲) اور ہلاک ہوئی۔ ماخذ: (۱) آیت: ۶۱۔ (۲) آیت: ۶۷۔

خلاصہ رکوع: ۷: ...... تذکیر بایام اللہ قوم لوط تعلق باللہ بگاڑنے کے باعث ہلاک ہوئی ہے۔ ماخذ: آیت: ۷۸، ۸۲۔

خلاصہ رکوع: ۸: ...... تذکیر بایام اللہ۔ (۱) شعیب علیہ السلام کی دعوت الی التوحید۔ (۲) قوم کا انکار کے باعث ہلاک ہونا۔ ماخذ: (۱) آیت: ۸۴۔ (۲) آیت: ۹۴۔

خلاصہ رکوع: ۹: ...... تذکیر بایام اللہ۔ (۱) فرعون کا جرم خلق اللہ کو اللہ تعالیٰ سے توڑنا تھا۔ (۲) اس لئے تابع اور متبوع دونوں ملعونین ہوئے۔ (۳) تمام برباد شدہ قوموں کا جرم انکار توحید ہی تھا۔ ماخذ: (۱) آیت: ۹۷۔ (۲) آیت: ۹۹۔ (۳) آیت: ۱۰۱۔

خلاصہ رکوع: ۱۰: ...... (۱) آپ کی دعوت پر بھی مخالفین ویسے ہی سر اٹھائیں گے۔ (۲) آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شاغل رہیں، اسی پر اعتماد کریں پھر دیکھیں کیا نتائج نکلتے ہیں۔ ماخذ: (۱) آیت: ۱۲۱، ۱۲۲۔ (۲) آیت: ۱۲۳۔

سورۃ یوسف مکیۃ:

موضوع سورۃ: ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مستقبل کے متعلق پیش گوئی۔

خلاصہ سورۃ:...... جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو بعد التکلیف راحت اور سرفرازی نصیب ہوئی اور ان کے بھائی نادم ہوئے، اسی طرح قریش مکہ بھی فتح مکہ کے روز نادم ہوئے۔

خلاصہ رکوع:۱:...... حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی تعبیر سرفرازی۔ ماخذ: آیت:۴،۶۔

خلاصہ رکوع:۲:...... حضرت یوسف علیہ السلام کی علیحدگی کی درخواست، اور ان کا القاء فی غیابات الجب۔ ماخذ: آیت:۱۱،۱۲، ۱۵۔

خلاصہ رکوع:۳:...... امتحان امانت حضرت یوسف علیہ السلام۔ ماخذ: آیت:۲۳۔

خلاصہ رکوع:۴:...... باوجود ثبوت برأت کے یوسف علیہ السلام کو بعض مصالح کی بنا پر انہوں نے جیل خانہ بھیجا۔ ماخذ: آیت:۳۵۔

خلاصہ رکوع:۵:...... حضرت یوسف علیہ السلام کی فراست کا چھوٹا امتحان۔ ماخذ: آیت:۴۱۔

خلاصہ رکوع:۶:...... حضرت یوسف علیہ السلام کی فراست کا ایک بڑا امتحان۔ ماخذ: آیت:۴۷ تا ۴۹۔

پارہ:۱۳: وما ابرئ

خلاصہ رکوع:۷:...... امتحان امانت و فراست کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کی سرفرازی۔ ماخذ: آیت:۵۴۔

خلاصہ رکوع:۸:...... حضرت یوسف علیہ السلام کی سرفرازی کے بعد کنان

میں قحط کا پڑنا اور پہلی دفعہ ان کے بھائیوں کا مصر میں آنا۔

خلاصہ رکوع:۹:......حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا دوبارہ آنا اور اپنے حقیقی بھائی کو حکمت عملی سے رکھ لینا۔ ماخذ: آیت:۶۹، ۷۶۔

خلاصہ رکوع:۱۰:......حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا تیسری دفعہ آنا اور آپس میں تعارف کرانا۔ ماخذ: آیت:۸۸، ۹۰۔

خلاصہ رکوع:۱۱:......بنی اسرائیل کے سارے خاندان کا مصر میں آنا اور بچپن والے خواب کی تعبیر کا انجام پانا۔ ماخذ: آیت:۹۹، ۱۰۰۔

خلاصہ رکوع:۱۲:......حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں عقلمندوں کے لئے پیش گوئی ہے۔ ماخذ: آیت:۱۱۱۔

سورۃ الرعد مکیۃ:

عنوان سورۃ الرعد:......آفتاب نبوت کے طلوع ہونے کے بعد بھی بعض ہستیاں منور نہیں ہوئیں، بلکہ اپنے کفر و ضلالت کی ظلمت میں محجوب رہتی ہیں۔

خلاصہ رکوع:۱:......(۱) نازل شدہ کتاب تو ضروریات کے مطابق تھی، لیکن معاندین اس کے ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ (۲) یہ لوگ رب کی تدبیر کا فقط ایک حصہ (مرئی) مانتے ہیں۔ (۳) اور دوسرے سے انکار کرتے ہیں، اس لئے قرآن کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ ماخذ: (۱) آیت:۱۔ (۲) آیت:۲، ۳، ۴۔ (۳) آیت:۵۔

خلاصہ رکوع:۲:......(۱) علم الٰہی ان کی ہر حالت پر حاوی ہے۔ (۲) اگر یہ لوگ اصلاح نہیں کرنا چاہتے تو اللہ تعالیٰ بھی ان سے بے پرواہ ہے۔ (۳) لیکن آئندہ چل کر اللہ تعالیٰ سے یہ بھی بھلائی کی امید نہ رکھیں۔ ماخذ: (۱) آیت:۸، ۹۔

(۲) آیت:۱۱۔ (۳) آیت:۱۸۔

خلاصہ رکوع:۳:......(۱) اس کتاب کو صحیح ماننے اور نہ ماننے والے برابر نہیں ہوسکتے۔ (۲) جس طرح دونوں کے طرز عمل میں فرق ہے، اسی طرح جزائے اعمال میں بھی فرق ہوگا۔ ماخذ: (۱) آیت:۱۹۔ (۲) آیت:۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۵۔

خلاصہ رکوع:۴:......(۱) مخالف کہتے ہیں کوئی ایسی نشانی ظاہر ہوتی جس سے ہمارے دل قرآن پر مطمئن ہوجاتے۔ (۲) ایمان والوں کو اس ذکر الٰہی (قرآن حکیم) سے اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے۔ (۳) قرآن مجید تو اعلیٰ درجہ کا مؤثر ہے، لیکن تمہارے دل پہاڑ زمین اور مردوں سے بھی زیادہ بے کار ہوچکے ہیں۔ ماخذ: (۱) آیت:۲۷۔ (۲) آیت:۲۹۔ (۳) آیت:۳۱۔

خلاصہ رکوع:۵:......(۱) آپ سے پہلے بھی نبیوں کا تمسخر اڑایا گیا، ایسے لوگوں کو پہلے اللہ تعالیٰ نے مہلت دی، پھر دنیا میں عذاب چکھایا۔ (۲) اس کے بعد آخرت کے عذاب میں مبتلا ہوجائیں گے۔ ماخذ: (۱) آیت:۳۲۔ (۲) آیت:۳۵۔

خلاصہ رکوع:۶:......(۱) اگر انہیں آپ کے بیوی بچوں سے شبہ ہو رہا ہے، تو کیا پہلے انبیاء علیہم السلام کے بیوی بچے نہ تھے۔ (۲) بہر حال آپ کا کام پیغام پہنچانا ہے اس کے بعد ہم خود ان سے نبٹ لیں گے۔ ماخذ: (۱) آیت:۳۸۔ (۲) آیت:۴۰۔

سورۃ ابراہیم:

عنوان عام ساری سورۃ کا:...... مقصد بعثت انبیاء علیہم السلام۔

خلاصہ رکوع:۱:...... مقصد بعثت محمدیؐ وموسویؑ ایک ہے۔ ماخذ: آیت:۱، ۵۔

خلاصہ رکوع:۲:......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد ایک ہی ہے۔ ماخذ: آیت:۹،۱۰۔

خلاصہ رکوع:۳:......مخالفین انبیاء علیہم السلام سے ان کے متبوعین کی بیزاری۔ ماخذ: آیت:۲۱۔

خلاصہ رکوع:۴:......مخالفین انبیاء علیہم السلام کا مقتدائے اعظم اور اس کی قیامت میں بیزاری۔ ماخذ: آیت:۲۲۔

خلاصہ رکوع:۵:......متبعین حق کو محسن حقیقی کی اطاعت کی تلقین۔ ماخذ: آیت:۳۱۔

خلاصہ رکوع:۶:......(۱) اتباع حق میں نمونہ ابراہیمی پیش نظر رہے۔ (۲) اور درس گاہ ابراہیمی سے تعلق رہے۔ ماخذ: (۱) آیت:۳۵۔ (۲) آیت:۳۷۔

خلاصہ رکوع:۷:......معرضین حق کا قیامت کے دن احساس اور تردید درخواست۔ ماخذ: آیت:۴۴۔

سورۃ الحجر مکیۃ:

موضوع سورۃ:......دعوت کے بعد مخالفین کو مہلت کا ملنا سنت اللہ ہے۔

پارہ:۱۴: ربما

خلاصہ رکوع:۱:......(۱) پہلی امتوں کی طرح مخالفین اسلام کی تباہی کی ایک میعاد معین ہے۔ (۲) ان کی مخالفت سے کیا بگڑ سکتا ہے، ہم اس قرآن کے محافظ ہیں جو اسلام کا ترجمان ہے۔ ماخذ: (۱) آیت:۳،۴۔ (۲) آیت:۹۔

خلاصہ رکوع:۲:......(۱) جس طرح ہم نے تمہاری جسمانی غذا کے لئے

خاص اہتمام کر رکھا ہے۔ (۲) اسی طرح روحانی غذا کے لئے بھی خاص اہتمام ہے کہ آسمان پر تمہارا کوئی دشمن نہیں پہنچ سکتا۔ ماخذ: (۱) آیت:۱۹۔ (۲) آیت:۱۷۔

خلاصہ رکوع:۳:......(۱) اگر تم نے قرآن حکیم کی تعلیم نہ پائی (۲) تو فطری کمزوری کے باعث شیطان تمہیں گمراہ کر دے گا۔ (۳) پھر آخرت میں تمہارا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ ماخذ: (۱) آیت:۲۶۔ (۲) آیت:۳۹۔ (۳) آیت:۴۳۔

خلاصہ رکوع:۴:......اگر تم (بذریعہ تعلیم قرآن) متقی بن گئے تو پھر ٹھکانا جنت ہوگا۔ ماخذ: آیت:۴۵۔

خلاصہ رکوع:۵:......تذکیر بایام اللہ، دیکھو حق سے اعراض کرنے والوں کا کیا نتیجہ نکلا۔ ماخذ: آیت:۷۳،۷۸،۷۹۔

خلاصہ رکوع:۶:......(۱) تذکیر بایام اللہ۔ (۲) اگر یہ لوگ نہیں مانتے تو ان سے منہ موڑ لو۔ (۳) اور قرآن عظیم کو مضبوط پکڑلو۔ (۴) ان ٹھٹھا کرنے والوں کے شر سے بچانے کے لئے ہم کافی ہیں۔ ماخذ: (۱) آیت:۸۰ تا ۸۴۔ (۲) آیت:۸۵۔ (۳) آیت:۸۷۔ (۴) آیت:۹۵۔

سورۃ النحل مکیۃ:

خلاصہ سورۃ:......مقصد وحی دعوت الی التوحید ہے۔

خلاصہ رکوع:۱:......(۱) مقصد وحی دعوت الی التوحید ہے۔ (۲) تذکیر بآلاء اللہ۔ ماخذ: (۱) آیت:۲۔ (۲) آیت:۳ تا ۸۔

خلاصہ رکوع:۲:......تذکیر بآلاء اللہ کے ذریعہ سے دعوت الی التوحید۔ ماخذ: آیت:۱۰ تا ۱۷۔

خلاصہ رکوع:۳:......(۱) تمہارا معبود ایک ہے۔ (۲) اس کے ساتھ تعلق درست کرنے کے لئے اتباع قرآن ضروری ہے۔ ماخذ: (۱) آیت:۲۲۔ (۲) آیت:۲۴۔

خلاصہ رکوع:۴:......(۱) منکرین توحید دنیا میں برباد۔ (۲) اور آخرت میں جہنم رسید ہوں گے۔ (۳) اور اللہ والے قرآن حکیم سے حسن عقیدت رکھتے ہیں، اور اس کی جزائے خیر پائیں گے۔ ماخذ: (۱) آیت:۲۶۔ (۲) آیت:۲۹۔ (۳) آیت:۳۰۔

خلاصہ رکوع:۵:......(۱) منکرین توحید کا مسئلہ تقدیر کو آڑ بنانا۔ (۲) اگر مشیت الٰہی شرک کو جائز رکھتی تو ہر نبی پیغام توحید کیسے لاتا؟ ماخذ: (۱) آیت:۳۵۔ (۲) آیت:۳۶۔

خلاصہ رکوع:۶:......(۱) توحید پرستی کے باعث جن لوگوں کو وطن مالوف چھوڑنے پر مجبور کیا گیا ہے انہیں دنیا اور آخرت میں جزائے خیر ملے گی۔ (۲) تعلق باللہ کی اصلاح کے واسطے قرآن حکیم نازل ہوا۔ ماخذ: (۱) آیت:۴۱۔ (۲) آیت:۴۴۔

خلاصہ رکوع:۷:......(۱) تمہارا معبود ایک ہے۔ (۲) وہی تمہارا محسن اور مصیبت میں کام آنے والا ہے۔ (۳) یہ لوگ ایسے بے سمجھ ہیں کہ بجائے اس کی قدر کرنے کے گستاخی کرتے ہیں، اور اس کی طرف محض جھوٹ سے بیٹیاں منسوب کرتے ہیں۔ ماخذ: (۱) آیت:۵۱۔ (۲) آیت:۵۳۔ (۳) آیت:۵۷ تا ۵۹۔

خلاصہ رکوع:۸:......(۱) پہلی امتوں کی طرح ان پر بھی شیطان مسلط ہو چکا ہے۔ (۲) ان تمام غلط باتوں کی اصلاح فقط قرآن حکیم سے ہو سکتی ہے۔ ماخذ:

(۱) آیت: ۶۳۔ (۲) آیت: ۶۴۔

خلاصہ رکوع: ۹:......اس شبہ کا ازالہ کہ انسان کی زبان سے کلام الٰہی کس طرح ظاہر ہوسکتا ہے۔ ماخذ: آیت: ۶۶، ۶۷۔

خلاصہ رکوع: ۱۰:......ضرورتِ توحید کی امثلہ۔ ماخذ: آیت: ۷۱، ۷۵، ۷۶۔

خلاصہ رکوع: ۱۱:......دلائل توحید۔ ماخذ: آیت: ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱۔

خلاصہ رکوع: ۱۲:......(۱) قیامت کے دن ان منکرین کا کوئی عذر نہیں سنا جائے گا۔ (۲) یہ لوگ اپنے شرک و کفر سے اس دن خود بیزار ہوں گے۔ (۳) اگر آپ اپنی اصلاح کرنا چاہیں تو قرآن رہنمائی کے لئے موجود ہے۔ ماخذ: (۱) آیت: ۸۴۔ (۲) آیت: ۸۷۔ (۳) آیت: ۸۹۔

خلاصہ رکوع: ۱۳:......قرآن حکیم کا اصلاحی نظام (پروگرام) یہ ہے۔ ماخذ: آیت: ۹۰ تا ۹۲، ۹۴، ۹۵۔

خلاصہ رکوع: ۱۴:......(۱) بوقت ضرورت نظام نامہ میں جب تبدیلی ہوتی ہے تو بے سمجھی سے اسے قرآن حکیم کے خودساختہ ہونے کی دلیل بنالیتے ہیں۔ (۲) یہ غافل قیامت کے دن نقصان اٹھائیں گے۔ ماخذ: (۱) آیت: ۱۰۱۔ (۲) آیت: ۱۰۸، ۱۰۹۔

خلاصہ رکوع: ۱۵:......(۱) قیامت کے دن گرفت سے بچنے کے لئے بہتیرا جھگڑا کریں گے، لیکن بداعمالی کی سزا پا کر رہیں گے۔ (۲) ہاں اگر سزا سے بچنا چاہتے ہیں تو اس وقت اپنی اصلاح کرلیں۔ ماخذ: (۱) آیت: ۱۱۱۔ (۲) آیت: ۱۱۹۔

خلاصہ رکوع: ۱۶:......اگر اللہ تعالیٰ کے شاکر بندے بننا چاہتے ہیں اور دنیا اور آخرت کی بھلائی کے خواہاں ہیں تو ابراہیم علیہ السلام کا نمونہ اختیار کریں۔ ماخذ:

آیت:۱۲۰ تا ۱۲۳۔

پارہ ۱۵: سبحان الذی

سورۃ بنی اسرائیل مکیۃ:

خلاصہ سورت:......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی باقی ادیان سے نسبت کیا ہے؟ جس طرح آپ امام الانبیاء علیہم السلام ہیں، اسی طرح آپ کا دین امام الادیان ہے۔

خلاصہ رکوع:۱:......دعوت حقہ اور اس پر لبیک کہنے کی ضرورت۔ ماخذ: آیت:۹،۱۰۔

خلاصہ رکوع:۲:......جس طرف ہم تمہیں دعوت دیتے ہیں وہ نہار روحانی ہے جس میں بیدار ہو کر اپنی قوتوں کو کام میں لانے کی ضرورت ہے۔ ماخذ: آیت:۱۲۔

خلاصہ رکوع:۳:......تفصیل احکام دعوت حقہ۔ ماخذ: آیت:۲۲ تا ۳۰۔

خلاصہ رکوع:۴:......تفصیل احکام دعوت حقہ۔ ماخذ: آیت:۳۱ تا ۴۰۔

خلاصہ رکوع:۵:......دعوت حقہ پر لبیک کہنے میں جو موانع ہیں، ان کی تردید۔ ماخذ: (۱) آیت:۴۲۔ (۲) آیت:۴۵۔ (۳) آیت ۴۷۔ (۴) آیت:۴۹۔

خلاصہ رکوع:۶:......دعوت حقہ پر لبیک کہنے میں جو موانع ہیں، ان کی تردید۔ ماخذ: آیت:۵۳،۵۶۔

خلاصہ رکوع:۷:......اگر دعوت حقہ پر لبیک نہ کہی تو گزرگاہ دنیا میں ایک زبردست ڈاکو ہے جو تمہارے متاع ایمان کو سلب کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہے، لہٰذا اگر تم نے اس دعوت پر لبیک کہہ کر یہ خطرناک راستہ طے کیا تو متاع ایمان

سلامت لے جاؤ گے۔ ماخذ: آیت:۶۱ تا ۶۵۔

خلاصہ رکوع:۸:......اگر اس دعوت پر لبیک نہ کہی تو عمی باطن قائم رہے گا، جس کے نتائج قبیحہ آخرت میں بھگتنے پڑیں گے۔ ماخذ: آیت:۷۲۔

خلاصہ رکوع:۹:......اگر عمی دینوی اور اخروی سے بچنا چاہتے ہو تو منبع شفاو رحمت سے جرعہ نوشی کیا کرو۔ ماخذ: آیت:۸۲۔

خلاصہ رکوع:۱۰:......سوالات غیر متعلقہ سے احتراز لازمی ہے۔ ماخذ: آیت:۸۵،۹۰ تا ۹۳۔

خلاصہ رکوع:۱۱:......غیر متعلقہ سوالات سے احتراز لازمی ہے۔ ماخذ: آیت:۹۴، ۹۸۔

خلاصہ رکوع:۱۲:......دعوتِ حقہ پر لبیک کہنے والوں کے اوصاف۔ ماخذ: آیت:۱۰۷ تا ۱۰۹۔

سورۃ الکہف مکیۃ:

خلاصہ سورۃ:......تمہید کے بعد انسان کی چار قسم کی زندگی کی تمثیل ہے، اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ہر شعبہ زندگی میں تعلق باللہ درست ہونے پر اصلی عزت اور پوری راحت نصیب ہوتی ہے۔

اقسامِ زندگی:......(۱) ادنیٰ درجہ کا دیندار۔ (مثال) اصحاب کہف۔ رکوع:۱ سے ۴ تک۔

(۲) ادنیٰ درجہ کا دنیا دار۔ (مثال) اصحاب الجنتین۔ رکوع:۵ سے ۸ تک۔

(۳) اعلیٰ درجہ کا دیندار۔ (مثال) حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ رکوع:۹،۱۰۔

(۴) اعلیٰ درجہ کا دنیا دار۔ (مثال) ذوالقرنین۔ رکوع:۱۱، ۱۲۔

خلاصہ رکوع:۱:......(۱) تمہید۔ (۲) اصحاب الکہف کا کہف میں چھپنا۔ (۳) اور اٹھنا۔ ماخذ: (۱) آیت:۱۔ (۲) آیت:۱۰۔ (۳) آیت:۱۲۔

خلاصہ رکوع:۲:......اصحاب کہف کے چھپنے کا سبب توحید پرستی تھی۔ ماخذ آیت:۱۶۔

خلاصہ رکوع:۳:......(۱) اٹھنے کے بعد ایک کو خرید طعام کے لئے بھیجنا۔ (۲) لوگوں کا اطلاع پانا کہ اس پر قیاس کر کے قیامت کے قائل ہوں۔ ماخذ: (۱) آیت:۱۹۔ (۲) آیت:۲۱۔

خلاصہ رکوع:۴:......غار میں سوکر اٹھنے کی میعاد تین سو نو سال تھی۔ ماخذ: آیت:۲۵۔

خلاصہ رکوع:۵:......(۱) ایک توحید پرست کا دو باغوں والے مشرک ساتھی کو تبلیغ کرنا۔ (۲) باغ کی تباہی کے بعد مشرک کی ندامت۔ ماخذ: (۱) آیت:۳۷، ۳۸۔ (۲) آیت:۴۲۔

خلاصہ رکوع:۶:......تتمہ مضمون سابق اعمال صالحہ کے مقابلہ میں متاع دنیا کی بے حقیقتی۔ ماخذ: آیت:۴۵، ۴۶۔

خلاصہ رکوع:۷:......تعلق باللہ توڑنے والے مشرک اپنے دشمن شیطان کے ساتھ رشتہ جوڑ رہے ہیں۔ ماخذ: آیت:۵۰۔

خلاصہ رکوع:۸:......رب کے بلاوے پر بھی جو شخص اس سے تعلق نہ جوڑے اس سے بڑھ کر اور کون بدنصیب ہے۔ ماخذ: آیت:۵۷۔

خلاصہ رکوع:۹:......(۱) موسیٰ علیہ السلام کا خضر علیہ السلام کی ملاقات کے

لئے سفر کرنا۔ (۲)اور ملاقات کے بعد شرائط استفادہ کا طے پانا۔ ماخذ: (۱) آیت:۶۰۔ (۲) آیت:۶۶ تا ۷۰۔

پارہ:۱۶: قال الم

خلاصہ رکوع:۱۰:......(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تین مرتبہ شرائط تلمذ کو توڑا۔ (۲)اور جدا کر دیئے گئے۔ ماخذ: (۱) آیت:۷۱،۷۴،۷۷۔ (۲) آیت:۷۸۔

خلاصہ رکوع:۱۱:......(۱) ذوالقرنین کے پاس ہر طرح کا دنیاوی ساز و سامان موجود تھا۔ (۲) لیکن اس کے باوجود باغی اور طاغی نہیں تھا، اس لئے اس کا ذکر خیر قرآن میں آیا۔ ماخذ: (۱) آیت:۸۴،۸۵۔ (۲) آیت:۹۸۔

خلاصہ رکوع:۱۲:......(۱) مشرک کی سزا جہنم ہے۔ (۲)اور اس کے سارے اعمال رائیگاں ہوں گے۔ ماخذ: (۱) آیت:۱۰۲۔ (۲) آیت:۱۰۳ تا ۱۰۵۔

سورۃ مریم مکیۃ:

خلاصہ سورہ:......خیالات فاسدہ متعلقہ عیسیٰ علیہ السلام کی اصلاح۔

خلاصہ رکوع:۱:......ذکر پیدائش یحیٰ علیہ السلام جو معتاد قانون کے خلاف ہوئی تھی۔ ماخذ: آیت:۷۔

خلاصہ رکوع:۲:......(۱) واقعہ ولادت عیسیٰ علیہ السلام۔ (۲)اور خلاصہ تعلیم عیسیٰ علیہ السلام۔ ماخذ: (۱) آیت:۱۶ تا ۲۱۔ (۲) آیت:۳۰ تا ۳۲۔

خلاصہ رکوع:۳:......بعض انبیاء علیہم السلام کی خصوصیات مختصہ کا ذکر۔ ماخذ: آیت:۴۱،۵۰۔

خلاصہ رکوع:۴:......بعض انبیاء علیہم السلام کی خصوصیات مختصہ کا ذکر۔ ماخذ:

آیت: ۵۱، ۵۴، ۵۶۔

خلاصہ رکوع: ۵:...... ابتلاء فی الشرک یوم المجازاۃ کے نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔

ماخذ: آیت: ۶۶، ۸۱۔

خلاصہ رکوع: ۶:...... ذکر نتیجہ سورۃ مریم۔ ماخذ: آیت: ۸۸ تا ۹۱۔

سورۃ طٰہٰ مکیۃ:

عنوان سورۃ:...... دعوت الی التوحید۔

خلاصہ رکوع: ۱:...... رحمٰن کی رحمت کا یہ تقاضا ہے کہ انسان کی رہنمائی کے لئے ہدایات بھیجی جائیں، لیکن مستفید فطرت سلیمہ والے ہی ہوں گے۔ ماخذ: آیت: ۳ تا ۵۔

خلاصہ رکوع: ۲:...... ہارون علیہ السلام کی نبوت کے لئے موسیٰ علیہ السلام کی سفارش مع ذکر احسانات موسیٰ علیہ السلام۔ ماخذ: آیت: ۲۹ تا ۳۱، ۳۷ تا ۴۱۔

خلاصہ رکوع: ۳:...... (۱) ممسوخ الفطرت والوں کا تسلیم حق سے انکار کرنا۔ (۲) اور سلیم الفطرت والوں کا سر تسلیم خم کرنا۔ ماخذ: (۱) آیت: ۵۶۔ (۲) آیت: ۷۰۔

خلاصہ رکوع: ۴:...... اتمام حجت کے بعد موسیٰ علیہ السلام کا مصر سے خروج اور معاندین حق کا ان کے پیچھے پڑ کر تباہ ہونا۔ ماخذ: آیت: ۷۷، ۸۷۔

خلاصہ رکوع: ۵:...... (۱) ہارون علیہ السلام کا بنی اسرائیل کی اصلاح سے عاجز آجانا۔ (۲) اور موسیٰ علیہ السلام کے آنے سے اصلاح ہونا۔ ماخذ: (۱) آیت: ۹۱۔ (۲) آیت: ۹۷۔

خلاصہ رکوع: ۶:...... معرضین حق کے لئے شفاعت نہیں ہوگی۔ ماخذ:

آیت:۱۰۹۔

خلاصہ رکوع:۷:......(۱)واقعہ عصیانِ آدم علیہ السلام۔(۲)اور عصیان کے ازالہ کے لئے تذکیر کی ضرورت ہے۔(۳)اور اعراض ذکر سے عمی کا باقی رہنا۔ ماخذ: (۱) آیت:۱۲۱۔(۲) آیت:۱۲۳۔(۳) آیت:۱۲۵۔

خلاصہ رکوع:۸:......تلقین صبر اور تعلق باللہ کی درستی کے لئے شب و روز سعی جاری رہے۔ ماخذ: آیت:۱۳۰۔

پارہ:۱۷: اقترب

سورۃ الانبیاء مکیۃ:

موضوع سورۃ:......دعوت الی الذکر، اور انبیاء علیہم السلام کا آفاقی اور نفسی مصائب میں بامداد الٰہی نجات پانا۔

خلاصہ رکوع:۱:......دعوت الی الذکر۔ ماخذ: آیت:۲

خلاصہ رکوع:۲:......تذکیر بایام اللہ۔ ماخذ: آیت:۱۱ تا ۱۵۔

خلاصہ رکوع:۳:......(۱) تذکیر بآلاء اللہ۔ (۲)اور اخیر میں تذکیر بما بعد الموت۔ ماخذ: (۱) آیت:۳۱ تا ۳۳۔(۲) آیت:۳۵۔

خلاصہ رکوع:۴:......تذکیر بما بعد الموت۔ ماخذ: آیت:۴۷۔

خلاصہ رکوع:۵:......(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام۔(۲)اور لوط علیہ السلام کا مصائب آفاقی سے نجات پانا۔ ماخذ: (۱) آیت:۶۹، ۷۰۔(۲) آیت:۷۱ تا ۷۴۔

خلاصہ رکوع:۶:......متعدد انبیاء علیہم السلام کا اپنی اپنی مصیبت سے نجات پانا۔ ماخذ: آیت:۷۶، ۷۸، ۷۹، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶۔

خلاصہ رکوع:۷:......(۱) عود الی المقصود یعنی اعلان توحید کا اعادہ۔ (۲) اور توحید پرستوں کا مملکت الٰہی میں فاتح ہوکر رہنا۔ ماخذ: (۱) آیت:۱۰۸۔ (۲) آیت:۱۰۵۔

سورۃ الحج مدنیۃ:

موضوع سورۃ:......نجاتِ یوم المجازات تعلق باللہ کی درستی پر موقوف ہے۔

خلاصہ رکوع:۱:......جو قادر مطلق انقلابات یومیہ نظام عالم پر قادر ہے وہ سارے نظام کے انقلاب پر بھی قادر ہے۔ ماخذ: آیت:۵،۶،۷۔

خلاصہ رکوع:۲:......بعض آدمی تعلق باللہ درست کرنے کے بعد ابتلاء و افتتان کے وقت تعلق توڑ کر بے کس مخلوق کے ساتھ جا کر جوڑتے ہیں۔ ماخذ: آیت:۱۱ تا ۱۳۔

خلاصہ رکوع:۳:......(۱) تعلق باللہ قائم کرنے والوں کی جزائے خیر کا ذکر۔ (۲) اور درس گاہ توحید سے روکنے والوں کی سزا۔ ماخذ: (۱) آیت:۲۳۔ (۲) آیت:۲۵۔

خلاصہ رکوع:۴:......تعلق باللہ درست کرنے والے تعظیم شعائر اللہ سے تقویٰ قلبی کا ثبوت دیتے ہیں۔ ماخذ: آیت:۳۲۔

خلاصہ رکوع:۵:......تعلق باللہ درست کرنے والے اپنے طیب مال قربان کرکے اپنے جذبہ صادقہ کی تصدیق کرتے ہیں۔ ماخذ: آیت:۳۴،۳۷۔

خلاصہ رکوع:۶:......متعلقین باللہ ہمیشہ امن کے حامی ہیں، لیکن مملکت الٰہی میں بغاوت پھیلانے والوں کی سرکوبی کے لئے سربکف ہیں۔ ماخذ: آیت:۳۹۔

خلاصہ رکوع:۷:......جب انبیاء علیہم السلام نے حق کی آواز اٹھائی، تو شیطان نے بھی مقابلے کے لئے ہتھیار سنبھالے۔ ماخذ: آیت:۵۲۔

خلاصہ رکوع:۸:......تعلق باللہ درست کرنے والے ضرورت کے وقت وطن و دیار کو خیرباد کہیں گے، ان کی ضروریات کا کفیل اللہ تعالیٰ ہوگا۔ ماخذ: آیت:۵۸۔

خلاصہ رکوع:۹:......آٹھویں رکوع کا تتمہ ہے، یعنی وسائل رزق اسی نے مہیا فرمائے ہیں۔ ماخذ: آیت:۶۵۔

خلاصہ رکوع:۱۰:......(۱) غیراللہ سے تعلق جوڑنے والوں کے ضعف کا بیان۔ (۲) اور متعلقین باللہ کی کامیابی کا ذکر۔ ماخذ: (۱) آیت:۷۳۔ (۲) آیت:۷۷۔

پارہ:۱۸:قد افلح

سورۃ المؤمنون مکیۃ:

موضوع سورۃ:......تعلق باللہ کی درستی پر دنیا اور آخرت کی عزت کا دارومدار ہے۔

خلاصہ رکوع:۱:......(۱) تعلق باللہ درست کرنے والوں کے اوصاف۔ (۲) اور اس تعلق کی ضرورت۔ ماخذ: (۱) آیت:۱ تا ۱۱۔ (۲) آیت ۱۲ تا ۱۶۔

خلاصہ رکوع:۲:......تذکیر بایام اللہ جن لوگوں نے تعلق باللہ درست نہیں کیا، انہیں ذلیل ہونا پڑا۔ ماخذ: آیت:۲۳ تا ۲۷۔

خلاصہ رکوع:۳:......تذکیر بایام اللہ، جن لوگوں نے اپنا تعلق باللہ درست نہیں کیا انہیں رسوا کیا گیا۔ ماخذ: آیت:۴۱۔

خلاصہ رکوع:۴:......(۱)تمام انبیاء علیہم السلام کا نصب العین توحید۔ (۲)نتائج تعلیم یکساں اور مقصد تعلق باللہ کی اصلاح۔ ماخذ: (۱) آیت:۵۱،۵۲۔ (۲) آیت:۵۳۔

خلاصہ رکوع:۵:......تذکیر بآلاء اللہ سے تعلق باللہ کی طرف توجہ۔ ماخذ: آیت:۷۸،۷۹۔

خلاصہ رکوع:۶:......(۱)تعلق باللہ توڑنے والوں کا یوم الجزاء میں احساس (۲)اور طریق فیصلہ۔ ماخذ: (۱) آیت:۱۰۶۔ (۲) آیت:۱۰۲،۱۰۳۔

سورۃ النور مدنیۃ:

موضوع سورۃ:......قانون انسداد بداخلاقی۔

خلاصہ رکوع:۱:......(۱)بداخلاقی ثابت ہونے کے بعد سزا میں رعایت نہ کی جائے۔ (۲)بداخلاق کو جماعت شرفاء سے خارج کردیا جائے۔ (۳)ثبوت جرم میں پوری تحقیق ہو، اگر تہمت لگانے ثبوت نہ دے تو اسے سزا دی جائے۔ ماخذ: (۱) آیت:۲۔ (۲) آیت:۳۔ (۳) آیت:۴۔

خلاصہ رکوع:۲:......واقعہ افک تمہید قانونِ حجاب۔ ماخذ: آیت:۱۱

خلاصہ رکوع:۳:......بقیہ واقعہ افک جو قانون حجاب کی تمہید ہے۔ ماخذ: آیت:۲۲۔

خلاصہ رکوع:۴:......قانونِ حجاب۔ ماخذ: آیت:۲۷۔

خلاصہ رکوع:۵:......تمثیل نور الٰہی۔ ماخذ: آیت:۳۵۔

خلاصہ رکوع:۶:......مدارج استفادہ نور الٰہی۔ ماخذ: آیت:۴۵،۴۶۔

خلاصہ رکوع:۷:......نور الٰہی سے کما حقہ مستفید ہونے والوں کے لئے خلافت ارضی کا وعدہ۔ ماخذ: آیت:۵۵۔

خلاصہ رکوع:۸:......قانون الٰہی کا غلط استعمال نہ ہونے پائے چونکہ قانونِ حجاب تحفظ اخلاق کے لئے تھا، اس لئے جہاں بداخلاقی کا شائبہ نہیں ہے، وہاں حجاب ضروری نہیں ہے۔ جیسے: "الذین لم یبلغوا الحلم منکم" اور "القواعد من النساء." ماخذ: آیت:۵۸،۶۰۔

خلاصہ رکوع:۹:......داعی نور الٰہی کے ساتھ حسن صحبت کی تلقین۔ ماخذ: آیت:۶۲،۶۳۔

سورۃ الفرقان مکیۃ:

موضوع سورۃ:......سورۃ نور دعوت الی النور تھی، اتباع نور الٰہی میں جو موانع ہیں ان کا رفع سورۃ فرقان میں ہے۔ مخالفین نور کو توحید قرآن حکیم اور رسالت میں شک ہے، ان مسائل کے متعلق حجابات اٹھا دیے جائیں گے، اس کے بعد آدمی دو قسم کے ہو جائیں گے۔

خلاصہ رکوع:۱:......اجمال مسائل ثلاثہ (۱) توحید۔ (۲) قرآن حکیم۔ (۳) رسالت۔ ماخذ: (۱) آیت:۲،۳۔ (۲) آیت:۴ تا ۶۔ (۳) آیت:۷ تا ۹۔

خلاصہ رکوع:۲:......مسئلہ رسالت۔ ماخذ: آیت:۲۰۔

پارہ:۱۹: وقال الذین

خلاصہ رکوع:۳:......تصفیہ مسئلہ قرآن۔ ماخذ: آیت:۳۲۔

خلاصہ رکوع:۴:......بقیہ مسئلہ کتاب اللہ (بضمن تذکیر بایام اللہ)۔ ماخذ:

آیت: ۳۵، ۳۶۔

خلاصہ رکوع:۵:......تصفیہ مسئلہ توحید۔ ماخذ: آیت: ۴۵، ۴۷، ۴۸۔

خلاصہ رکوع:۶:......اوصاف عباد الرحمٰن جن کے حجابات رفع ہو گئے ہیں۔
ماخذ: آیت: ۶۳ تا ۷۴۔

سورۃ الشعراء مکیۃ:

موضوع سورۃ:......سورۃ نور کے اخیر میں ذکر نور تھا، سورۃ فرقان میں مخالفین کے حجاب رفع کئے گئے تھے، سورۃ شعراء میں متبعین نور اور معاندین نور الٰہی کے ساتھ سلوک الٰہی بصفت عزیز و رحیم ہوگا، یعنی ہمیشہ متبعین کے ساتھ صفت رحیم کا سلوک رہا، اور معاندین کے ساتھ صفت عزیز نے سلوک کیا، حاصل یہ ہے کہ اس سورۃ میں عزیز و رحیم کے مظاہر کا بیان ہوگا۔

خلاصہ رکوع:۱:......(۱) مخالفین کے قرآن پر ایمان نہ لانے سے آپ زیادہ مغموم نہ ہوں۔ (۲) اگر ہم چاہیں تو فوراً ان کی گردنیں خم کرادیں۔ (۳) جس چیز کی یہ تکذیب کرتے ہیں، اس کے متعلق چند قوموں کے واقعات ان کے سامنے آجاتے ہیں۔ ماخذ: (۱) آیت: ۳۔ (۲) آیت: ۴۔ (۳) آیت: ۶۔

خلاصہ رکوع:۲:......قصہ موسیٰ علیہ السلام و فرعون، اس سورۃ میں امم سابقہ کے واقعات بلحاظ ان کے جرائم کے مذکور ہیں۔ چنانچہ فرعون اپنی خدائی کا دعویدار ہے، اس لئے اس کا قصہ سب سے پہلے آیا ہے۔ ماخذ: آیت: ۱۰۔

خلاصہ رکوع:۳:......بقیہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام و فرعون۔ ماخذ:
آیت: ۳۴۔

خلاصہ رکوع:۴:......بقیہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام و فرعون۔ ماخذ: آیت:۵۲۔

خلاصہ رکوع:۵:......فرعون اپنی خدائی منواتا تھا (جس کا ذکر قصہ ماسبق میں ہے) ابراہیم علیہ السلام کی قوم مشرک ہے، اور اجرام علویہ کو شریک خدا بناتی ہے۔ ماخذ: آیت:۷۷۔

خلاصہ رکوع:۶:......مظہر صفت عزیز و رحیم دکھانے کے لئے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے۔ ماخذ: آیت:۱۰۵۔

خلاصہ رکوع:۷:......ہود علیہ السلام اور ان کی قوم عاد کا ذکر (بضمن تذکیر بایام اللہ)۔ ماخذ: آیت:۱۲۳،۱۲۴۔

خلاصہ رکوع:۸:......صالح علیہ السلام اور قوم ثمود کا قصہ (یہ قصہ بھی صفت عزیز ورحیم کا مظہر ہے)۔ ماخذ: آیت:۱۴۱ تا ۱۵۹۔

خلاصہ رکوع:۹:......لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ۔ ماخذ: آیت:۱۶۰ تا ۱۷۵۔

خلاصہ رکوع:۱۰:......حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ (یہ بھی صفت عزیز ورحیم کا مظہر ہے)۔ ماخذ: آیت:۱۷۷ تا ۱۸۰۔

خلاصہ رکوع:۱۱:......مخالفین قرآن کو کہا جاتا ہے: اگر تم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو تسلیم نہیں کروگے تو تمہارے ساتھ بھی صفت عزیز اسی قسم کا سلوک کرے گی۔ ماخذ: آیت:۲۱۶، ۲۱۷۔

سورۃ النمل مکیۃ:

موضوع سورۃ:...... معاندین حق پر اتمام حجت ہونے کے بعد عذاب نازل ہوگا، جس طرح مادہ فاسدہ جب تک پک نہ جائے، جراح نشتر نہیں لگاتا، اسی طرح مصلح روحانی عذاب کی نشتر اس وقت لگائے گا جس وقت مادہ فساد پختہ ہوجائے گا، گویا معاندین کا کفر زہریلے پھوڑے کی طرح ہے، اس عضو کو کاٹ دیا جاتا ہے جس میں وہ پھوڑا ظاہر ہوتا کہ باقی جسم اس کے اثر بد سے بچ جائے۔ اسی طرح شرک وکفر میں مبتلا ہونے والوں کو ایک مدت تک علاج کرنے کے بعد کاٹ دیا جاتا ہے تاکہ بقیہ ملت کی روحانی زندگی بچ جائے۔

خلاصہ رکوع ۱:...... (۱) معاندین حق پر اتمام حجت ہونے کے بعد عذاب نازل ہوتا ہے۔ (۲) چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کے مخالفین کو جب آپ کی صداقت کا یقین ہوگیا (وجحدوا بھا. الآیہ) اور پھر بھی اصلاح نہ کی تو تباہ کردیئے گئے۔ ماخذ: (۱) آیت: ۴، ۵۔ (۲) آیت: ۱۴۔

خلاصہ رکوع ۲:...... حضرت سلیمان علیہ السلام بلقیس کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ ماخذ: آیت: ۳۱۔

خلاصہ رکوع ۳:...... (۱) بلقیس نے مشورہ کے بعد ہدیہ بھیجا۔ (۲) سلیمان علیہ السلام نے ہدیہ واپس کیا اور اتمام حجت پر مادہ فاسد کے اخراج کی دھمکی دی۔ (۳) دھمکی سے ان کی اصلاح ہوگئی، اور بچ گئے۔ ماخذ: (۱) آیت: ۳۲، ۳۵۔ (۲) آیت: ۳۷۔ (۳) آیت: ۴۲۔

خلاصہ رکوع ۴:...... (۱) صالح علیہ السلام کی قوم مادہ فاسدہ پکنے کے بعد تباہ

ہوتی ہے۔ (۲) علیٰ ہذا القیاس لوط علیہ السلام کی قوم۔ ماخذ: (۱) آیت:۴۹۔ (۲) آیت:۵۶۔

پارہ:۲۰:امن خلق

خلاصہ رکوع:۵:.....تذکیر بآلاء اللہ (ماقبل سے ربط کیا، اس درجہ کے منعم کے احسان فراموش کو مذکورۃ الصدر سزاؤں کا ملنا خلاف انصاف ہے، ہرگز نہیں! ماخذ: آیت:۶۰ تا ۶۲۔

خلاصہ رکوع:۶:.....(۱)معاندین حق کا انکار مجازاۃ۔ (۲)اور اس کی تردید۔ ماخذ: (۱) آیت:۶۷۔ (۲) آیت:۶۹۔

خلاصہ رکوع:۷:.....اعادہ دعویٰ (جس دن مادہ فاسدہ کے اخراج کا وقت آئے گا یہ بول نہیں سکیں گے)۔ ماخذ: آیت:۸۵۔

سورۃ القصص مکیۃ:

موضوع سورۃ:.....اس سورۃ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مستقبل کی پیش گوئی ہے، جس طرح فرعون پر موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل نے فتح پائی، اسی طرح کفار مکہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان فاتح ہوں گے۔

خلاصہ رکوع:۱:.....موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعہ میں مسلمانوں کے لئے پیش گوئی ہے۔ ماخذ: آیت:۳۔

خلاصہ رکوع:۲:.....موسیٰ علیہ السلام کا جوان ہونے کے بعد بلااجازت فرعون مصر سے نکلنا (فرعون کے گھر محض تربیت کے لئے رکھے گئے تھے، اب اگر بااجازت جاتے تو شاہزادگی کے طور پر سفر کرتے اور منظور یہ ہے کہ انہیں غلامی کی

زندگی کا احساس ہوتا کہ بنی اسرائیل کی تکالیف کو سمجھیں۔ ماخذ: آیت:۲۱۔

خلاصہ رکوع:۳:.....موسیٰ علیہ السلام کا شعیب علیہ السلام کی خدمت میں جانا، اور دس سال تک خدمت کرنا، تاکہ محکومی کی زندگی کا انہیں پورا احساس ہو۔ ماخذ: آیت:۲۵، ۲۷۔

خلاصہ رکوع:۴:.....محکومی کی دس سالہ زندگی بسر کرنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کا مع اہلیہ کے مصر کی طرف جانا اور راستہ میں نبوت کا عطا ہونا۔ ماخذ: آیت:۲۹،۳۲۔

خلاصہ رکوع:۵:.....(۱) غرقِ فرعون کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو توریت ملی: بنی اسرائیل کی طرف موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تو (۲) بنی اسماعیل کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہیں، اور ان پر اتمام حجت ہو رہا ہے۔ ماخذ (۱) آیت:۴۳۔ (۲) آیت:۴۶، ۴۷۔

خلاصہ رکوع:۶:.....(۱) جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی تابعدار ایک جماعت پیدا ہوگئی تھی، اسی طرح اب بھی ہوگا۔ (۲) اور جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو ام القریٰ میں بھیج کر تعلّی اختیار کرنے والوں کو تباہ کیا گیا تھا، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ام القریٰ (مکہ معظمہ) میں بھیجا گیا ہے اور تعلّی اختیار کرنے والوں کو تباہ کیا جاوے گا۔ ماخذ: (۱) آیت:۵۲۔ (۲) آیت:۵۹۔

خلاصہ رکوع:۷:.....معاندین حق جن جن معبودوں کی عبادت کر رہے ہیں، قیامت کے دن وہ ان سے بیزار ہوں گے۔ ماخذ: آیت:۶۳۔

خلاصہ رکوع:۸:.....کفار مکہ معظمہ کا گھمنڈ توڑنے کے لئے قارون کی مثال دی جاتی ہے۔ ماخذ: آیت:۷۶۔

خلاصہ رکوع:۹:......عود الی المقصود یعنی تعلی والوں کی تباہی اور بیکسوں کی سرفرازی اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ ماخذ: آیت:۸۳، ۸۵۔

سورۃ العنکبوت مکیۃ:

موضوع سورۃ:......سورۃ عنکبوت سورۃ قصص کے مضمون کا تتمہ ہے، سورۃ قصص میں اس امت کی کامیابی اور سرفرازی کا جو وعدہ کیا گیا ہے، وہ جہاد اور ہجرت سے پورا ہوگا، چونکہ بنی اسرائیل کے جذبات حریت وغیرت مدت ہائے مدیدہ کی غلامی سے مردہ ہو چکے تھے اس لئے ان کی کامیابی قوائے غیبیہ سے ہوئی، یہاں وہ قصہ نہیں ہے، اس لئے بظاہر قوت بازوئے مسلم اور حقیقت میں اعانت الٰہی سے کامیابی ہوگی۔

خلاصہ رکوع:۱:......امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کا افتتان جہاد سے ہوگا۔ ماخذ: آیت:۲، ۶۔

خلاصہ رکوع:۲:......تذکیر بایام اللہ اور شروع واقعہ ابراہیم علیہ السلام۔ ماخذ: آیت:۱۴، ۱۶۔

خلاصہ رکوع:۳:......تذکیر بایام اللہ، بقیہ واقعہ ابراہیم علیہ السلام، اور لوط علیہ السلام۔ ماخذ: آیت:۲۱، ۲۲، ۲۸۔

خلاصہ رکوع:۴:......تذکیر بایام اللہ (بقیہ واقعہ لوط علیہ السلام اس کے بعد شعیب علیہ اسلام کا واقعہ اور پھر تبصرہ۔ ماخذ: آیت:۳۱، ۳۲، ۳۶، ۴۰۔

پارہ:۲۱: اتل ما اوحی

خلاصہ رکوع:۵:......معاندین حق کی پروا نہ کریں اور تعلق باللہ کو بذریعہ قرآن مضبوط سے اضبط بنالیں۔ ماخذ: آیت:۴۵۔

خلاصہ رکوع:۶:...... جہاد فی سبیل اللہ کے لئے اگر ہجرت کی ضرورت پیش آئے تو ہجرت کرنی ہوگی۔ ماخذ: آیت:۵۶۔

خلاصہ رکوع:۷:......اعادہ دعویٰ بطور نتیجہ (یعنی مسلمان جہاد کریں گے، اور جہاد سے کامیابی ہوگی)۔ ماخذ: آیت:۶۹۔

سورۃ الروم مکیۃ:

موضوع سورۃ:......غلبہ اسلام کا اعلان، اس کے بعد دلائل غلبہ اور اصول غلبہ بتلائے جائیں گے۔

خلاصہ رکوع:۱:......اعلان غلبہ اسلام۔ ماخذ: آیت:۴ (جس دن رومیوں کو فتح ایرانیوں پر ہوئی، اسی دن مسلمانوں کو جنگ بدر میں کفار مکہ پر فتح ہوئی۔

خلاصہ رکوع:۲:......دلائل غلبہ۔ ماخذ: آیت:۱۱، ۱۹۔

خلاصہ رکوع:۳:......دلائل غلبہ۔ ماخذ: آیت:۲۰ تا ۲۷۔

خلاصہ رکوع:۴:......اصول غلبہ اور وہ آٹھ ہیں، جن کی تفصیل اس رکوع میں آئے گی۔ ماخذ: آیت:۳۰ تا ۳۸۔

خلاصہ رکوع:۵:......موجب فساد بر و بحر بداعمالی مخلوقات ہے، لہٰذا مسلمان جب غلبہ پائیں گے تو اسے مٹائیں گے۔ ماخذ: آیت:۴۱۔

خلاصہ رکوع:۶:......وہ قادر مطلق جس کے قبضہ میں ضعف اور قوت کی باگیں ہیں، وہ اس خداپرست کمزور جماعت کو طاقتور اور دشمنانِ خدا کی طاقت ور جماعت کو کمزور بنا سکتا ہے۔ ماخذ: آیت:۵۴۔

سورۃ لقمان مکیۃ:

موضوع سورۃ:......اس کتاب سے فقط محسنین فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

خلاصہ رکوع:۱......نیکوکاروں کو اس کتاب سے ہدایت، رحمت اور دانشمندی عطا ہو سکتی ہے۔ ماخذ: آیت:۲،۳۔

خلاصہ رکوع:۲......ایک حکیم دانشمند کا طرز عمل دکھایا جاتا ہے (کہ قرآن حکیم کو جو لوگ عملی جامہ پہنائیں گے وہ ایسے ہو جائیں گے)۔ ماخذ: آیت:۱۲۔

خلاصہ رکوع:۳......تذکیر بآلاء اللہ (جس محسن کے یہ احسانات ہوں کیا اس کے ارشاد کی تعمیل کرنا دانشمندی نہیں؟ ماخذ: آیت:۲۰، ۲۱۔

خلاصہ رکوع:۴......تذکیر بآلاء اللہ (کیا اس محسن کے احکام کی تعمیل کرنا جس کے یہ احسانات ہوں دانشمندی نہیں ہے؟ ماخذ: آیت:۳۱۔

سورۃ السجدۃ مکیۃ:

خلاصہ سورۃ السجدۃ:......دعوت الی الکتاب۔

خلاصہ رکوع:۱......جس قادر مطلق نے مٹی سے مختلف تغیرات دے کر تمہیں ذی سمع و بصر و افندہ انسان بنایا، کیا اس کی ربوبیت کا تقاضا یہ نہیں تھا کہ تمہاری روحانی تربیت کے لئے ہدایات بھیجے۔ ماخذ: آیت:۲، ۷ تا ۹۔

خلاصہ رکوع:۲......رب العالمین کی کتاب سے استفادہ کرنے والوں اور ترک استفادہ والوں سے سلوکِ الٰہی۔ ماخذ: آیت:۱۹ تا ۲۲۔

خلاصہ رکوع:۳......جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے متبعین کی ایک جماعت پیدا ہو گئی تھی، اسی طرح اب بھی ہوگا۔ ماخذ: آیت:۲۳، ۲۴۔

سورۃ الاحزاب مکیۃ:

موضوع سورۃ:...... آپ اپنے فرضِ منصبی کے ادا کرنے میں کفار اور منافقین کی پروا نہ کریں، بلکہ اقارب بھی ادائے فرض میں حارج نہ ہونے پائیں۔

خلاصہ رکوع:۱:...... اجمال مسائل ثمانیہ۔ ماخذ: آیت:۱ تا ۳۔ (۲) ما جعل اللہ سے امہاتکم تک۔ (۳) وما جعل ادعیائکم سے غفورا رحیما تک۔ (۴) آیت:۶۔ (۵) ازواجہ امہاتھم۔ (۶) واولوا الارحام سے فی الکتب مسطورا تک۔ (۷) آیت:۷۔ (۸) آیت:۸۔

خلاصہ رکوع:۲:...... تفصیل اجمال نمبر:۱۔ (ملاحظہ ہو پہلا رکوع)۔ ماخذ: آیت:۹ تا ۲۰۔

نوٹ:...... دوسرے اور تیسرے رکوع میں ثابت کیا جائے گا کہ آپ نے کفار اور منافقین کی پروانہیں کی۔

خلاصہ رکوع:۳:...... تفصیل اجمال اول۔ ماخذ: آیت:۲۱۔

پارہ:۲۲: ومن یقنت

خلاصہ رکوع:۴:...... تفصیل اجمال دوم یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو دل نہیں ہیں کہ ایک سے اللہ تعالیٰ کو راضی کریں، اور دوسرے سے ازواج کو راضی رکھیں۔ ماخذ: آیت:۲۸۔

خلاصہ رکوع:۵:...... تفصیل اجمالی سوم (چونکہ ادعیا (متبنیٰ) حقیقی بیٹے نہیں ہوتے، اس لئے ان کی ازواج کے ساتھ نکاح کی اجازت ہے)۔ ماخذ: آیت:۳۷۔

خلاصہ رکوع:۶:...... تفصیل اجمال چہارم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مؤمنین

کے مفاد کو ان کے نفسوں سے زیادہ سمجھتے ہیں)۔ ماخذ: آیت:۴۵، ۴۶۔

جب حضور انور میں یہ صفات پائی جاتی ہیں تو ان کی برکت سے مسلمانوں کے مفاد کو آپ یقیناً زیادہ سمجھتے ہیں۔

خلاصہ رکوع:۷:...... تفصیل اجمال پنجم و ششم (ازواج مطہرات مؤمنین کی روحانی مائیں ہیں، ان کی توقیر و حرمت بمنزلہ والدہ کے ہے، اور ان سے نکاح ابداً آباد حرام ہے، لیکن تمہاری نسباً مائیں نہیں ہیں، اس لئے پردہ انہیں کرنا چاہئے۔ ماخذ: آیت:۵۳ تا ۵۵۔

خلاصہ رکوع:۸:...... تفصیل اجمال ہفتم (قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام سے سوال ہوگا کہ انہوں نے تبلیغ فرمائی اور کیا نتیجہ برآمد ہوا، اب امت احکام الٰہی کی پوری قدر کرے تا کہ قیامت کے دن ان کے حق میں بہتر گواہی آپ دے سکیں۔ ماخذ: آیت:۵۹، ۶۶، ۶۷۔

خلاصہ رکوع:۹:...... تفصیل اجمال ہشتم۔ اے مسلمانو! اپنے نبی کی ایذاء دہی سے بچو، اور اپنے فرض منصبی کی سبکدوشی کا طریقہ حضور انور سے سیکھو۔ ماخذ: آیت:۶۹، ۷۲، ۷۳۔

سورۃ سباء مکیۃ:

موضوع سورۃ:...... تصفیہ مسئلہ مجازات۔

خلاصہ رکوع:۱:...... انکار مسئلہ مجازات۔ ماخذ: آیت ۳۔

خلاصہ رکوع:۲:...... (۱) اگر یہ لوگ شکرگزار بنیں تو داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کی طرح سرفراز کئے جائیں گے، (۲) اور اگر باز نہ آئے تو قوم کی

طرح نعمتوں سے محروم ہو سکتے۔ ماخذ: (۱) آیت: ۱۰، ۱۲، ۱۳۔ (۲) آیت: ۱۵ تا ۱۷۔

خلاصہ رکوع: ۳:.....اگر خوف مجازات سے تعلق باللہ قائم نہ رکھا تو غیر اللہ کا تعلق شفاعت کے لئے بھی مفید نہ ہوگا۔ ماخذ: آیت: ۲۲، ۲۳۔

خلاصہ رکوع: ۴:.....ضال اور مضل ہستیوں کا یوم المجازات میں مجادلہ۔ ماخذ: آیت: ۳۱، ۳۳۔

خلاصہ رکوع: ۵:.....ضال اور مضل نے اپنے زعم میں جنہیں معبود بنا رکھا تھا، ان کی طرف سے بیزاری۔ ماخذ: آیت: ۴۰، ۴۱۔

خلاصہ رکوع: ۶:.....یوم المجازات کے بتلانے میں میری ذاتی کوئی غرض نہیں ہے۔ ماخذ: آیت: ۴۷۔

سورۃ فاطر مکیۃ:

موضوع سورۃ:.....مجازات سے پہلے جس تنبیہ کی ضرورت ہے وہ بذریعہ ارسال رسل ہوگی تاکہ گرفت کے وقت یہ کہنے نہ پائیں کہ ہمیں بلا اطلاع گرفت کی گئی۔

خلاصہ رکوع: ۱:.....اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی خالق نہیں اور گرفت کا وعدہ بھی سچا ہے، لہٰذا اگر اصلاح کرنا چاہو تو بذریعہ ملائکہ عظام جو تعلیم مل رہی ہے اس پر عمل کرلو۔ ماخذ: آیت: ۱، ۳، ۵۔

خلاصہ رکوع: ۲:.....جس طرح کھاری اور میٹھا دریا یکساں نہیں ہو سکتے اسی طرح وحی سے استفادہ کرنے والے اور معرض برابر نہیں ہو سکتے۔ ماخذ: آیت: ۱۲۔

خلاصہ رکوع: ۳:.....نور اور ظلمت، سایہ اور دھوپ، مردہ اور زندہ جس طرح

برابر نہیں ہو سکتے، اسی طرح مستفیدین وحی اور معرضین برابر نہیں ہو سکتے۔ ماخذ: آیت:۱۸ تا ۲۲۔

خلاصہ رکوع:۴:......جس طرح ایک پانی سے مختلف الاذواق اور مختلف الالوان اور مختلف الخواص اشیاء پیدا ہوتی ہیں، اسی طرح رحمت الٰہی کے باب مفتوح ہونے پر قلوب سے مختلف کیفیات ظاہر ہوتی ہیں۔ ماخذ: آیت:۲۷، ۲۸۔

خلاصہ رکوع:۵:......ہم نے تمہیں خلیفہ بنا کر رحمت الٰہی کا باب مفتوح کر دیا ہے، فائدہ اٹھاؤ گے تو بھلا تمہارا ہے، ورنہ نقصان بھی تمہارا ہے۔ ماخذ: آیت:۳۹۔

سورۃ یٰسٓ مکیۃ:

موضوع سورۃ:......مسائل ثلاثہ توحید، رسالت، مجازات۔

خلاصہ رکوع:۱:......اجمال مسائل ثلاثہ۔ ماخذ: (۱) رسالت آیت:۳۔ (۲) توحید آیت:۵ تا ۱۱۔ (۳) مجازات آیت:۱۲۔

خلاصہ رکوع:۲:......تفصیل مسئلہ رسالت۔ ماخذ: آیت:۱۳ تا ۳۰۔

پارہ:۲۳: ومالی

خلاصہ رکوع:۳:......تفصیل مسئلہ توحید۔ ماخذ: آیت:۳۳۔

خلاصہ رکوع:۴:......تفصیل مسئلہ مجازات۔ ماخذ: آیت:۵۱۔

خلاصہ رکوع:۵:......اعادۂ مسائل ثلاثہ بطور نتیجہ۔ ماخذ: (۱) رسالت آیت:۶۹، ۷۰۔ (۲) توحید آیت:۷۱ تا ۷۷۔ (۳) مجازات آیت:۷۸ تا ۸۲۔

سورۃ الصّٰفّٰت مکیۃ:

موضوع سورۃ:......دعوت الی التوحید۔

خلاصہ رکوع:۱:......(۱)دعوت الی التوحید۔ (۲)انکار مجازات کے باعث توحید کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ ماخذ: (۱) آیت:۱۳۔ (۲) آیت:۱۶۔

خلاصہ رکوع:۲:......(۱)دعوت الی التوحید۔ (۲)بضمن تذکیر بما بعد الموت۔ ماخذ: (۱) آیت:۲۲، ۲۶۔ (۲) آیت:۳۵، ۴۰، ۴۷۔

خلاصہ رکوع:۳:......توحید پرستوں کی کامیابی۔ ماخذ: آیت:۸۰، ۸۱، ۸۶، ۸۷، ۱۱۰، ۱۱۱۔

خلاصہ رکوع:۴:......توحید پرستوں کی کامیابی۔ ماخذ: آیت:۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۸، ۱۳۱، ۱۳۲۔

خلاصہ رکوع:۵:......توحید پرستوں کی کامیابی۔ ماخذ: آیت:۱۷۱۔

سورۃ صٓ مکیۃ:

موضوع سورت:......تمام امم سابقہ کی تباہی کا باعث تکذیب رسل ہی تھا، اگر یہ لوگ ادب وانابت الی اللہ اختیار کرلیں تو بچ سکتے ہیں۔

خلاصہ رکوع:۱:......قرآن ذی الذکر کے پہنچانے والے کو جادوگر کہہ رہے ہیں، حالانکہ تمام امم سابقہ کی تباہی کا باعث یہی انکار تھا۔ ماخذ: آیت:۴، ۱۴۔

خلاصہ رکوع:۲:......اب بھی ادب وانابت الی اللہ اختیار کرلیں تو رحمت الٰہی ان کو ڈھانپنے کے لئے تیار ہے۔ ماخذ: آیت:۲۴، ۲۵۔

نوٹ:......قصص عبرت کے لئے ہوتے ہیں، اس قصہ سے معلوم ہوا کہ

انابت واستغفار سے رحمت الٰہی عود کر آتی ہے۔

خلاصہ رکوع:۳:......ادب و انابت سے رحمت الٰہی ان پر عود کرسکتی ہے۔
ماخذ: آیت:۳۰۔

نوٹ:......اس آیت کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کے ادب الی اللہ کا واقعہ ہے۔

خلاصہ رکوع:۴:......ادب و انابت الی اللہ رجوع رحمت الٰہی کے لئے اکسیر ہے، مخالفین کو یہ اختیار کرنی چاہئے۔ ماخذ: آیت:۴۴۔

خلاصہ رکوع:۵:......ضرورت انابت الی اللہ۔ ماخذ: آیت:۸۲،۸۳۔

سورۃ الزمر مکیۃ:

موضوع سورۃ:......اخلاص فی العبادۃ۔

خلاصہ رکوع:۱:......دعوت الی الاخلاص فی العبادۃ بتذکیر بآلاء اللہ۔ ماخذ: آیت:۲،۳،۴،۵،۶،۸۔

خلاصہ رکوع:۲:......الدعوت الی الاخلاص فی العبادت بالتذکیر بما بعد الموت۔ ماخذ: آیت:۱۱،۱۴،۱۶،۱۷،۲۰۔

خلاصہ رکوع:۳:......الدعوۃ الی الاخلاص فی العبادت بالتذکیر بایام اللہ۔
ماخذ: آیت:۲۵،۲۹۔

پارہ:۲۴: فمن اظلم

خلاصہ رکوع:۴:......اخلاص فی العبادت والوں کے لئے حمایت الٰہی کا اعلان۔ ماخذ: آیت:۳۶،۳۸۔

خلاصہ رکوع:۵:......تارکین اخلاص فی العبادت کے لئے شفاعت کی نفی۔
ماخذ: آیت:۴۳،۴۴،۴۵،۴۶۔

خلاصہ رکوع:۶:......اخلاص فی العبادۃ والوں کی نجات کا اعلان۔ ماخذ:
آیت:۵۳،۵۴،۶۱،۶۲۔

خلاصہ رکوع:۷:......ترک اخلاص فی العبادۃ کی سزا۔ ماخذ: آیت:۶۴،
۶۵،۶۶،۶۷۔

خلاصہ رکوع:۸:......مخلصین اور تارکین اخلاص کے نتائج اخروی۔ ماخذ:
آیت:۷۲،۷۳،۷۴۔

سورۃ المؤمن مکیۃ:

موضوع سورۃ:......حوامیم سبعہ مکیۃ ہیں، سب میں دعوت الی القرآن ہے،
البتہ ہرایک کا عنوان علیحدہ ہے۔ چنانچہ سورۂ مؤمن کا موضوع مخالفین قرآن مجید کے
لئے انذار ہے۔

خلاصہ رکوع:۱:......مخالفین قرآن کے لئے انذار ہے، بضمن تذکیر بایام
اللہ۔ ماخذ: آیت:۵،۶۔

خلاصہ رکوع:۲:......مخالفین قرآن کے لئے انذار بضمن تذکیر بما بعد
الموت۔ ماخذ: آیت:۱۰،۱۸۔

خلاصہ رکوع:۳:......مخالفین قرآن کے لئے انذار بضمن تذکیر بایام اللہ۔
ماخذ: آیت:۲۱،۲۲۔

خلاصہ رکوع:۴:......مخالفین قرآن کے لئے انذار۔ (۱) بضمن تذکیر بایام

اللہ۔ (۲) وبما بعد الموت۔ ماخذ: (۱) آیت: ۳۰، ۳۱۔ (۲) آیت: ۳۲۔

خلاصہ رکوع: ۵:......مخالفین قرآن کے لئے انذار (۱) بضمن تذکیر بما بعد الموت وبایام اللہ۔ ماخذ: (۱) آیت: ۴۳۔ (۲) آیت: ۴۵، ۴۶۔

خلاصہ رکوع: ۶:......مخالفین قرآن کے لئے انذار بضمن تذکیر بما بعد الموت۔ ماخذ: آیت: ۵۲، ۶۰۔

خلاصہ رکوع: ۷:......تذکیر بآلاء اللہ یعنی جس خدا تعالیٰ کے احکام کی ممانعت سے ہم تمہیں ڈراتے ہیں، وہ ان خوبیوں والا ہے۔ ماخذ: آیت: ۶۱، ۶۲، ۶۴، ۶۷، ۶۸۔

خلاصہ رکوع: ۸:...... مخالفین قرآن کے لئے انذار بضمن تذکیر بما بعد الموت۔ ماخذ: آیت: ۷۰ تا ۷۲، ۷۶، ۷۸۔

خلاصہ رکوع: ۹:......تذکیر بآلاء اللہ وبایام اللہ۔ ماخذ: آیت: ۷۹، ۸۲۔

سورۃ حٰم السجدۃ مکیۃ:

موضوع سورۃ:......دعوت الی القرآن، رحمٰن اور رحیم کی رحمت کے تقاضا سے قرآن نازل ہوا ہے۔

خلاصہ رکوع: ۱:......دعوت الی القرآن اور بضمن قرآن، دعوت الی التوحید مقصود ہے۔ ماخذ: آیت: ۲، ۶۔

خلاصہ رکوع: ۲:......دعوت الی القرآن اور مقصود دعوت قرآن دعوت توحید ہے، بضمن تذکیر (۱) بآلاء اللہ (۲) وبایام اللہ۔ ماخذ: (۱) آیت: ۹، ۱۳۔ (۲) آیت: ۱۵، ۱۷۔

خلاصہ رکوع:۳:......دعوت الی القرآن اور مقصود دعوت قرآن دعوت توحید ہے، بضمن تذکیر بما بعد الموت۔ ماخذ: آیت:۱۹، ۲۰، ۲۳، ۲۵۔

خلاصہ رکوع:۴:......دعوت الی القرآن اور مقصود دعوت قرآن دعوت توحید ہے، بضمن تذکیر بما بعد الموت۔ ماخذ: آیت:۲۷، ۲۸۔

خلاصہ رکوع:۵:......دعوت الی القرآن اور مقصود دعوت قرآن دعوت توحید ہے، بضمن تذکیر بآلاء اللہ۔ ماخذ: آیت:۳۳، ۳۷، ۳۸، ۳۹۔

پارہ:۲۵: الیہ یرد

خلاصہ رکوع:۶:......دعوت الی القرآن اور مقصد دعوت قرآن دعوت توحید، بضمن تذکیر بما بعد الموت۔ ماخذ: آیت:۴۷، ۴۸۔

سورۃ الشوریٰ مکیۃ:

موضوع سورۃ:......دعوت الی القرآن۔

عنوان خصوصی:......آپ کی وحی انبیاء علیہم السلام سابقین کی وحی سے مماثل ہے، لہٰذا اس میں انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔

خلاصہ رکوع:۱:......آپ کی وحی انبیاء علیہم السلام سابقین کی وحی سے مماثل ہے، لہٰذا اس میں انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔ ماخذ: آیت:۳، ۷۔

خلاصہ رکوع:۲:......دعوت الی القرآن (عنوان خصوصی) آپ کی وحی انبیاء سابقین علیہم السلام کی مماثل ہے۔ ماخذ: آیت:۱۳، ۱۵۔

خلاصہ رکوع:۳:......دعوت الی القرآن۔ ماخذ: آیت:۲۱، ۲۴۔

خلاصہ رکوع:۴:......آیات الٰہی میں مجادلہ کرنے والوں کی نجات نہیں ہوگی،

ہاں ان پر ایمان لانے والوں کو نجات نصیب ہوگی، اور ان کے اوصاف حمیدہ یہ ہیں۔

ماخذ: آیت: ۳۵، ۳۶ تا ۳۹۔

خلاصہ رکوع: ۵:......دعوت الی القرآن۔ ماخذ: آیت: ۵۱، ۵۲۔

سورۃ الزخرف مکیۃ:

موضوع سورۃ:......تمہارے اعراض کی وجہ سے قرآن حکیم زمین سے اٹھایا نہیں جاسکتا۔

خلاصہ رکوع: ۱:......تمہارے اعراض کی وجہ سے قرآن حکیم زمین سے اٹھایا نہیں جاسکتا۔ ماخذ: آیت: ۵ تا ۷۔

خلاصہ رکوع: ۲:......دعوت الی القرآن۔ ماخذ: آیت: ۲۴۔

خلاصہ رکوع: ۳:......دعوت الی القرآن۔ ماخذ: آیت: ۳۰، ۳۱۔

خلاصہ رکوع: ۴:......دعوت الی القرآن۔ ماخذ: آیت: ۳۶، ۴۳، ۴۴۔

خلاصہ رکوع: ۵:......تذکیر بایام اللہ سے دعوت الی القرآن۔ ماخذ: آیت: ۴۶، ۴۷۔

خلاصہ رکوع: ۶:......کفار مکہ کے ایک شبہ کا جواب۔ قرآن کریم کی تعلیم کا حاصل سبق توحید ہے، جب عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر خیر قرآن میں آیا تو کفار مکہ نے کہا کہ نصاریٰ کے معبود کی عزت کرتے ہیں، اور ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتے ہیں، اس شبہ کا جواب ہے۔ ماخذ: آیت: ۵۷۔

خلاصہ رکوع: ۷:......دعوت الی القرآن۔ ماخذ: آیت: ۶۸، ۶۹، ۷۸۔

سورۃ الدخان مکیۃ:

موضوع سورۃ:......دعوت الی القرآن کتاب مبین کا نزول لیلہ مبارکہ میں ہوا ہے، اور لیلہ مبارکہ میں ہر امر حکیم کا فیصلہ ہوتا ہے، اگر اس قرآن کا اتباع نہیں کرو گے تو دنیاوی ذلت اور اخروی عذاب سے بچ نہیں سکو گے۔

خلاصہ رکوع:۱:......تذکیر بایام اللہ احکام الٰہی سے اعراض کے باعث فرعون کا دنیوی عذاب میں مبتلا ہونا۔ ماخذ: آیت:۱۷، ۲۴۔

خلاصہ رکوع:۲:......تذکیر بایام اللہ احکام الٰہی کی مخالفت سے قوم تبع کی تباہی۔ ماخذ: آیت:۳۷۔

خلاصہ رکوع:۳:......احکام الٰہی سے انکار کرنے والوں کے لئے عذاب اخروی کا اعلان۔ ماخذ: آیت:۴۳، ۴۴۔

سورۃ الجاثیۃ مکیۃ:

موضوع سورۃ:......دعوت الی القرآن۔

تفصیل موضوع:......اتباع کتاب اللہ میں عزت محدود ہے۔

خلاصہ رکوع:۱:......ترک اتباع کتاب اللہ سے ذلت لازمی ہے۔ ماخذ: آیت:۷ تا ۱۱۔

خلاصہ رکوع:۲:......جو شریعت (بذریعہ قرآن) آپ کو ملی ہے، آپ اسی کا اتباع کریں، ان کفار کی خواہشات کا لحاظ نہ کریں۔ ماخذ: آیت:۱۸۔

خلاصہ رکوع:۳:......ترک اتباع کتاب اللہ سے فطرت سلیمہ سلب ہوجاتی ہے۔ ماخذ: آیت:۲۳۔

خلاصہ رکوع:۴:......آیات الٰہی پر استہزاء کرنے والے قیامت کے دن رحمت الٰہی سے محروم ہوں گے اور دوزخ میں داخل کیے جائیں گے۔ ماخذ: آیت:۳۴، ۳۵۔

پارہ:۲۶: حٰمٓ

سورۃ الاحقاف مکیۃ:

موضوع سورۃ:......دعوت کے بعد مہلت کا ملنا سنت اللہ میں داخل ہے۔

خلاصہ رکوع:۱:......ہر چیز کی اجل معین ہے، لہٰذا کفار کے اعراض پر ان کی تباہی کی بھی ایک مدت معین ہے۔ ماخذ: آیت:۳، ۶۔

خلاصہ رکوع:۲:......اعراض کے بعد مہلت کا ملنا سنت اللہ میں داخل ہے۔ ماخذ: آیت:۲۰۔

خلاصہ رکوع:۳:......ذکر قوم عاد بطور تذکیر بایام اللہ (انذار منذر سے انکار کے باعث عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں)۔ ماخذ: آیت:۲۱، ۲۳۔

خلاصہ رکوع:۴:......اعراض عن الکتاب کے وقت عذاب الٰہی سے بچنا ناممکن ہے، البتہ مہلت سنت اللہ میں داخل ہے۔ ماخذ: آیت:۲۷، ۲۸، ۳۴، ۳۵۔

سورۃ محمد مدنیۃ:

موضوع سورۃ:......تقابل الاسلام بالکفر والنفاق۔

خلاصہ رکوع:۱:......تقابل الاسلام بالکفر۔ ماخذ: کفر، آیت:۱، ۳، ۸، ۹، ۱۱۔ ماخذ: اسلام، آیت:۲، ۳، ۴، ۵، ۱۱۔

خلاصہ رکوع ۲:.....تقابل الاسلام بالکفر۔ ماخذ: کفر، آیت: ۱۲، ۱۴، ۱۵، ۱۶۔

اسلام، آیت: ۱۲، ۱۴، ۱۵، ۱۷۔

خلاصہ رکوع ۳:.....تقابل الاسلام بالکفر والنفاق۔ ماخذ: کفر، آیت: ۲۰۔

اسلام، آیت: ۲۰۔

خلاصہ رکوع ۴:.....تقابل الاسلام بالکفر والنفاق۔ ماخذ: کفر، آیت: ۳۴۔

اسلام، آیت: ۳۵۔

سورۃ الفتح مدنیۃ:

موضوع سورۃ:.....بشارت فتح اسلام مع شرائط فتح (۱) صلح حدیبیہ فتح مبین ہے، کیونکہ کفار مکہ صلح میں مقید ہو چکے جس کے شرائط وہ نباہ نہیں سکیں گے، بالآخر فسخ معاہدہ کے باعث جنگ ہوگی جس میں فتح مکہ ہوگی۔

خلاصہ رکوع ۱:.....رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سرفرازی میں (۱) مواعید اربعہ کا ذکر (۲) اور منافقین و مشرکین پر غضب و لعنت الٰہی اور داخلہ جہنم کی پیش گوئی۔ ماخذ: (۱) آیت: ۲۔ (۲) آیت: ۶۔

خلاصہ رکوع ۲:.....(۱) مخلفین (۲) اور عاجزوں کا ذکر۔ ماخذ: (۱) آیت: ۱۱، ۱۲۔ (۲) آیت: ۱۷۔

خلاصہ رکوع ۳:.....نتائج بیعت علی الموت۔ ماخذ: آیت: ۱۸ تا ۲۱۔

خلاصہ رکوع ۴:.....(۱) اسلام کی سرفرازی کا اعلان عام۔ (۲) تبعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک زریں اصول کی تلقین کہ ہمیشہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم رہیں۔ ماخذ: (۱) آیت: ۲۸۔ (۲) آیت: ۲۹۔

سورۃ الحجرات مدنیۃ:

موضوع سورۃ:......مسلمانوں کے آپس میں تعلقات کا دستور العمل

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ادب سکھایا گیا ہے، اس سے استنباطاً آداب امیر نکالے جائیں گے، واللہ اعلم!

پہلا ادب:......آپ کی مجلس میں ادب سے خاموش بیٹھو، بات کرنے میں پیش قدمی نہ کرو۔

دوسرا ادب:......آپ کے سامنے بات کرتے وقت بلند آواز نہ نکالو۔

تیسرا ادب:......اور بلاتے وقت اس طرح مت بلاؤ جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو بے تکلفی سے بلاتے ہو۔

خلاصہ رکوع:۱:......(۱) امیر کے ساتھ تعلقات کیسے ہوں۔ (۲) مرکز سے دور افتادہ بھائیوں کے ساتھ تعلقات کیسے ہوں۔ (۳) مرکز میں رہنے والوں کے ساتھ تعلقات کس طرح ہوں، اور بگڑ جائیں تو ان کی اصلاح کیسے ہو۔ ماخذ: (۱) آیت:۱ تا ۵۔ (۲) آیت:۶ تا ۸۔ (۳) آیت:۹،۱۰۔

خلاصہ رکوع:۲:......آپس میں طرز معاشرت ایسا اختیار کریں کہ تعلقات میں کشیدگی ہونے نہ پائے۔ ماخذ: آیت:۱۱،۱۲۔

سورۃ قٓ مکیۃ:

موضوع سورۃ:......اثبات مجازات (۱) قرآن مجید گواہ ہے کہ آپ مرسل من اللہ ہیں۔ (۲) کفار آپ کی رسالت کو تعجب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

خلاصہ رکوع:۱:......(۱) اگر یہ لوگ قرآن حکیم میں غور کرتے تو انہیں مسئلہ

رسالت میں شک نہ رہتا۔ (۲) دراصل انکار کا باعث انکار مجازات ہے، اگر امم سابقہ کی تباہی میں غور کرتے تو (۳) معلوم ہو جاتا کہ ان کی تباہی کا موجب تکذیب رسل ہی تھا۔ ماخذ: (۱) آیت:۱۔ (۲) آیت:۳۔ (۳) آیت:۱۳، ۱۴۔

خلاصہ رکوع:۲:...... یہ تو مجازات کے منکر ہیں (۱) اور ہماری طرف سے ہر لمحہ مجازات کی تیاری ہو رہی ہے (۲) اس دن ضال اور مضل ایک دوسرے کے سر تھوپیں گے لیکن یہ مخاصمت بیکار ہوگی۔ ماخذ: (۱) آیت:۱۸۔ (۲) آیت:۲۳ تا ۲۸۔

خلاصہ رکوع:۳:...... اس عذاب (۱) سے بچنے کے لئے ادب و انابت الی اللہ کی ضرورت ہے۔ اگر یہ لوگ باز نہ آئیں تو آپ (۲) اپنا تعلق باللہ شب و روز مضبوط سے اضبط بناتے رہیں، اور تشنہ (۳) لبوں کی تربیت فرمائیں۔ ماخذ: (۱) آیت:۳۱ تا ۳۳۔ (۲) آیت:۳۹، ۴۰۔ (۳) آیت:۴۵۔

سورۃ الذٰریٰت مکیۃ:

موضوع سورۃ:...... جزاء اعمال یقینی ہے۔

خلاصہ رکوع:۱:...... مجازات یقیناً ہونے والی ہے۔ ماخذ: آیت:۵، ۶، ۱۳، ۱۵، ۱۶، ۲۳۔

خلاصہ رکوع:۲:...... جزاء اعمال یقینی ہے۔ ماخذ: آیت:۳۲، ۳۸ تا ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳ تا ۴۵، ۴۶۔

پارہ:۲۷: قال فما خطبکم

خلاصہ رکوع:۳:...... (۱) جزاء اعمال یقینی ہے۔ (۲) جن اور انسان کی پیدائش کی غرض۔ ماخذ: (۱) آیت:۴۹۔ (۲) آیت:۵۶۔

سورۃ الطور مکیۃ:

موضوع سورۃ:...... بداعمالی کی سزا یقینی ہے۔

خلاصہ رکوع:۱...... معاندین حق پر عذاب آنے والا ہے۔ ماخذ: آیت: ۷، ۱۱، ۱۳، ۱۴، ۱۶۔

خلاصہ رکوع:۲...... آپ تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھیں، کیا آپ کا ارشاد نہ ماننے میں انہیں مندرجہ ذیل امور مانع ہیں۔ ماخذ: (۱) آیت: ۲۹۔ (۲) آیت: ۳۰، ۳۲، ۳۳، ۳۵ تا ۴۳۔

سورۃ النجم مکیۃ:

موضوع سورۃ:...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات وحی الٰہی ہیں، اور تمہارے معتقدات ظن تخمین پر مبنی ہے۔

خلاصہ رکوع:۱...... ارشادات نبویہؐ وحی الٰہی ہیں۔ اور تمہارے معتقدات ظنیات محضیہ۔ ماخذ: آیت: ۲، ۴، ۵، ۱۰، ۱۱، ۲۳۔

خلاصہ رکوع:۲...... ان کے معتقدات ظنی ہیں، آپ ان کی پراہ نہ کریں۔ ماخذ: آیت: ۲۷، ۲۸، ۲۹۔

خلاصہ رکوع:۳...... (۱) کیا انہیں علم نہیں ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال کی جزا پائے گا۔ (۲) اور جزا اللہ تعالیٰ ہی عطا فرمائے گا، چنانچہ اس نے عاد، ثمود، قوم نوح وغیرہ کو (۳) شامت اعمال کے باعث تباہ کیا۔ ماخذ: (۱) آیت: ۴۱۔ (۲) آیت: ۴۲۔ (۳) آیت: ۵۰ تا ۵۴۔

سورۃ القمر مکیۃ:

موضوع سورۃ:......رفع استبعادِ قیامت (قیامت نظام عالم کی برہمی کا نام ہے: نظام عالم میں سے ایک بڑے رکن کی شکست اس امر پر دال ہے کہ بقیہ ارکان میں بھی یونہی اختلال واقع ہوسکتا ہے)۔

خلاصہ رکوع:۱:......(۱) رفع استبعاد قیامت (۲) و تذکیر بایام اللہ۔ ماخذ: (۱) آیت:۱۔ (۲) آیت:۹ تا ۱۶، ۱۸۔

خلاصہ رکوع:۲:......تذکیر بایام اللہ۔ ماخذ: آیت:۲۳ تا ۳۱، ۳۳ تا ۳۷۔

خلاصہ رکوع:۳:......تذکیر بایام اللہ۔ ماخذ: آیت:۴۱۔

سورۃ الرحمٰن مدنیۃ:

موضوع سورۃ:......کفار نے کہا تھا: ''ما الرحمٰن'' اس اعتراض کا جواب واللہ اعلم!

خلاصہ رکوع:۱:......تذکیر بآلاء اللہ۔ ماخذ: آیت:۲، ۳، ۴، ۷، ۱۱۔

خلاصہ رکوع:۲:......(۱) ہر چیز پر فنا طاری ہونے والی ہے، جس منعم نے تم پر یہ (۲) احسان کیے ہیں، وہ حساب لے گا، نعمتوں کو بیجا (۳) صرف کرنے والوں سے یہ سلوک ہوگا۔ ماخذ: (۱) آیت:۲۶۔ (۲) آیت:۳۱۔ (۳) آیت:۴۱۔

خلاصہ رکوع:۳:......خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو برمحل صرف کرنے والوں سے سلوک الٰہی۔ ماخذ: آیت:۴۶، ۴۸۔

سورۃ الواقعہ مکیۃ:

موضوع سورۃ:......قیامت میں انسانوں کی تین قسمیں ہوں گی۔ دو ناجی،

ایک ہالک۔

خلاصہ رکوع ۱:......(۱) اجمال اقسام ثلاثہ۔ (۲) دو ناجی قسموں کی نعمتوں کا ذکر۔ ماخذ: (۱) آیت: ۷ تا ۱۱۔ (۲) آیت: ۱۲ تا ۳۷۔

خلاصہ رکوع ۲:......(۱) اصحاب الشمال کے سلوک کا ذکر۔ (۲) اور رفع استبعاد بعثت ثانیہ۔ ماخذ: (۱) آیت: ۴۱، ۴۲۔ (۲) آیت: ۶۲۔

خلاصہ رکوع ۳:......اقسام ثلاثہ کے سلوک کا اعادہ بطور نتیجہ۔ ماخذ: آیت: ۸۸ تا ۹۴

سورۃ الحدید مدنیۃ:

موضوع سورۃ:......طریق حصول سلطنت۔

خلاصہ رکوع ۱:......(۱) اگر عزت اور غلبہ پانا چاہتے ہو تو فنا فی ارادہ اللہ ہونا (۲) اور انفاق فی سبیل اللہ کرنا سیکھو۔ ماخذ: (۱) آیت: ۱ تا ۳۔ (۲) آیت: ۱۰۔

خلاصہ رکوع ۲:......(۱) انفاق سے دنیا میں ترقی ایمان اور آخرت میں نور حاصل ہوگا۔ (۲) اور ترک انفاق سے دنیا میں نفاق اور آخرت میں نور سلب ہوگا۔ ماخذ: (۱) آیت: ۱۲۔ (۲) آیت: ۱۳۔

خلاصہ رکوع ۳:......ترک انفاق فی سبیل اللہ سے تفاخر و تکاثر فی الاموال والاولاد وغیرہ امراض پیدا ہوں گے۔ ماخذ: آیت: ۲۰۔

خلاصہ رکوع ۴:......خلق اللہ پر رافت و رحمت پیش نظر رہے، اور منزل من اللہ قانون میں اختلاط بدعت نہ ہونے پائے۔ ماخذ: آیت: ۲۷۔

پارہ ۲۸: قد سمع اللّٰہ

سورۃ المجادلۃ:

موضوع سورۃ:......(۱) مسلمانوں کی سیاسی جماعت کے فرائض (۲) اور ان کا دائرۂ اختیارات (۳) اور جماعت سیاسی کا انتخاب صدر (۴) اور تعمیل احکام صدارت (۵) اور ان نااہل لوگوں کا ذکر جو سیاسی جماعت میں داخل ہونے کے قابل نہیں۔

خلاصہ رکوع:۱:......اہل حل و عقد کو شکایات سننے کے لئے علیحدہ بیٹھنا جائز ہے۔ ماخذ: آیت:۱۔

خلاصہ رکوع:۲:......(۱) اہل حل و عقد، اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر خیال کریں (۲) اور ان کا دائرۂ اختیارات (۳) اس جماعت کا صدر اہل علم ہونا چاہئے۔ (۴) اطاعت صدر۔ ماخذ: (۱) آیت:۷۔ (۲) آیت:۹۔ (۳) آیت:۱۱۔ (۴) آیت:۱۱۔

خلاصہ رکوع:۳:......اعدائے اسلام سے دوستی کرنے والے جماعت شوریٰ میں داخل نہیں ہوسکتے۔ ماخذ: آیت:۱۴، ۱۹۔

سورۃ الحشر مدنیۃ:

موضوع سورۃ:......اس میں پانچ چیزیں آئیں گی۔ (۱) مسلمانوں کی سلطنت کی ابتداء۔ (۲) اسباب بقاء۔ (۳) اسباب فنا۔ (۴) قرآن پر عامل ہونا اور دنیا میں ذلیل ہوکر رہنا ناممکن ہے۔ (۵) شرائط استفادہ من القرآن۔ جو اس سورت

میں دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ کو اس کی ضرورت نہیں مسلمانوں کو ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ ہر ضرورت سے پاک ہے۔

خلاصہ رکوع:۱:......(۱) مسلمانوں کی سلطنت کی ابتداء کس طرح ہوئی۔ (۲) اور اسباب بقا کیا ہیں۔ ماخذ: (۱) آیت:۲۔ (۲) آیت:۷ تا ۱۰۔

خلاصہ رکوع:۲:......فنائے سلطنت کے اسباب آیت:۱۱۔ (۱) تفصیل یہ ہے کہ جس وقت کسی قوم میں منافق پیدا ہو جائیں جو بظاہر اپنی قوم میں ملے رہیں، اور در پردہ اپنی قوم کے دشمنوں سے سازباز رکھیں، اور بجائے اپنی قوم کے دشمنوں کی خیر خواہی میں منہمک رہیں، ایسے وقت میں اس قوم کی سلطنت کو زوال آتا ہے، لہٰذا اس رکوع میں مسلمانوں کو اس نالائق طبقے کے حالت سے مطلع کیا گیا ہے، تاکہ ان سے بچیں۔

خلاصہ رکوع:۳:......(۱) قرآن حکیم پر عامل ہونا اور دنیا میں ذلت اٹھانا ناممکن ہے۔ (۲) شرائط استفادہ عن القرآن جب تک اللہ کے متعلق ایک خاص حسن عقیدت دل میں نہ ہو اور اس کی طاقت اور زور کا اندازہ معلوم نہ ہو، اس وقت تک انسان اس کے قانون اور فرامین سے پورا استفادہ حاصل نہیں کرسکتا۔ ماخذ: (۱) آیت:۲۰۔ (۲) آیت:۲۱ تا ۲۴۔

سورۃ الممتحنہ مدنیۃ:

موضوع سورۃ:......مقاطعہ عن الکفار۔

خلاصہ رکوع:۱:......اسباب مقاطعہ۔ ماخذ: آیت:۱۔

خلاصہ رکوع:۲:......اقسام الکفار (کفار کی دو قسمیں ہیں) ایک کے ساتھ

(۱) صلح ناجائز، اور دوسری کے ساتھ (۲) لڑنا جائز نہیں۔ ماخذ: (۱) آیت: ۸۔ (۲) آیت: ۹۔

سورۃ الصّف مدنیۃ:

موضوع سورۃ: ...... فرائض سرفروشان) ہر قوم میں تین جماعتیں کارآمد ہوتی ہیں: اہل علم، اہل دولت، سرفروش۔ اگر تینوں اپنے فرائض ادا کریں تو وہ قوم زندہ ہوجاتی ہے، اگر ایک بھی اپنا فرض ادا کرنا چھوڑ دے تو قوم مٹ جاتی ہے، لہٰذا سورۃ الصّف میں فرائض سرفروشان ہیں، اور سورۃ الجمعہ میں فرائض اہل علم اور سورۃ المنافقین میں فرائض اہل دولت آئیں گے۔

خلاصہ رکوع ۱: ...... (۱) عنداللہ سرفروشی کا درجہ۔ (۲) ادا نہ کرنے کی حالت میں سزا۔ (۳) اس فرض کے ادا کرنے کا میدان۔ ماخذ: (۱) آیت: ۴۔ (۲) آیت: ۵۔ (۳) آیت: ۷۔

خلاصہ رکوع ۲: ...... جزاء احب الاعمال الی اللہ۔ ماخذ: آیت: ۱۲، ۱۳۔

سورۃ الجمعۃ مدنیۃ:

موضوع سورۃ: ...... فرائض علماء کرام۔

خلاصہ رکوع ۱: ...... (۱) فرائض علمائے کرام۔ (۲) نہ ادا کرنے کی حالت میں سزا۔ (۳) صحیح ادا کرنے کا معیار۔ ماخذ: (۱) آیت: ۲۔ (۲) آیت: ۵۔ (۳) آیت: ۶۔

خلاصہ رکوع ۲: ...... تبلیغ قرآن کا دن جمعہ ہے، لہٰذا ہر مسلم کا فرض ہے کہ اس میں شریک ہو۔ ماخذ: آیت: ۹

سورۃ المنافقون مدنیۃ:

موضوع سورۃ:...... فرائض اہل دولت۔

خلاصہ رکوع:۱:...... اہل دولت اگر باوجود وسعت ہونے کے انفاق فی سبیل اللہ نہ کریں تو ان پر نفاق کا حکم لگتا ہے۔ ماخذ: آیت:۷۔

خلاصہ رکوع:۲:...... مسلمانوں کو بیداری کی تلقین تاکہ ان کے اندر مرض نفاق کے اسباب پیدا نہ ہوں۔ ماخذ: آیت:۹،۱۰۔

سورۃ التغابن مدنیۃ:

موضوع سورۃ:...... (۱) آیات انفس و آفاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے لئے مجبور کرتی ہیں۔ (۲) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے قیامت کے دن فوز عظیم حاصل ہوگا۔ (۳) اور رفع موانع۔

خلاصہ رکوع:۱:...... آیات انفس آفاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے لئے مجبور کرتی ہیں، اور آپ کے اتباع سے قیامت کے دن فوز عظیم حاصل ہوگا۔

ماخذ: آیاتِ انفس: آیت:۲۔ آیات آفاق: آیت:۵۔ فوز قیامت: آیت:۹۔

خلاصہ رکوع:۲:...... اتباع نور مصائب پیش آئیں گے، ایسے وقت میں اتباع سے جی نہ چرایا جائے، رفع موانع یعنی جو موانع ایمان اور عمل صالح میں پیش آسکتے ہیں۔ ماخذ: آیت:۱۱،۱۴،۱۵۔

سورۃ الطلاق مدنیۃ:

موضوع سورت:...... حقوق العباد میں ترمیم و تنسیخ جائز نہیں۔

خلاصہ رکوع:۱:...... مسائل طلاق۔ ماخذ: آیت:۱۔

خلاصہ رکوع:۲:...... حقوق العباد میں ترمیم و تنسیخ کرنے سے بھی عذاب الٰہی آتا ہے۔ ماخذ: آیت:۸۔

سورۃ التحریم مدنیۃ:

موضوع سورۃ:...... انسان کے فرض منصبی میں کوئی چیز حارج نہیں ہونی چاہئے۔

خلاصہ رکوع:۱:......(۱) اگر ازواجِ مطہراتؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرض منصبی میں حارج ہوں گی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہی طلاق دے دیں گے، (۲) علیٰ ہذا القیاس مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے ساتھ اہل و عیال کو بھی جہنم سے بچائیں کہ انہیں فرض منصبی اسلام میں حارج نہ ہونے دیں۔ ماخذ: (۱) آیت:۴، ۵۔ (۲) آیت:۶۔

خلاصہ رکوع:۲:......(۱) صحیح رجوع الی اللہ کی جزائے خیر (۲) مقربین الٰہی کے ساتھ نسبت دنیاوی بغیر اتباع کوئی چیز نہیں ہے۔ ماخذ: (۱) آیت:۸۔ (۲) آیت:۱۰۔

پارہ:۲۹: تبٰرک الذی

سورۃ الملک:

موضوع سورۃ:...... مخالفین سے کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کو اس نظام عالم کا بادشاہ مان کر وفاداری کا ثبوت دو۔

خلاصہ رکوع:۱:......(۱) اللہ تعالیٰ اس سارے جہان کا بادشاہ ہے۔

(۲) کیونکہ اسی نے بنایا ہے۔ (۳) جو اس بادشاہ سے بغاوت کرے گا، جیل خانہ میں بھیجا جائے گا اور وہ جہنم ہے۔ (۴) اور جو وفاداری کا ثبوت دیں گے وہ مغفرت اور اجر کبیر پائیں گے۔ ماخذ: (۱) آیت:۱۔ (۲) آیت:۳ تا ۵۔ (۳) آیت:۶ تا ۱۱۔ (۴) آیت:۱۲۔

خلاصہ رکوع:۲:......(۱) وہ زمین (۲) و آسمان سے گوناگوں عذاب لانے پر قادر ہے (۳) تمہارے لشکر اس کے لشکروں کے مقابلہ میں کام نہیں آسکتے۔ ماخذ: (۱) آیت:۱۶۔ (۲) آیت:۱۷۔ (۳) آیت:۲۰۔

سورۃ القلم مکیۃ:

موضوع سورۃ:......اگر اس دین کو خود ساختہ سمجھتے ہو تو تمہارے ہاتھ میں قلم ہے، ایسا قرآن لکھ کر لادو۔

خلاصہ رکوع:۱:......(۱) آپ پر یہ لوگ الزامات لگاتے ہیں۔ (۲) آپ کو صبر کا بے انتہا اجر ملے گا۔ (۳) آپ ان کی کوئی بات نہ مانیں۔ (۴) یہ لوگ باغ والوں کی طرح بالآخر نقصان اٹھائیں گے۔ ماخذ: (۱) آیت:۲۔ (۲) آیت:۳۔ (۳) آیت:۸۔ (۴) آیت:۱۷۔

خلاصہ رکوع:۲:......(۱) ہاں (۱) موافق اور (۲) مخالف برابر نہیں ہوسکتے (۲) قرآن پر ایمان لانے میں کیا مندرجہ ذیل رکاوٹیں انہیں پیش آرہی ہیں۔ ماخذ: (۱) آیت:۳۴، ۳۵۔ (۲) آیت:۳۷، ۳۹، ۴۱، ۴۲، ۴۷۔

سورۃ الحاقۃ مکیۃ:

موضوع سورۃ:......جزائے اعمال دنیا اور آخرت دونوں جگہ ملتی ہے۔

خلاصہ رکوع ۱:......(۱) ثمود (۲) عاد اور (۳) فرعون وغیرہ کو (۴) دنیا میں بھی سزا ملی اور (۵) آخرت میں بھی ملے گی۔ ماخذ: (۱) آیت:۵۔ (۲) آیت:۶۔ (۳) آیت:۹۔ (۴) آیت:۱۹ تا ۲۴۔ (۵) آیت:۲۵ تا ۳۷۔

خلاصہ رکوع ۲:......(۱) یہ قرآن معزز رسول (جبرائیل علیہ السلام) لایا ہے، (۲) اور رب العالمین نے نازل فرمایا ہے۔ (۳) البتہ فائدہ فقط متقین اس سے اٹھا سکتے ہیں۔ ماخذ: (۱) آیت:۴۰۔ (۲) آیت:۴۳۔ (۳) آیت:۴۸۔

سورۃ المعارج مکیۃ:

موضوع سورۃ:......تشریح یوم المجازات۔

خلاصہ رکوع ۱:......(۱) تشریح یوم المجازات (۲) اور بہشتیوں کے اوصاف حمیدہ۔ ماخذ: (۱) آیت:۸ تا ۱۴۔ (۲) آیت:۲۲ تا ۳۴۔

خلاصہ رکوع ۲:......منکرین قیامت کو اپنے خوض ولعب میں چھوڑ دیں، قیامت میں حاضر ہو کر سب کچھ خود دیکھ لیں گے۔ ماخذ: آیت:۴۲ تا ۴۴۔

سورۃ نوح مکیۃ:

موضوع سورۃ:......طریقہ تبلیغ انبیاء علیہم السلام۔

خلاصہ رکوع ۱:......(۱) مقصد تبلیغ۔ (۲) مشغلہ مبلغ در روز و شب۔ (۳) قبولیت احکام پر نتائج حسنہ کا ترتب۔ ماخذ: (۱) آیت:۳۔ (۲) آیت:۵۔ (۳) آیت:۱۰ تا ۱۲۔

خلاصہ رکوع ۲:......مخاطبین اگر داعی الی اللہ کے اخلاص کی قدر نہ کریں تو پھر اس مظلوم کے دل کی آہ خرمن قوم کو جلا دیتی ہے۔ ماخذ: آیت:۲۵، ۲۶۔

سورۃ الجن مکیۃ:

موضوع سورۃ:......جس طرح فطرت سلیمہ والے انسان قرآن کے آب حیات کے لئے تشنہ لب ہیں، اسی طرح سلیم الطبع جن بھی قرآن کریم کے لئے چشم براہ ہیں۔

خلاصہ رکوع:۱:......(۱) جنوں کا قرآن مجید سن کر فوراً متاثر ہونا۔ (۲) اور اپنی قوم کو جا کر تبلیغ کرنا۔ ماخذ: (۱) آیت:۱۔ (۲) آیت:۲ تا ۱۴۔

خلاصہ رکوع:۲:......(۱) مقصد تبلیغ دعوت الی اللہ ہے۔ (۲) انبیاء علیہم السلام کسی کے نفع ونقصان کے مالک نہیں ہوتے۔ (۳) ان کا کام تبلیغ احکام الٰہی ہے۔ ماخذ: (۱) آیت:۲۰۔ (۲) آیت:۲۱۔ (۳) آیت:۲۳۔

سورۃ المزمل مکیۃ:

موضوع سورۃ:......دستور العمل مبلغ۔

خلاصہ رکوع:۱:......(۱) قبل از تبلیغ مبلغ کی تیاری۔ (۲) تقسیم اوقات مبلغ۔ (۳) مبلغ کا تعلق باللہ۔ (۴) تبلیغ کے بعد مخالفین کی بربادی۔ ماخذ: (۱) آیت:۲ تا ۴۔ (۲) آیت:۶، ۷۔ (۳) آیت:۸۔ (۴) آیت:۱۱ تا ۱۳۔

خلاصہ رکوع:۲:......چونکہ آپ کی امت کا دائرہ زیادہ وسیع ہونے والا تھا، اس لئے عبادت میں تخفیف کردی گئی۔ ماخذ: آیت:۲۰۔

سورۃ المدثر مکیۃ:

موضوع سورۃ:......آپ خلق اللہ میں تبلیغ حق فرمائیں، اور مخالفین کی بربادی ہمارے سپرد کردیں (یہ مضمون سورۃ علق، مزمل اور مدثر میں مشترک ہے)۔

خلاصہ رکوع:۱:(۱) آپ تبلیغ حق فرمائیں۔ (۲)اور مکذبین کو میرے سپرد کردیں۔ ماخذ: (۱) آیت:۲۔ (۲) آیت:۱۱۔

خلاصہ رکوع:۲:......اگر انکار دائمی رہا اور عبادت بدنیہ اور مالیہ سے تنفر رہا تو داخلہ دوزخ یقینی اور نجات ناممکن ہوگی۔ ماخذ: آیت:۴۲ تا ۴۸۔

سورۃ القیامۃ مکیۃ:

موضوع سورۃ:......اثبات قیامت۔

خلاصہ رکوع:۱:......(۱)اثبات قیامت بآیات انفس۔ (۲)نقصان انکار قیامت۔ (۳)سبب انکار قیامت۔ (۴)اقسام الناس یوم القیامت۔ ماخذ: (۱) آیت:۱ تا ۴۔ (۲) آیت:۵، ۶۔ (۳) آیت:۲۰، ۲۱۔ (۴) آیت:۲۲، ۲۳، ۴۰۔

خلاصہ رکوع:۲:......رفع استبعاد قیامت۔ ماخذ: آیت:۳۶ تا ۴۰۔

سورۃ الدھر مدنیۃ:

موضوع سورۃ:......نفی دہریت۔

خلاصہ رکوع:۱:......(۱)اثبات صانع۔ (۲)اقسام الانس۔ (۳) قائلین صانع کے اوصاف۔ (۴)اور ان کی جزائے اعمال۔ ماخذ: (۱)آیت:۱۔ (۲) آیت:۳۔ (۳) آیت:۷ تا ۱۰۔ (۴) آیت:۱۱ تا ۱۲۔

خلاصہ رکوع:۲:......(۱)مسلک مطیعین صانع۔ (۲)بیان عجز المخلوقات۔ ماخذ: (۱) آیت:۲۴ تا ۲۶۔ (۲) آیت:۲۸۔

سورۃ المرسلٰت مکیۃ:

موضوع سورۃ:......مسئلہ مجازاۃ۔

خلاصہ رکوع:۱:......(۱)اثبات مجازاۃ۔ (۲)تشریح یوم المجازاۃ۔ (۳)نتائج قبیحہ منکرین یوم المجازاۃ۔ ماخذ: (۱)آیت:۱ تا ۷۔ (۲)آیت:۸ تا ۱۵۔ (۳)آیت:۲۹ تا ۴۰۔

خلاصہ رکوع:۲:......(۱)یوم المجازاۃ کے ماننے والوں کی جزائے خیر۔ (۲)اعادہ انذار۔ ماخذ: (۱)آیت:۴۱ تا ۴۴۔ (۲)آیت:۴۶ تا ۵۰۔

پارہ:۳۰:عم یتسآئلون

سورۃ النبا مکیۃ:

موضوع سورۃ:......یوم المجازات کی تشریح کاشتکاروں کے اصول پر۔

خلاصہ رکوع:۱:......(۱)جس طرح کھیتی مقصود بالذات ہوتی ہے، اور کاشتکاری کے آلات بالتبع مہیا کئے جاتے ہیں، اسی طرح اس نظام عالم میں فقط انسان مقصود ہے، اور بقیہ نظام اس کے تابع۔ (۲)جس طرح کھیتی کے لئے ایک یوم الفصل ہوتا ہے، جس میں اناج اور بھوسہ الگ کیا جاتا ہے، اسی طرح یہاں ایک یوم الفصل ہونا چاہئے جس میں دونوں قسم کے انسانوں کو جدا جدا کیا۔ ماخذ: (۱)آیت:۶ تا ۱۶۔ (۲)آیت:۱۷۔

خلاصہ رکوع:۲:......(۱)متقین (جو بمنزلہ اناج کے ہیں) کی جزائے خیر (۲)اور جزا کے علاوہ عطا بھی ان پر ہوگی۔ ماخذ: (۱)آیت:۳۱۔ (۲)آیت:۳۶۔

سورۃ النّٰزعٰت مکیۃ:

موضوع سورۃ:......مجازاۃ۔

خلاصہ رکوع ۱:......رفع استبعاد قیامت۔ ماخذ: آیت:۱ تا ۶، ۱۵۔

ان دو مثالوں سے انقلاب فوری شخصی دکھایا گیا ہے، پہلی میں انسان کے دم نکلتے ہی ایک آن واحد میں سب چیز اس کے قبضہ سے نکل جاتی ہے، یہ جسمانی انقلاب ہے، اور دوسری مثال میں ایک روحانی فوری انقلاب دکھایا گیا ہے، تو جس طرح انقلاب شخصی شب و روز دیکھتے ہو، انقلاب نوعی یا انقلاب عالم کو اسی پر قیاس کرلو۔

خلاصہ رکوع ۲:......(۱) رفع استبعاد قیامت اور (۲) قیامت میں انسانوں کی دو قسمیں ہوں گی۔ ماخذ: (۱) آیت:۲۷ تا ۳۳۔ (۲) آیت:۳۷ تا ۴۱۔

سورۃ عبس مکیۃ:

موضوع سورۃ:......مساوات فی التعلیم۔

خلاصہ رکوع ۱:......(۱) تعلیم دین میں دنیادار کی رعایت نہیں ہونی چاہیے۔ (۲) صحف قرآن کا رتبہ۔ (۳) ابتداء خلقت اور (۴) انتہائے زندگی اور معاشرت کی ضروریات جب ایک طریقہ سے پوری ہوتی ہیں، جن سے امیر و غریب یکساں نفع اٹھاتے ہیں، تو تعلیم میں کیوں مساوات نہ ہو۔ ماخذ: (۱) آیت:۵۔ (۲) آیت:۱۱ تا ۱۴۔ (۳) آیت:۱۸۔ (۴) آیت:۲۱۔ (۵) آیت:۲۴ تا ۴۲۔

سورۃ التکویر مکیۃ:

موضوع سورۃ:......(۱ تا ۹) بذریعہ قرآن منزل من اللہ علم الٰہی اس دن کام آئے گا جس دن یہ واقعات ظہور پذیر ہوں گے۔

خلاصہ رکوع ۱:......نبی کے پاس علم کس طرح آتا ہے، اور کہاں سے آتا ہے۔ ماخذ: آیت:۱۹، ۲۰۔

سورۃ الانفطار مکیۃ:

خلاصہ رکوع:......(۱) اپنے بنانے والے سے تمہیں تعلق بگاڑنا نہ چاہیے، ورنہ یوم المجازاۃ میں بھلائی کی کوئی امید نہیں۔ (۲) تعلق باللہ خراب ہونے کی حالت میں کوئی معین و ناصر نہیں ہوگا۔ ماخذ: (۱) آیت:۶۔ (۲) آیت:۱۹۔

سورۃ المطففین مکیۃ:

خلاصہ رکوع:......وعید تطفیف۔ (تطفیف سے مراد اپنا حق پورا کر لینا اور دوسرے کا حق دیتے وقت نقصان پہنچانا ہے)۔ ماخذ: آیت:۱ تا ۳۔

سورۃ الانشقاق:

خلاصہ رکوع:......یوم المجازاۃ میں اعطائے صحف کی تشریح۔ ماخذ: آیت:۷ تا ۱۳۔

سورۃ البروج مکیۃ:

خلاصہ سورۃ:......خدا پرستوں کی دل آزاری کرنے والے گرفت الٰہی سے بچ نہیں سکتے۔ ماخذ: آیت:۱۰۔

سورۃ الطارق مکیۃ:

خلاصہ سورۃ:......رفع استعباد قیامت۔ ماخذ: آیت:۶ تا ۸۔

سورۃ الاعلیٰ مکیۃ:

خلاصہ سورۃ:......(۱) ضرورتِ نبوت۔ (۲) اور طریقہ تعلیم نبوت۔ ماخذ: (۱) آیت:۴ تا ۶۔ (۲) آیت:۹۔

سورۃ الغاشیۃ مکیۃ:

خلاصہ سورۃ:...... عاملین کے اقسام مع نتائج۔ ماخذ: آیت:۲ تا ۱۶۔

سورۃ الفجر مکیۃ:

خلاصہ سورۃ:......(۱) اعمال کی جزا اور سزا دنیا میں شروع ہوجاتی ہے۔
(۲) اور مصائب دنیاوی عام طور پر بداعمالی سے پیش آتے ہیں۔ ماخذ: (۱) آیت:۱ تا ۱۳۔ (۲) آیت:۱۷ تا ۲۰۔

سورۃ البلد مکیۃ:

خلاصہ سورۃ:...... انسان دنیا میں آرام پانے نہیں بلکہ کام کرنے آیا ہے۔
ماخذ: آیت:۴۔

سورۃ الشمس مکیۃ:

خلاصہ سورۃ:...... مظاہر قدرت نے ابتدائے عالم سے مشاہدہ کرادیا ہے کہ اخلاق حمیدہ والی قوموں نے نجات پائی اور بداخلاق قومیں ہمیشہ قعر مذلت میں گرتی ہیں، جن کی ایک مثال قوم ثمود ہے۔ ماخذ: آیت:۹، ۱۱۔

سورۃ اللیل مکیۃ:

(۱ تا ۳) ان چیزوں میں غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے (۴) کہ انسانوں کی کوشش میں اختلاف ہے۔ (۵، ۶) جس کی سعی کا یہ طریقہ ہے (۷) اس کے یہ نتائج نکلیں گے۔ (۸، ۹) اور جس کی سعی کا یہ مسلک ہے (۱۰) اس کے نتائج یہ نکلیں گے۔
(۱۱) اس مکذب کو مال کوئی نفع نہیں دے گا (۱۲) ہدایت کا واضح کرنا اللہ تعالیٰ کا کام

ہے (۱۳) علاوہ اس کے دنیا اور آخرت کی تمام امور کی باگ ڈور اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔

خلاصہ رکوع:۱:......قوائے طبعیہ (۱) کے اختلاف اور بعض اثرات خارجیہ کے اختلاف سے اعمال انسانی میں اختلاف لازمی ہے۔ (۲) اخلاق حمیدہ والوں کے لئے دنیوی اور اخروی نجات لازمی ہے، اور بداخلاقوں کے لئے دنیوی اور اخروی ذلت لازمی ہے۔ ماخذ: (۱) آیت:۱،۲،۳،۴۔ (۲) آیت:۵،۶،۷،۸،۹،۱۰۔

سورۃ الضحیٰ مکیۃ:

خلاصہ سورۃ:......(۱،۲) یہ چیزیں اس امر پر گواہ ہیں۔ (۳) کہا آپ کے رب نے نہ آپ کو چھوڑا ہے اور نہ بیزار ہی ہوا ہے۔ (۴) وحی بند ہونے کے بعد دوبارہ جب وحی نازل ہوگی تو وہ حالت آپ کے لئے پہلی سے بہتر ہوگی۔ (۵) آپ کو اللہ تعالیٰ اجر عطا فرمائے گا، تب آپ بڑے خوش ہوں گے۔ (۶ تا ۸) کیا ان مصائب میں اللہ تعالیٰ نے پہلے کبھی آپ کا ساتھ چھوڑا (ہرگز نہیں!) (۹،۱۰) فترۃ الوحی کے وقت ان مساکین کی خدمت کیجئے، واللہ اعلم! (۱۱) اور نعمت رب (یعنی قرآن انہیں پڑھایئے) واللہ اعلم!

خلاصہ سورۃ:......زمانہ فترۃ الوحی قوائے ایمانیہ کے لئے موجب تکمیل ہے۔

ماخذ: آیت:۱،۲،۳،۴۔

سورۃ الم نشرح مکیۃ:

خلاصہ:.....تتمہ سورۃ الضحیٰ۔ ماخذ: آیت:۱۔

سورۃ التین مکیۃ:

خلاصہ سورۃ:......انسان اگر فرض منصبی ادا کرے تو بہترین مخلوقات اور اگر فرض منصبی ادا نہ کرے تو بدترین مخلوقات۔ ماخذ: آیت:۵،۶۔

سورۃ العلق مکیۃ:

خلاصہ سورۃ:......(۱) آپ تبلیغ کے لئے کمربستہ رہیں، اور (۲) اعدائے اسلام کی سرکوبی ہمارے سپرد کیجئے۔ ماخذ: (۱) آیت:۱ تا ۵۔ (۲) آیت:۱۵۔

سورۃ القدر مکیۃ:

خلاصہ سورۃ:......لیلۃ القدر میں قرآن مجید کا نزول لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر ہوا اور پھر تھوڑا تھوڑا حسب ضرورت نازل ہوتا رہا۔ ماخذ: آیت:۱ تا ۵۔

سورۃ البینہ مدنیۃ:

خلاصہ سورۃ:......(۱) ضرورت بعثت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) آپ کا دین ادیان سابقہ سے اصولاً متفق ہے۔ (۲) تعلیم اسلام کے موید خیر البریہ اور مخالف شر البریہ ہیں۔ ماخذ: (۱) آیت:۱۔ (۲) آیت:۵۔ (۳) آیت:۶،۷۔

سورۃ الزلزال مدنیۃ:

خلاصہ سورۃ:......ابتداء وقائع قیامت۔ ماخذ: آیت:۱،۲،۳،۴۔

سورۃ العدیٰت مکیۃ:

خلاصہ سورۃ:......(۱) بیان مرض۔ (۲) سبب مرض۔ (۳) علاج مرض۔ ماخذ: (۱) آیت:۶۔ (۲) آیت:۸۔ (۳) آیت:۹۔

سورۃ القارعۃ مکیۃ:

خلاصہ سورۃ:......انتہائے واقعہ قیامت۔ ماخذ: آیت:٦ تا ۹۔

سورۃ التکاثر مکیۃ:

خلاصہ سورۃ:......فرض منصبی سے غافل کرنے والا مرض تکاثر اموال ہے۔

ماخذ: آیت:۱۔

سورۃ العصر مکیۃ:

خلاصہ سورۃ:......اقوام عالم کی کامیابی کے اصول اربعہ۔ ماخذ: آیت:۳۔

سورۃ الھمزۃ مکیۃ:

خلاصہ سورۃ:......زر پرستوں سے سلوک الٰہی۔ ماخذ: آیت:۱،۲۔

سورۃ الفیل مکیۃ:

خلاصہ سورۃ:......توہین شعائر اللہ سے دائمی ذلت کا لزوم۔ ماخذ: آیت:۱۔

سورۃ القریش مکیۃ:

موضوع سورۃ:......فرائض علماء کرام وصوفیاء عظام۔ ماخذ: آیت:۳،۴۔

سورۃ الماعون مکیۃ:

خلاصہ سورۃ:......اوصاف مکذبین قیامت۔ ماخذ: آیت:۱ تا ۳۔

سورۃ الکوثر مکیۃ:

خلاصہ سورۃ:......اصول ہزیمت اعدائے اسلام۔ ماخذ: آیت:۲،۳۔

سورۃ الکٰفرون مکیۃ:

خلاصہ سورۃ:......مقاطعہ عن الکفار۔ ماخذ: آیت:۶۔

سورۃ النصر مدنیۃ:

خلاصہ سورۃ:......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیاب زندگی کی حد اور انتقال پر ملال کی پیش گوئی۔ ماخذ: آیت:۱ تا ۳۔

سورۃ اللّھب مکیۃ:

خلاصہ سورۃ:......تبلیغ حق میں حارج نوع ابی لہب میں داخل ہے۔

سورۃ الاخلاص مکیۃ:

خلاصہ سورۃ:......ممتاز توحید اسلام کا ذکر۔ ماخذ: آیت:۱ تا ۴۔

سورۃ الفلق مدنیۃ:

خلاصہ سورۃ:......مضرات جسمانی سے بچ کر اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی تلقین۔ ماخذ: آیت:۱ تا ۵۔

سورۃ الناس مدنیۃ:

خلاصہ سورۃ:......مضرات روحانی سے بچ کر اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی تلقین۔ ماخذ: آیت:۱ تا ۶۔

تمت

رب زدنی علما نافعا منفعا

(حصہ دوم)

پیش لفظ

از بقیۃ السلف ولی کامل فقیہ الاسلام حضرت الحاج

مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہ العالی

(ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر العلوم وقف سہارنپور)

حامداً ومصلیاً اما بعد!

اللہ رب العزت اپنے جن بندوں کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں ان کو قرآن وحدیث کی خدمت میں لگادیتے ہیں، انہیں افراد میں سے محترم ومکرم حضرت الحاج مولانا محمد اصغر صاحب دامت فیوضہ، شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ، ریڑھی تاجپورہ، بھی ہیں، چنانچہ آں موصوف کی تالیف ''قرآنی اعجاز یعنی مخزن المرجان فی خلاصۃ القرآن'' بھی اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی ہے۔

قرآن کریم کے سلسلہ میں علماء ربانی کی خدمات بے شمار ہیں، ہر نوع سے یہ خدمت انجام دی گئی ہے، مگر قرآن کریم کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوں گے، اور قرآن کے موضوع پر برابر تصنیف وتالیف کا کام ہوتا رہے گا۔ حضرت مولانا موصوف نے اس کتاب میں آیات اور سورتوں کا تسلسل اور سورتوں کا باہمی ارتباط نقل فرمایا ہے،

اسی کے ساتھ سورتوں کا شانِ نزول، وجہ تسمیہ، خلاصۂ مضامین اور موقع بموقع ضروری فوائد کو ذکر فرمایا ہے، موجودہ ترتیب اور ترتیبِ نزول کا بھی اس میں تذکرہ ہے، آیات کا باہمی ربط وتعلق اور نظم ترتیب قرآن کا ایک دقیق اعجاز ہے، جیسا کہ اقتباس ذیل سے واضح ہے:

''قرآن کریم کا ایک دقیق اعجاز اس کی آیات کے باہمی ربط وتعلق اور نظم ترتیب میں ہے، آپ سرسری نظر سے قرآن کی تلاوت فرمائیں تو بظاہر یہ محسوس ہوگا کہ اس کی ہر آیت جدا مضمون کی حامل ہے، اور ان کے درمیان کوئی ربط نہیں ہے، اسی وجہ سے نظم قرآن کے بارے میں مفسرین کے دو گروہ ہوگئے ہیں۔ بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ قرآن کریم چونکہ ۲۳ سال میں تھوڑا تھوڑا کرکے نازل ہوا ہے، اس لئے اس میں کوئی ربط و ترتیب تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس کی ہر آیت ایک مستقل مضمون کی حامل ہے۔ اس کے برخلاف دوسرے گروہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ قرآن کریم ایک مکمل کتاب ہے، وہ شروع سے آخر تک باہم مربوط ہے، اور اسی نقطۂ نظر سے اس کا مطالعہ ضروری ہے۔ اس دوسرے گروہ کی دلیل یہ ہے کہ کسی کتاب کا بے ربط ہونا اس کے نقص کی دلیل ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کا کلام لازماً اس نقص سے بری ہے، مگر پہلا گروہ اس کے جواب میں یہ کہتا ہے کہ جس طرح قدرتی مناظر میں کوئی ربط اور ترتیب نہیں ہوتی، بلکہ ان کا حسن ہی اس کی بے ترتیبی میں ہے کہ کہیں بل

کھاتا ہوا دریا ہے کہ کہیں ناہموار پہاڑ ہیں، کہیں اونچی وادیاں ہیں، اسی طرح قرآن کریم کا حسن بھی اس کی اس مستقل حیثیت میں ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیات کے درمیان نہایت لطیف ربط پایا جاتا ہے، اور اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا، ورنہ اگر کوئی ترتیب ملحوظ نہ ہوتی تو ترتیب نزول اور ترتیب کتابت میں فرق رکھنے کی چنداں ضرورت نہ تھی، جس ترتیب سے قرآن کریم نازل ہوا تھا اسی ترتیب سے لکھ لیا جاتا، یہ جو کتابت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک الگ ترتیب قائم فرمائی، وہ اس بات کی بڑی واضح دلیل ہے کہ قرآنی آیات میں ربط موجود ہے، البتہ یہ ربط قدرے دقیق ہوتا ہے، اور اس تک پہنچنے کے لئے بڑے غور وفکر کی ضرورت ہے، اس ربط کو اتنا دقیق اور غامض رکھنے کی حکمت بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے (واللہ اعلم!) کہ ہر آیت کی ایک مستقل حیثیت باقی رہے، اور اس کے الفاظ کا عموم نہ ختم ہونے پائے، تاکہ ''العبرۃ بعموم اللفظ'' پر عمل کرنا آسان ہو، اس کے علاوہ اس زمانہ میں اہل عرب کے خطبات وقصائد کا اسلوب عموماً یہی ہوتا تھا کہ ان کے مضامین مرتب اور مربوط ہونے کے بجائے مستقل حیثیت رکھتے تھے، لہٰذا یہ طریقہ اس دور کے ادبی ذوق کے عین مطابق تھا۔ چنانچہ اگر سرسری نظر سے دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ یہ پورا کلام مسلسل اور مربوط ہے، اس طرح قرآن کریم نے اپنے نظم میں جو

اسلوب اختیار فرمایا ہے وہ اس کا دقیق ترین اعجاز ہے، اور اس کی تقلید بشری طاقت سے بالکل باہر ہے۔ بہت سے علماء نے قرآن کریم کے نظم کی توضیح کے لئے مستقل کتابیں لکھی ہیں، بعض مفسرین نے اپنی تفسیروں کے ضمن میں اسے بیان کرنے کا خاص اہتمام کیا ہے۔ اس معاملہ میں امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر شاید سب سے زیادہ قابل تعریف کاوش ہے، انہیں اللہ نے نظم قرآن کی تشریح کا خاص سلیقہ اور خاص توفیق عطا فرمائی ہے، ان کے بعد قاضی ابوالسعود نے بھی نظم قرآن کی خصوصیات کو بیان فرمانے کا خاص اہتمام فرمایا ہے۔ بعد کے بیشتر مفسرین اس معاملہ میں انہیں دو حضرات کے خوشہ چیں ہیں، نظم قرآن کی ایک ہلکی سی جھلک اسی مثال میں دیکھی جا سکتی ہے، سورۂ حجر میں ایک جگہ ارشاد ہے:

"نبیء عبادی انی انا الغفور الرحیم، وان عذابی هو العذاب الالیم."

اس کے فوراً بعد ارشاد ہے:

"ونبئهم عن ضیف ابراهیم."

اس کے بعد فرشتوں کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آنے کا مشہور واقعہ بیان کیا گیا ہے، بظاہر دونوں باتوں میں کوئی جوڑ معلوم نہیں ہوتا، لیکن ذرا غور سے دیکھیں تو درحقیقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ پہلے جملے کی تائید

ہے، اس لئے کہ جو فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تھے، انہوں نے دو کام کئے، ایک یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق جیسے صالح بیٹے کی خوشخبری دی، دوسرے انہیں فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام کی بستی میں جا کر عذاب نازل کیا۔ پہلا کام: "انی انا الغفور الرحیم." کا مظاہرہ تھا، اور دوسرا کام: "وان عذابی ھو العذاب الالیم." کا اس طرح یہ دونوں جملے باہم نہایت گہرا تعلق رکھتے ہیں، لیکن الگ الگ دیکھئے تو ان کی مستقل حیثیت بھی ہے۔"

(ماخوذ از "علوم القرآن" مصنفہ مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ)

اور جہاں تک ترتیب نزول اور موجودہ ترتیب کی بات ہے تو یہ واقعہ ہے کہ قرآن کریم جس ترتیب کے ساتھ اس وقت موجود ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس ترتیب سے نازل نہیں ہوا تھا، بلکہ ضرورت اور حالات کے تحت نزول کی ترتیب اس سے مختلف تھی، مگر یہ بھی ملحوظ رہے کہ ترتیب بعد کے لوگوں کی دی ہوئی نہیں ہے، بلکہ خود اللہ عزوجل کی ہدایت کے تحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے قرآن کو اس طرح مرتب فرمایا تھا، قاعدہ یہ تھا کہ جب کوئی سورۃ نازل ہوئی تو اسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کاتبین وحی میں سے کسی کو بلاتے اور اس کو ٹھیک ٹھیک قلمبند کرانے کے بعد ہدایت فرماتے کہ یہ سورۃ فلاں سورۃ کے بعد اور فلاں سورۃ سے پہلے رکھی جائے۔ اسی طرح اگر کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ ہدایت فرماتے کہ اسے فلاں سورۃ میں فلاں مقام پر درج کیا جائے، لہٰذا یہ ایک تسلیم شدہ تاریخی حقیقت ہے کہ قرآن مجید کا نزول جس روز مکمل ہوا، اسی روز اس کی موجودہ ترتیب بھی مکمل ہوگئی، جو اس کا نازل کرنے

والا تھا وہی اس کا مرتب کرنے والا بھی تھا، جس کے قلب پر وہ نازل کیا گیا، اسی کے ہاتھوں اسے مرتب بھی کرادیا گیا، کسی کی مجال نہ تھی کہ اس میں مداخلت کرتا۔

اسی طرح شانِ نزول کی بھی اپنی جگہ ایک اہمیت ہے، البتہ بعض وہ حضرات جنہیں علم میں پختگی اور رسوخ حاصل نہیں ہے، انہوں نے اسبابِ نزول کی اہمیت سے انکار کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ قرآن کریم بذاتِ خود اتنا واضح ہے کہ اس کی تشریح کے لئے اسبابِ نزول کو جاننے کی ضرورت نہیں، لیکن یہ خیال بالکل باطل اور غلط ہے۔ اسبابِ نزول کا علم تفسیر قرآن کے لئے ایک لازمی شرط کی حیثیت رکھتا ہے، اور اس کے فوائد بے شمار ہیں۔ علامہ زرکشیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے احکام کی حکمتیں معلوم ہوتی ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم اللہ نے کن حالات میں اور کیوں نازل فرمایا؟ اور بہت سے فوائد ہیں جن کو مفسرین راسخین فی العلم نے تفصیل کے ساتھ تحریر فرمایا ہے۔ کتاب میں ان عناوین کے ذکر سے کتاب کی اہمیت دوبالا ہوجاتی ہے، کتاب کا طرزِ تحریر جہاں ایک عالم و متعلم کی ضرورت کو پورا کرتا ہے، وہیں ایک عام آدمی کے لئے انتہائی مفید اور قرآن کریم سے وابستگی کا ذریعہ ہے، کتاب کا انتساب ایک ایسی شخصیت کی طرف ہے جس کا قرآن کے ساتھ شغف عوام و خواص کے درمیان مشہور ہے، یعنی حضرت الحاج مولانا محمد اصغر صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ، موصوف کی طرف منسوب ایک کتاب ''مبارک راتیں'' طبع ہوکر مفید عام و خاص ثابت ہوئی ہے۔ واقعہ یہی ہے کہ یہ انتساب دلیل قبول ہے، عزیزی مولوی عبدالخالق سلمہٗ جو حضرت مولانا موصوف کے صالح فرزند ہیں، اور مدرسہ مظاہر علوم وقف سہارنپور میں تدریسی خدمت انجام دے رہے ہیں، انہوں نے اس کتاب کی ترتیب کا اہتمام فرمایا ہے، خدا کے فضل اور موصوف کی خداداد صلاحیتوں کے نتیجہ میں

یہ کتاب قارئین کے ہاتھ میں ہے۔

اللہ رب العزت ان کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے اور موصوف کی اس کوشش کو قبولیت عامہ وتامہ عطا فرمائے، نیز قرآن وحدیث کی مزید خدمت کے لئے اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ قبول فرمائے، آمین!

العبد مظفر حسین

(ناظم اعلیٰ مدرسہ مظاہر العلوم (وقف) سہارنپور)

عرضِ مرتب

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ علی من لا نبی بعدہ، اما بعد!

قرآن کریم خدا کا وہ ابدی پیغام ہے جو قیامت تک آنے والی انسانیت کے لئے ذریعہ ہدایت اور فلاح کا ضامن ہے۔ قرآن کریم کے ساتھ شغف تمام مشاغل سے افضل ہے، چنانچہ حدیث پاک میں فرمایا گیا: "خیر کم من تعلّم القرآن وعلّمہ۔" یہی وجہ ہے کہ علماء ربانیین نے قرآن کریم کے موضوع پر مختلف جہات سے کام کیا ہے، قرآن کریم کے سیکھنے اور سکھانے کے سلسلہ میں ترغیبی روایات بکثرت ملتی ہیں۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک روز صفہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: تم میں سے کس کو یہ بات پسند ہے کہ وہ روزانہ صبح کو بطحان یا عقیق کے بازار میں جایا کرے اور دو بہترین اونٹنیاں بغیر کسی گناہ یا قطع رحمی کا ارتکاب کئے ہوئے لے آیا کرے؟ ہم نے عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول! اس کو تو ہر کوئی پسند کرے گا! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی شخص ہر روز مسجد میں جایا کرے اور دو آیتیں سیکھ لیا کرے تو یہ اس کے لئے دو اونٹنیوں سے بہتر ہے، اور تین آیتوں کا سیکھنا تین اونٹنیوں سے بہتر ہے، اور چار آیتوں کا سیکھنا چار اونٹنیوں سے بہتر ہے۔ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے مزاج کے مطابق ارشاد فرمائی، چونکہ ان کے نزدیک اونٹ اعز الاموال سمجھے جاتے تھے، یہ قرآن کی نشر و اشاعت عام ہے، خواہ تقریر سے ہو یا تحریر سے، بلکہ تحریر کا نفع عام ہوتا

ہے، اس لئے ہمیشہ علماء کی محنتیں قرآن پر وجود میں آتی رہیں، اور کیوں نہ ہو جبکہ قرآن خدا کا آخری کلام ہے، جس کے بعد کوئی ہدایت نامہ نہیں آئے گا، اس لئے اس کے ساتھ تعلق نہایت مضبوط اور مستحکم ہونا ضروری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "انی ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما: کتاب اللہ وعترتی." "اسی جذبہ کے پیش نظر کتاب "قرآنی اعجاز یعنی مخزن المرجان فی خلاصۃ القرآن" قارئین کے ہاتھ میں ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ ایک روز والد محترم حضرت الحاج مولانا محمد اصغر صاحب مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ نے فدوی کو کچھ مختصر تحریری نوٹ سپرد فرمائے اور فرمایا کہ ان کو دیکھ لو، ہو سکے تو ان کو ایک جگہ جمع کر دو۔ بندہ نے ان کو دیکھا، خیال ہوا کہ بہت مفید باتیں ہیں جو یکجائی طور پر تلاش کے باوجود نہیں مل پاتیں، ان میں ہر سورۃ سے متعلق مکی یا مدنی ہونے کا تذکرہ، وجہ تسمیہ، تعداد آیات وکلمات وحروف اور باہم سورتوں کا ارتباط تحریر تھا۔

یہ مجموعہ چند صفحات پر مشتمل تھا، مگر اخلاص بڑی چیز ہوتی ہے، جو کچھ لکھا گیا تھا وہ رضائے الٰہی اور قرآن کریم کی خدمت کی غرض سے تھا، جب اس کو بار بار دیکھا اور پڑھا تو ذہن منشرح ہونے لگا اور مراجع کی تلاش شروع ہوگئی۔ بندہ نے دیکھا اکثری مرجع "بیان القرآن" ہے، یعنی زیادہ تر چیزیں "بیان القرآن" سے جمع کی گئی ہیں۔ "بیان القرآن" کی عند اللہ وعند الناس مقبولیت کا اعتراف طبقہ علماء کے درمیان مشہور ہے، جس سے اور امید وابستہ ہوئی کہ انشاء اللہ یہ مجموعہ بھی قبولیت کا مقام حاصل کرلے گا۔ بس اللہ رب العزت کی توفیق اور فضل سے فدوی نے مزید تشریح کا ارادہ کرلیا، تاکہ "انگلی کٹا کر شہیدوں میں نام ہوجائے۔" مختلف تفاسیر مثلاً: بیان

القرآن، تقریر القرآن، تفسیر حقانی، تفسیر ابن کثیر، تفسیر خازن، درسِ قرآن، خلاصۃ التفاسیر، اور بعض تراجم سے تشریحی مضامین، ضروری فوائد، خلاصۃ سورۃ، سورۃ کے مرکزی امور اور سورتوں کے فضائل کو لکھنا شروع کردیا، اللہ رب العزت کا فضل اور کرم ہوا کہ سالوں کی محنت کے بعد ایک اچھا مجموعہ تیار ہوگیا، فللہ الحمد!

یہ واقعہ ہے یہ کتاب قرآن کریم کی تفسیر نہیں ہے، نہ ہی اس کو تفسیری شکل دی گئی ہے، بلکہ قرآن کے ساتھ امت کا ربط پیدا کرنے کی ایک کوشش ہے کہ تفسیر کی بڑی کتابوں تک عوام کی رسائی نہیں ہوتی، اور نہ ہی ان کا اخذ وفہم ان تفاسیر کا تحمل کرسکتا ہے۔ ضرورت تھی آسان اردو زبان میں قرآنی مضامین اور قرآنی سورتوں کا تعارف وخلاصہ امت تک پہنچایا جائے، چنانچہ بحمد اللہ! یہ مجموعہ کتابی شکل میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ حقیقت اپنی جگہ مسلّم ہے کہ اس میں بہت سی فروگزاشتیں اور اغلاط قارئین محسوس فرمائیں گے، بعض ناظرین وقارئین کے اعلیٰ معیار کو یہ کتاب پورا نہیں کرپائے گی، تاہم یہ بھی امید ہے کہ تشنگانِ علم اس کو نظرِ استحسان سے دیکھیں گے اور استفادہ کریں گے۔ اس توقع کے ساتھ کہ یہ تالیف رضاء الٰہی واشاعت دین وقرآن کا سبب بنے گی، اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ قبولیتِ عامہ تامہ سے نواز کر مفید عام وخاص بنائے، اور قارئین سے گزارش ہے کہ وہ ضروری مشوروں سے آگاہ فرماکر دینی اشاعت میں تعاون فرمائیں:

بر کریماں کارہا دشوار نیست!

اللهم وفقنا لما تحب وترضى واجعل آخرتنا خيرا من الاولى

احقر عبدالخالق

خادم تدریس جامعہ مظاہر العلوم (وقف) سہارنپور

کلماتِ تعارف

از حضرت الحاج مولانا محمد اختر صاحب

(مہتمم جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ، سہارنپور)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد!

قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، اور اس کا اعجاز نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ ہے۔ ''اعجازِ قرآنی'' کے متعلق حضرت مولانا الحاج محمد اصغر صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ، ضلع سہارنپور، کا ایک مستقل مضمون ماہنامہ ''آئینہ مظاہر'' ترجمان جامعہ مظاہر علوم (وقف) میں شائع ہوتا رہا۔

حضرت والا کے ان مضامین کی ترتیب حضرت مولانا الحاج عبدالخالق صاحب، استاذِ حدیث مظاہر علوم (وقف) جو حضرت شیخ الحدیث کے لائق فرزند ہیں، ایک مستقل کتاب کی شکل میں فرما رہے ہیں۔

افادات کا عنوان خود مقبولیت کی دلیل ہے، اور پھر حضرت مولانا الحاج محمد اصغر صاحب مدظلہٗ کی طرف نسبت نے مزید استفادہ کی طرف رغبت پیدا کردی ہے، اور حسن ترتیب کی وجہ سے کتاب کی اہمیت میں اور بھی اضافہ ہوگیا، اس لئے امید ہی نہیں یقین ہے کہ یہ مجموعہ افادات بہر نوع امتِ مسلمہ کے لئے عموماً اور خواص کے لئے خصوصاً مفید ہوگا۔ دعا ہے اللہ رب العزت اس کتاب کو مفید سے مفید بنائے اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کو صحتِ کاملہ عطا فرمائے، تاکہ ان کے افادات و علوم سے مزید استفادہ کا موقع ملے، آمین!

احقر محمد اختر
خادم جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ
ضلع سہارنپور۔ ۵؍ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ

قرآنی اعجاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی انزل علیٰ عبده الکتاب ولم یجعل له عوجا، قیما لینذر باسًا شدیدًا من لدنه ویبشر المؤمنین الذین یعملون الصالحات ان لهم اجرًا حسنًا، ماکثین فیه ابدًا، وینذر الذین قالوا اتخذ الله ولدًا. والصلوٰة والسلام علی النبی الامی الذی یجدونه مکتوبًا عندهم فی التورٰة والانجیل وعلیٰ آله واصحابه المکرمین ذوی الکرامة والتبجیل. اما بعد!

قرآن حکیم:

قرآن حکیم اللہ کا وہ آخری کلام معجز نظام ہے جو روح الامین (حضرت جبرئیل علیہ السلام) کے ذریعہ سید الکائنات اور خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تیئیس سال کی مدت میں بقدر ضرورت تھوڑا تھوڑا نازل کیا گیا جواب مصحف کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے جس کی ابتدء سورۂ فاتحہ سے ہوتی ہے اور انتہا سورۂ

ناس پر ہوتی ہے اور جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح تواتر و تسلسل کے ساتھ منقول ہے کہ اس میں حرف و نقطہ کا بھی کوئی فرق نہیں ہے، یہ عظیم الشان اور بے نظیر کلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھڑا ہوا کلام نہیں ہے بلکہ اس علیم و خبیر کا کلام معجز نظام ہے جو ۲۳ سال کی مدت میں وقفہ وقفہ سے نازل ہونے کے باوجود اول سے آخر تک مربوط منظم و مستحکم، ہموار و یک رنگ فصاحت و بلاغت سے بھرپور ہے نہ اس کا کوئی جز اس کے کسی جز سے متصادم ہے نہ متضاد، تو کیا ممکن ہے کہ اس قدر طویل مدت اور مختلف حالات و کیفیات میں کسی انسان کی زبان سے صادر ہونے والا کلام اسقدر حیرت انگیز طریقہ پر یکساں اور مربوط ہو؟ ہرگز نہیں!

اللہ رب العزت نے اس جہت سے قرآن پر غور کرنے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا ہے:

"افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر
اللہ لوجدوا فیہ اختلافًا کثیرًا."

ترجمہ:...... "کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے کہ اگر یہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت کچھ اختلاف پاتے۔"

چنانچہ قرآن کریم کی سب سے پہلی اور آخری آیت میں حیرت انگیز ربط موجود ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال ہوئی تو اچانک جبکہ آپ غار حرا میں مصروف عبادت تھے جبرئیل امین سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیتیں:

"اقرا باسم ربک الذی خلق. خلق الانسان
من علق. اقرأ وربک الاکرم. الذی علم بالقلم. علم

الانسان مالم یعلم۔"

نازل ہوئیں۔

ترجمہ:...... "پڑھئے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھئے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کی تعلیم دی۔ انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا۔"

اس کے جواب میں آپ نے فرمایا: "ما انا بقاریٔ!" "میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اس جواب پر اس فرشتے نے مجھے اتنی زور سے بھینچا کہ میری مشقت کی انتہا نہ رہی اور پھر کہا اقراء میں نے جواب دیا: "ما انا بقاریٔ!" پھر اس نے مجھے اتنی زور سے بھینچا کہ میری مشقت کی انتہا نہ رہی پھر اس نے تیسری مرتبہ کہا اقرأ میں نے پھر وہی کہا کہ "ما انا بقاریٔ!" اس نے اس جواب پر تیسری مرتبہ بھینچ کر چھوڑ دیا اور کہا: "اقرأ باسم ربک الذی خلق" اے پیغمبر! آپ پر جو قرآن نازل ہوا کرے گا اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجئے، یعنی جب پڑھئے، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر پڑھا کیجئے۔

اس واقعہ کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے اور آپ پر لرزہ طاری تھا، امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ فرشتہ آپ کے پاس ایک ریشمی کپڑا لے کر آیا تھا جس پر سورۂ علق کی یہ ابتدائی آیتیں "اقرأ" سے "مالم یعلم" تک لکھی ہوئی تھیں اس کے بعد تین سال تک وحی کا سلسلہ بند رہا اس زمانہ کو "فترت وحی" کا زمانہ کہتے ہیں۔

پھر تین سال کے بعد سورۂ مدثر کی آیات نازل ہوئیں اور وحی کا سلسلہ جاری

ہو گیا قرآن کی سب سے آخری آیت کونسی ہے؟ اس میں کافی...... اختلافات ہیں۔ امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ قرآن حکیم کی سب سے آخری آیت ہے:

''واتقوا یومًا ترجعون فیه الی اللّٰه ثم توفیٰ کل نفس ما کسبت وهم لا یظلمون.''

ترجمہ:...... ''اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ تعالیٰ کی پیشی میں لائے جاؤ گے پھر ہر شخص کو اس کا کیا ہوا یعنی اس کا پورا پورا بدلہ ملے گا اور ان پر کسی قسم کا ظلم نہ ہوگا۔''

اس آخری آیت کے نازل ہونے کے بعد صرف نو دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں رہے۔

ور یہ اشکال کہ سورۂ مائدہ کی آیت میں جب تکمیل دین اور اتمام نعمت کا اعلان کر دیا گیا حجۃ الوداع کے موقع پر میدان عرفات میں بروز جمعہ بعد نماز عصر تو پھر اس کے بعد کسی آیت کا نازل ہونے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے تو اس کا جواب مفسر علامہ سدیؒ نے یہ دیا ہے کہ جس اکمال دین اور اتمام نعمت کو آیت مائدہ میں بیان کیا گیا ہے اس سے مراد فرائض و احکام اور حرام و حلال کی مکمل تفصیلات ہیں کہ آیت مائدہ کے بعد حلال و حرام کا حکم نازل نہیں ہوا اور جو آیات تذکیر و تحذیر اور پند و موعظت کے لئے نیز فکر آخرت اور اعمال کی جوابدہی کا احساس پیدا کرنے کے لئے نازل ہوئیں وہ سورۂ مائدہ کی اکمال دین والی آیت کے منافی نہیں ہیں، قرآن کریم کی پہلی اور آخری آیت کا حسن ربط دیکھئے کہ پہلی آیت میں قرآن کریم کے پڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا اور سب سے آخری آیت میں مقصد قرأت کو نہایت بلیغ انداز میں ذکر فرمایا

کہ قرأت اور تعلیم وتعلّم کا مقصد اصلی فکر آخرت اور اعمال کی جوابدہی کا احساس ہے۔

اللهم وفقنا لما تحب وترضى واجعل آخرتنا خيرا من الاولى

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موحد کے ہر کام کی ابتدا اللہ کے نام سے ہونی چاہیے کیونکہ مشرکین عرب اپنے اختراعی معبودوں کے نام سے باسم اللات والعزیٰ کہہ کر اپنے کام کی ابتدا کیا کرتے تھے۔

سورۂ فاتحہ

یہ سورۃ مکی ہے اس میں ایک رکوع سات آیتیں ۲۵ کلمات اور ایک سو تیس حروف ہیں نزول کے اعتبار سے یہ سورۃ پانچویں نمبر پر ہے اور ترتیب میں قرآن کی پہلی سورت ہے۔

لفظ سورۃ کی تحقیق:

لفظ سورۃ سور البلد (شہر کی چہار دیواری) سے ماخوذ ہے سورۃ قرآنی مرتبہ کے اعتبار سے سور البلد کی طرح بلند ہوتی ہے اس لئے اس کو سورۃ کہتے ہیں، اصطلاح میں سورۃ قرآن کے اس حصہ کو کہتے ہیں جس کے لئے اول و آخر ہے۔

لفظ آیت کی تحقیق:

آیت کے معنی علامت کے آتے ہیں قرآن کریم کی آیات جملہ کے پورا ہونے کی علامت ہیں اس لئے ان کو آیت کہتے ہیں اصطلاح میں کلمات قرآن کے

اس مجموعہ کو کہتے ہیں جو دوسرے سے جدا ہو۔

کسی سورۃ اور آیت کے مکی ہونے کا مطلب:

مکی سورتوں کی شناخت کے سلسلہ میں ڈاکٹر صبحی صالح لبنان کی کتاب ''علوم القرآن'' کے مطابق درج ذیل ہے جس کو انہوں نے فہم قرآن کا صحیح ذوق اور قرآنی علوم میں مہارت رکھنے والے علماء کی کتابوں سے اخذ کر کے لکھا ہے۔

۱:......جس سورۃ میں سجدہ ہو وہ مکی ہے۔

۲:......جس سورۃ میں لفظ کلا ہو وہ مکی ہے۔

۳:......جس سورۃ میں ''یا ایھا الناس'' ہو اور ''یا ایھا الذین آمنوا'' نہ ہو وہ مکی ہے مگر سورۃ حج اس سے مستثنیٰ ہے چونکہ اس کے آخر میں ''یا ایھا الذین آمنوا'' آ رہا ہے حالانکہ اکثر علماء کے نزدیک یہ سورۃ مکی ہے۔

۴:......جس سورۃ میں انبیاء علیہم السلام اور گزشتہ اقوام کے واقعات ہوں وہ مکی ہے مگر سورۃ بقرہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

۵:......جس سورۃ میں حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کا واقعہ ہو وہ مکی ہے مگر سورۂ بقرہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

۶:......وہ سورۃ جو حروف تہجی (مقطعات) مثلاً الٓمٓ الٓر' وغیرہ پر مشتمل ہو وہ مکی ہے مگر سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران اس سے مستثنیٰ ہیں۔

بعض حضرات نے مکی سورتوں کی اکثر علامات تحریر فرمائی ہیں جو اکثر و بیشتر مکی سورتوں میں پائی جاتی ہیں۔

۱:......مکی سورتوں اور آیتوں میں اکثر ایجاز و اختصار ہوتا ہے ان کا انداز

بیاں جوشیلا ہوتا ہے ان میں صوتی تجانس وتماثل پایا جاتا ہے۔

۲:......مکی سورتوں میں ایمان باللہ والیوم الآخر کی دعوت دی گئی ہے اور جنت وجہنم کی منظر کشی کی گئی ہے۔

۳:......مکی سورتوں میں اخلاق عالیہ اور نیکی پر قائم رہنے کی دعوت دی گئی ہے۔

۴:......مکی سورتوں میں مشرکین کے ساتھ جدل ونزاع اور ان کی کم عقلی کا اثبات کیا گیا ہے۔

۵:......عربوں کے اسلوب کے مطابق مکی سورتوں میں قسمیں کھائی گئی ہیں۔

سورۂ فاتحہ کا شان نزول:

کتاب دلائل میں بیہقیؒ نے اور واحدیؒ نے بطریق یونس ابن کبیر یہ روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جب میں تخلیہ میں ہوتا ہوں تو آواز غیب سنتا ہوں جس سے مجھ کو ایک دہشت معلوم ہوتی ہے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سن کر عرض کیا کہ آپ ابوبکر کو ساتھ لے کر ورقہ بن نوفل کے پاس جایئے اور اس واقعہ کو بیان کیجئے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے انہوں نے کہا کہ یا حضرت جب وہ آپ کو ہاتف غیبی ''یا محمدؐ! یا محمدؐ!'' کہہ کر پکارے تو آپ ٹھہر کر اس کی بات سنئے کہ وہ کیا کہتے ہیں، پس آپ نے ایسا ہی کیا کہ جب آواز آئی تو آپ نے کہا: لبیک! اس نے کہا کہ کہہ:

''بسم اللہ الرحمن الرحیم. الحمد للہ رب العالمین.''

کلام الٰہی کا تسلسل:

صاحب تفسیر ابن کثیرؒ نے بعض اسلاف کا قول لکھا ہے کہ پورے قرآن کا خلاصہ سورۂ فاتحہ اور سورۂ فاتحہ کا خلاصہ یا سر بسم اللہ اور بسم اللہ کے پورے کلمہ کی عظمت ذات واجب الوجود کے اسم گرامی اللہ میں مرکوز ہوگئی ہے بظاہر یہ بات ایک واعظانہ نکتہ معلوم ہوتی ہے لیکن یہ نکتہ بھی حقیقت سے بہت زیادہ قریب کرنے والا ہے۔

یہ بات فہم سلیم کے عین مطابق ہے کیونکہ اسم ذات کے ساتھ ''با'' کے اتصال نے یہ تعلیم دی ہے کہ جس طرح ''باء'' نے اپنے وجود کو ختم کر کے صرف ایک نقطہ کی صورت اختیار کرلی ہے، اسی طرح تمام موجودات خاص کر مکلفین کو چاہئے کہ وہ اپنے کو ذات باری کے اس درجہ قریب کرلیں کہ عجز و نیاز میں آخری منزل پر پہنچ جائیں اسی وقت ان کو رفعت اور کامیابی حاصل ہوگی، یہ سبق اللہ تعالیٰ کی حقیقی حمد و ثنا سے ملتا ہے اور حمد و ثنا کا منتہائے مقصود ہی یہ ہے کہ قولاً و فعلاً اللہ کی بارگاہ میں ہمہ وقت عجز و نیاز رہے۔

دوسری وجہ مناسبت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ کلام الٰہی کی قرأت میں کیونکہ قاری معنوی اعتبار سے وحی الٰہی سے متصل ہوجاتا ہے اور اس کا تعلق وحی الٰہی سے قائم ہوجاتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ اولاً ذات باری تعالیٰ کے تین اسم گرامی زبان سے ادا کر کے قرأت شروع کرے تاکہ اتنے بڑے تعلق میں برکت حاصل رہے اس برکت و تعلق میں استحکام پیدا کرنے کے لئے پہلے استعاذہ پڑھا جاتا ہے تاکہ بندہ خدا کی پناہ میں آکر خدا سے اپنا یہ تعلق قائم کرلے۔

سورة البقرہ

سورۂ بقرہ مدنی ہے یہ سورت نزول کے اعتبار سے ۸۷ نمبر پر ہے اس میں ۴۰ رکوع ۲۸۶ آیات ۶۰۲۱ کلمات اور ۲۵۰۰۰ حروف ہیں اس سورت کے اور بھی نام ہیں مثلاً فسطاۃ القرآن، سورۂ عظیمہ اور سنام القرآن، مکی سورتوں کی طرح مدنی سورتوں کی بھی بعض علامات اکثری اور بعض قطعی ہیں۔

مدنی سورتوں کی قطعی علامات:

ا:......جس سورۃ میں جہاد کی اجازت دی گئی ہو اور اس کے احکام پر روشنی ڈالی گئی وہ مدنی ہے۔

۲:......جس سورۃ میں حدود وفرائض کے احکام اور تمدنی اجتماعی اور ملکی حقوق وقوانین بیان کئے گئے ہوں وہ مدنی ہے۔

۳:......جس سورۃ میں منافقین کے عادات و اطوار پر روشنی ڈالی گئی ہو وہ مدنی ہے سورۃ عنکبوت اس سے مستثنیٰ ہے وہ اگرچہ مکی ہے مگر اس کی گیارھوں آیت مدنی ہے چونکہ اس میں منافقین کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔

۴:......اہل کتاب کے سات جدل ونزاع اور ان کو عدم غلو کی دعوت مدنی سورتوں کی خصوصیت ہے۔

مدنی سورتوں کی اکثری علامات:

ا:......مدنی آیتیں اور سورتیں زیادہ طویل ہیں ان کے انداز بیان میں سکون واطمینان کی جھلک نمایاں ہے۔

۲:......مدنی سورتوں میں دینی حقائق کے دلائل و براہین بیان کیے گئے ہیں، یہ موضوعی و اسلوبی خصوصیات خواہ قطعی ہوں یا اکثری اس بات کی آئینہ دار ہیں کہ اسلام نے اپنی دعوت کے پھیلانے میں کس قدر حکیمانہ تدریج سے کام لیا ہے یہ کسی طرح ممکن نہ تھا کہ اہل مدینہ کو اسی طرح مخاطب کیا جاتا جس طرح اہل مکہ کو کیا گیا تھا مکہ اور مدینے کے حالات وہاں کے سکونت پذیر لوگوں کے مزاج اور افتاد طبع اور مخاطبین کی ضروریات نیز اسلام کی روز افزوں ترقی مختلف اقوام سے سابقہ وغیرہ کے پیش نظر مکی اور مدنی آیتوں و سورتوں کی خصوصیات میں فرق ہونا ضروری تھا اس کے ساتھ یہ بھی جاننا فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ مکی اور مدنی ہونے کے علاوہ آیات و سورتوں کی دس قسمیں بیان کی گئی ہیں۔

۱:......حضری: یعنی حالت اقامت میں نازل ہونے والی آیتیں جو بکثرت ہیں۔

۲:......سفری: جو حالت سفر میں نازل ہوئی ہوں مثلاً: "واتخذوا من مقام ابراھیم مصلیٰ۔"

۳:......نہاری: جو دن میں نازل ہوئی ہوں چنانچہ قرآن کریم کا اکثر حصہ دن میں نازل ہوا۔

۴:......لیلی: یعنی رات میں نازل ہونے والی آیات مثلاً آیت تحویل قبلہ: "قد نریٰ تقلب وجھک فی السماء۔" الآیۃ

۵:......صیفی: شدید گرمی میں نازل ہونے والی مثلاً: "یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ۔"

۶:......شتائی: جو شدید سردی میں نازل ہوئیں مثلاً: "ان الذین جاؤوا

بالافک."

۷:.....فراشی: جو بستر پر نازل ہوئی ہوں مثلاً: "واللہ یعصمک من الناس."

۸:.....نومی: جو نیند اور غنودگی کی حالت میں نازل ہوئی ہو جیسے: "انا اعطیناک الکوثر."

۹:......ارضی: جو غار وغیرہ میں نازل ہوئی مثلاً سورۃ المرسلات۔

۱۰:......سمائی: آسمان و فضا میں نازل ہونے والی مثلاً سورۂ بقرہ کی آخری آیات اور سورۂ زخرف کی آخری آیت: "واسئل من ارسلنا من قبلک" الآیۃ۔

وجہ تسمیہ سورۂ بقرہ:

اس سورۂ بقرہ کا نام بقرہ ہے اور اس کو سورۂ عظیمہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ سورۃ قرآن پاک کی تمام سورتوں میں سب سے بڑی ہے اور شریعت اسلامیہ کے اکثر احکامات کو حاوی ہے۔

اس سورۃ کو بقرہ ایک خصوصی اور محیر العقول واقعہ کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔جس کا ذکر اس سورۃ کے آٹھویں رکوع میں ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک مقتول شخص کا پتہ ایک مخصوص گائے کو ذبح کرکے اس کے گوشت کے پارچہ کو اس کے جسم سے لگادیا گیا تو مقتول نے خود اپنی زبان سے قاتل کا پتہ بتادیا تھا۔

فائدہ:.....قرآنی سورتوں کے یہ اسماء مبارکہ وحی الٰہی کے ذریعہ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائے تھے یہ اسماء اس سورۃ میں مذکور کسی خاص اہمیت کو مشتمل ہوتے ہیں، یہ نہیں ہے کہ یہ اسماء ان سورتوں کا عنوان ہیں کہ جن کے

ذریعے ان کے مضامین کا پتہ چلتا ہے۔

بعض سورتوں کے شروع میں حروف مقطعات بھی آئے ہیں اور ان سورتوں کے نام انہیں حروف مقطعات پر رکھ دیے گئے ہیں مثلاً یٰسٓ، طٰہٰ، نٓ، قٓ، وغیرہ تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ ان حروف کی کتابت چونکہ اس سورۃ میں مذکور کسی خاص جانور کی طرح ہے مثلاً ''طــہ'' کی کتابت سانپ کی طرح، اس لئے کہ اس سورۃ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کے سانپ بن جانے کا قصہ ہے لہٰذا اس کا نام ''طــہ'' رکھدیا گیا، یہ فضول قسم کی دماغی پیداوار ہے جو لوگ ایسا کہتے ہیں وہ قرآن الٰہی سے کوسوں دور ہیں۔ واللہ اعلم!

زمانہ نزول سورۂ بقرۃ:

یہ سورۃ ۲ھ میں نازل ہوئی جس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت والی آیت اسی سورۃ میں ہے: ''یا ایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام'' (اے ایمان والوتم پر روزے فرض کئے گئے) یہ فرضیت غزوۂ بدر کے موقع پر ہوئی اور شعبان المعظم ۲ھ میں تحویل قبلہ کا حکم ہوا تحویل قبلہ کی آیت بھی اسی سورۃ میں ہے۔

سورۂ بقرۃ اور سورۂ فاتحہ کا ربط و تسلسل:

سورۂ فاتحہ میں ''ایاک نعبد وایاک نستعین. اھدنا الصراط المستقیم.'' میں مقصدی مضامین تھے سورۂ بقرہ اس کی تفصیل ہے۔

ا:.....قرآن پاک اسی صراط مستقیم کی ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے اس لئے ضروری ہے کہ صراط مستقیم کی مکمل نشاندہی کردی جائے اس لئے اس سورۃ کے

آخری دو رکوع میں نہایت تفصیل سے ملت ابراہیم یا امت مسلمہ کی علامات اور اس کی اتباع کی دعوت ہے۔

۲:.....سورۂ فاتحہ میں جس ہدایت کی درخواست کی گئی تھی اس سورۃ میں اس کی منظوری دے دی گئی ہے۔

شانِ نزول سورۂ بقرۃ:

مکی زندگی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف دو طرح کے لوگوں سے واسطہ رہا پورے موافق یا پورے مخالف، یعنی ظاہراً و باطناً اطاعت کرنے والے یا پھر کھلے بندوں مخالف اور دشمن، لیکن جب آپ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو ایک نئی اور بدترین جماعت یعنی منافقین سے سابقہ پڑا جو اکثر یہودی تھے اس جماعت کا سرکردہ لیڈر عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا جو پہلے سے اپنے اقتدار اور سرداری کے خواب دیکھ رہا تھا آپ کی تشریف آوری سے جب اس کی امیدوں پر پانی پھر گیا تو نہایت برہم ہوا، آخر کار مقابلہ کی طاقت نہ پا کر درپردہ جوش مخالفت میں اندھا ہو گیا۔

اس سورۃ میں جہاں مؤمنین اور کافرین کا ذکر کیا گیا ہے وہاں اس بدباطن دشمن اسلام فرقہ کی سازشوں کا پردہ بھی خوب چاک کیا گیا ہے اول رکوع میں دونوں جماعتوں کا بالاجمال تذکرہ ہے اور دوسرے رکوع کی تیرہ آیات میں منافقین کا ذکر ہے۔

سورۂ آلِ عمران

یہ سورۃ مدنی ہے ترتیب نزول میں ۸۹ نمبر پر ہے کل رکوع ۲۰، آیات ۲۰۰، کلمات ۳۵۴۳، حروف ۱۵۳۲۶ ہیں۔

ربط:

اس سورۃ کا ربط پہلی سورۃ کے ساتھ یہ ہے کہ پہلی سورۃ کو "فانصرنا علی القوم الکافرین" پر ختم کیا گیا ہے جس کا حاصل محاجہ لسانی وسنانی میں غلبہ کا سوال ہے اس پوری سورۃ کا حاصل بھی یہی مضمون ہے اہل کتاب کے ساتھ محاجہ کا اس سورۃ میں ذکر ہے جس کی ضرورت اس لئے پیش آئی تھی کہ ان کو اسلام کے بنیادی مسئلہ توحید میں اختلاف تھا یہی وجہ ہے کہ اس سورۃ کو توحید کے مضمون سے شروع فرمایا گیا۔

شان نزول:

ابن جریرؒ اور محمد ابن اسحٰقؒ وغیرہ محدثین نے روایت بیان کی ہے کہ نجران جو مدینہ طیبہ سے چند منزل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے وہاں سے ساٹھ افراد پر مشتمل نصاریٰ کی ایک جماعت (جن کا لاٹ پادری عبدالمسیح اور اس کا وزیر ایہم اور پوپ اعظم ابو حارثہ ابن علقمہ تھا اس کی شاہ روم کے یہاں بڑی عزت وتوقیر تھی اور کلیسائے عرب کی سیادت بھی اس کو حاصل تھی) مدینہ طیبہ میں آئی۔ راستہ میں ابو حارثہ کے خچر نے ایک ٹھوکر کھائی جس پر اس کا بھائی کرز کہنے لگا کہ جس آدمی کے پاس ہم جارہے ہیں وہ (العیاذ باللہ) بے برکت ہے لیکن ابو حارثہ نے اس پر خفگی کا اظہار کیا اور کہا واللہ وہ شخص جس کے پاس ہم جارہے ہیں وہ نبی ہے جس کی بشارت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توریت میں دی ہے اور حضرت مسیح بھی مصلوب ہونے کے وقت اس کی بشارت دے گئے حضرت مسیح اور یوحنا کے وقت سے اب تک ان کا انتظار تھا اس پر کرز نے کہا کہ پھر آپ اس کے دین کو کیوں نہیں قبول کر لیتے ابو حارثہ نے کہا کہ پھر بادشاہ

کا تقرب اور عزت و دولت سب ختم ہو جائے گا غرضیکہ یہ سب مناظرہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ وفد چونکہ (۱) الوہیت مسیح، (۲) ابنیت مسیح، (۳) تثلیث یعنی حضرت عیسیٰ کے خدا اور خدا کا بیٹا اور تین خدا ہونے کا قائل تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا کا بندہ ہونے پر دلائل قائم کرتے ہوئے فرمایا۔

ا:...... اللہ اس بات سے پاک ہے کہ وہ نو مہینے رحم مادر میں رہ کر خون سے پرورش پائے اور پیدا ہونے کے بعد کھائے اور پئے اور نصاریٰ کے قول کے مطابق سولی پر لٹکایا جائے اور تڑپ تڑپ کر جان دیدے۔

۲:...... باپ اور بیٹے میں مماثلت ہونی چاہئے حالانکہ خدا کے مماثل کوئی چیز نہیں۔

۳:...... دلائل واضحہ کے بعد اگر اب بھی دل میں کچھ کھٹک ہو تو میں مباہلہ کے لئے تیار ہوں، غرضیکہ جب لاجواب ہو کر انہوں نے مہلت مانگی اور دل میں کہنے لگے کہ یہ شخص بلاشبہ اللہ کا رسول ہے اور مباہلہ کا انجام ہمارے حق میں تباہ کن ہوگا، چنانچہ انہوں نے آپ سے ایک معتد بہ مقدار جزیہ پر صلح کر لی، اس سلسلہ میں سورۃ کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں جن میں توحید خداوندی کا اثبات ہے۔

فائدہ:

مباہلہ کا بیان قرآن کریم کی آیات: "قل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم" میں ہے جس کا طریق یہ ہے کہ فریقین کسی جگہ پر اپنی اولاد اور ازواج کے ساتھ جمع ہو جائیں اور یوں دعا کریں کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو یہ حق و

باطل کے درمیان فیصلہ کا ایک معجزانہ طریق تھا اگر وہ لوگ مباہلہ کرتے تو سب کے سب ہلاک ہو جاتے۔

سورۃ النساء

یہ قرآن کریم کی چوتھی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۹۲ نمبر پر ہے اس سورۃ میں کل رکوع ۲۴، آیات ۱۷۶ کلمات، ۳۷۲۰، اور حروف ۱۶۶۶۷ ہیں یہ سورۃ مدنی ہے۔

ربط اول:

سورۂ نساء کا سورۂ آل عمران کے ساتھ ربط یہ ہے کہ سورۂ آل عمران کو مضمون تقویٰ پر ختم کیا گیا تھا اور اس سورۃ کو مضمون تقویٰ سے شروع کیا جا رہا ہے لیکن پہلی سورۃ میں تقویٰ کا محمل مخالفین کے معاملات تھے اس سورۃ میں ان کے علاوہ باہمی معاملات بھی ہیں۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۂ میں چونکہ عورتوں کے احکام نکاح و توریث وغیرہ زیادہ مذکور ہیں اس لئے اسی مناسبت سے اس کا نام سورۂ نساء مشہور ہو گیا۔

ربط ثانی:

سورۂ آل عمران میں زیادہ تر جہاد فی سبیل اللہ کے احکام، مسائل فضائل اور مخالفین ملت اسلامیہ کے مبدأ معاد ذات و صفات کی بابت شکوک و شبہات کا جواب اور عالم آخرت کے دلائل وغیرہ ذکر فرمائے گئے جن سے قوام ملت آسمانی اور تقویت

مذہب رحمانی ہوجائے اس کے بعد فیض الہام کا جو جوش اس بات کا مقتضی ہوا کہ مکلفین کے لئے وہ احکام بھی بیان ہوجاویں جو ان کے معاملات کا پورا دستور العمل رہیں اور ان باتوں کا معین کرنا بھی قوت بشریہ سے باہر تھا اس لئے اس سورۃ میں بہت سے احکام بیان ہوئے خصوصاً سب سے اول یتیموں کی پرورش اوران کے مال کی حفاظت اور ان کے حقوق کی رعایت اور ان پر رحم کے مسائل بیان ہوئے پھر وراثت وغیرہ کے متعلق جن کا سلسلہ موت سے متعلق ہے چونکہ عرب کی جہالت اور وحشت ابھی ابھی دور ہوئی تھی اور ان کا درندہ پن تھوڑے ہی دن سے رخصت ہوا تھا اس لئے ان احکام پر برداشت کرنے کے لئے سب سے پہلے آیت "یا ایھا الناس اتقوا ربکم" (الآیۃ) نازل فرما کر اللہ سے ڈرنے کی دوبارتا کید فرمائی ایک مرتبہ یوں فرمایا تم اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کردیا پھر اس سے اس کی بیوی پیدا کر کے ان سے بہت سے مرد وعورت زمین پر پھیلا دیئے۔ دوسری جگہ فرمایا اللہ سے ڈرو جس کا نام لے کر اور اس کا واسطہ دے کر لوگوں سے سوال کیا کرتے ہو جب تم اس کے واسطہ سے کام لیتے ہو تو اس کا کہنا مانو۔

سورۃ مائدہ

یہ سورۃ قرآن کریم کی پانچویں سورۃ ہے ترتیب نزول کے اعتبار سے یہ ۱۱۲ نمبر پر ہے اس سورۃ میں کل رکوع ۱۶، آیت ۱۲۰، کلمات ۲۸۴۲، اور حروف ۱۲۴۶۴ ہیں۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کا نام مائدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر مائدہ یعنی دسترخوان یا نعمت

نازل ہونے کے بیان کی مناسبت سے رکھا گیا۔

رابط:

سورۂ نساء کے ختم پر فرمایا گیا تھا کہ اللہ جل شانہ تم سے احکام کو بیان کرتے ہیں تا کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ ہر شئے سے واقف ہے اس سورۃ میں اسی وعدہ کا ایفاء ہے نیز سورۂ نساء میں زیادہ تر ان معاملات کے احکام کا بیان تھا جن کی زیادہ ضرورت تھی، اس سورۃ میں کھانے پینے اور حلال وحرام چیزوں کے متعلق احکام بیان کرنا بھی عین حکمت تھا اور حلال و حرام چیزوں کا بیان کرنا گویا تعریض کرنا ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سب ناپاک چیزوں کو حلال بتا کر انبیاء علیہم السلام کی شریعت کو درہم برہم کیا ہے اور فطرت الٰہی کو محرف کر دیا ہے۔

سورۂ انعام

یہ قرآن کریم کی چھٹی سورۃ ہے ترتیب نزول میں ۵۵ نمبر پر ہے جس میں ۲۰ رکوع ۱۶۵ آیات، ۳۱۰۰ کلمات اور کل ۱۲۹۳۵ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے یہ وہ سورۃ ہے جو سب کی سب یک بار نازل ہوئی سورۂ بقرہ، سورۂ نساء اور مائدہ تو مدینہ آنے کے بعد اور یہ سورۃ ان سے پہلے مکہ میں نازل ہو چکی تھی۔

ربط و خلاصۂ سورۃ:

اس سورۃ کا پہلی سورۃ کے ساتھ ربط یہ ہے کہ سورۂ مائدہ کے ختم پر شرک کا ابطال توحید کا اثبات مع دلائل ذکر کیا گیا تھا اس سورۃ کے شروع میں بھی یہی مضامین مذکور ہیں مکہ میں مشرکین عرب کے مقابلہ میں خدا کا وجود ان صفات قاہرہ کے ساتھ

...

بیان ہوتا تھا جن سے تمام عالم میں اسی کا قبضہ وتصرف ثابت ہو نیز مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کے جو منکر تھے ان کے مقابلہ میں حشر ونشر کا اثبات کیا جاتا تھا، اور جو لوگ خدا تعالیٰ کے وجود کے منکر تھے صرف دہر کو پیدا کرنے والا اور فنا کرنے والا جانتے تھے ان کے مقابلہ میں خدا کا وجود اس کے آثار قدرت وحیرت کو نشانیوں سے ثابت کیا جاتا ہے اور نیز عرب یا مکہ کے مشرکین کو جو اپنی دولت و راحت پر گھمنڈ تھا اور باوجود اس کذب و بدکاری کے خدا کے عذاب سے کچھ ڈر نہ تھا ان کے لئے پہلی قوموں کی ثروت وقدرت اور پھر آیات الٰہی کے انکار کی وجہ سے ان کی ہلاکت بیان کی جاتی تھی چنانچہ اس سورۃ میں انہیں مضامین کی رعایت ہے اور یہی منصب الہام کا فرض ہے کہ جس خرابی کو دیکھے اس کی اصلاح کی تدبیر کرے چنانچہ الحمد للہ الذی سے والنور تک امر اول کا اثبات ہے اور مشرکوں پر طعن کیا جاتا ہے کہ باوجودیکہ زمین وآسمان اور نور وظلمت کا خالق خدا کو جانتے ہیں مگر پھر بھی اس کے ساتھ بتوں اور خیالی معبودوں کو اس کے برابر کردیتے ہیں، ھو الذی سے اپنا حشر پر قادر ہونا بیان فرمایا کہ جس نے اول بار تم کو مٹی سے پیدا کیا، کیا وہ دوبارہ زندہ نہیں کرسکتا پھر شک کیسا؟ وھو اللہ سے تیسری بات کا ثبوت ہے کہ دہر اور افلاک خود اس کے حکم کے مسخر ہیں تم ان میں شب و روز اس کے تصرف دیکھتے ہو اگر یہ اللہ کا فعل نہیں تو اور کس کا ہے؟ "وما یاتیھم" سے چوتھی بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان سے پہلے لوگ بھی ایسا کرچکے ہیں پھر ان کی تو ہستی کیا ہے ہم نے ان کو غارت کردیا اور ان کی جگہ اور قومیں پیدا کردیں ان امور کے بعد دوسرے مضامین تفصیل کے ساتھ ذکر فرمائے گئے ہیں۔

سورۂ اعراف

یہ قرآن کریم کی ساتویں سورۃ ہے نزول کے اعتبار سے ۳۹ نمبر پر ہے اس سورۃ میں کل رکوع ۲۴ آیات ۲۰۶ تعداد کلمات ۳۳۸۷ اور حروف ۱۴۶۳۵ ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

ربط:

سورۂ انعام کے آخر میں آیت کریمہ: "قل اننی ھدانی ربی الیٰ صراط مستقیم" سے دین حق کی تعیین فرمائی گئی اس سورۃ میں "کتاب انزل" سے آخرت کے معاملات کا بیان ہے ایسے ہی پہلی سورۃ میں "وھو الذی جعلکم خلئف الارض" سے آخر آیت تک آخرت کے ثواب و عذاب کی ترغیب و ترہیب تھی اس سورۃ میں "فلنسئلن" سے آخرت کے ثواب کا ذکر فریا گیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ فیض مبداء فیاض جوش زن ہے عرب کی قوت روحانی جو عرصہ سے مردہ ہوگئی تھی آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام سے حرکت میں آرہی ہے گھر گھر چرچے ہو رہے ہیں مکہ میں کھلبلی مچی ہوئی ہے ایسی حالت میں لگاتار ہدایت افزا مضامین کا مینھ برسانا اور اس سورۃ کا نازل ہونا نفوش بشریہ کو حرکت دینا ہے۔

خلاصہ سورۃ:

چنانچہ اس سورۃ میں مبداء و معاد کی تشریح اور دنیا کی بے ثباتی اور عالم قدس کے نازو نعم کی عکسی تصویر کھینچی گئی ہے اور "کتاب انزل" سے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت عامہ کے لئے ابھارا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ پر

قرآن نازل کیا ہے آپ اس بات سے دل تنگ نہ ہوں کہ آپ اس سے لوگوں کو متنبہ کریں اور بدکاروں کو ڈراویں اور ایمانداروں کے لئے اس سے نصیحت حاصل ہو یعنی آپ تبلیغ دعوت عامہ میں کچھ دل تنگی نہ پاویں بنی پاک علیہ السلام کو تبلیغ کی تاکید فرما کر آگے "اتبعوا" سے لوگوں کو اس کی تعمیل پر مامور کیا۔

سورۂ انفال

تلاوت کے اعتبار سے یہ قرآن کریم کی آٹھویں سورۃ ہے نزول کے اعتبار سے ۸۸ نمبر پر ہے جس میں کل رکوع ۱۰ آیات ۷۵ تعداد کلمات ۱۲۵۳ اور حروف ۵۵۲۲ ہیں یہ سورۃ مدنی ہے۔

ربط:

اس سے قبل سورۂ اعراف میں زیادہ تر مشرکین کے اور کسی قدر اہل کتاب کے کفر وفساد کا ذکر تھا اس سورۃ میں ان پر غزوۂ بدر وغیرہ واقعات میں جو وہاں انعام نازل ہوا اس کی تفصیل ہے۔

وجہ تسمیہ:

انفال نفل کی جمع ہے نفل اور نافلہ اس چیز کو کہتے ہیں جو اصل پر زائد چیز حاصل ہو مال غنیمت کو اس لئے انفال کہتے ہیں کہ وہ برخلاف اور امتوں کے اس امت کے لئے ایک نفع کی بات ثواب جہاد سے زائد (جو اصل ہے) حلال ہے، جو اور امتوں کے لئے حلال نہ تھا۔ نماز نفل کو بھی اس لئے نفل کہتے ہیں کہ وہ فرض سے زائد بات ہے اسی طرح جو مال جنگ میں سردار سپاہ اسلام کو بطور انعام ملتا ہے اس کو

بھی نفل کہتے ہیں اس جگہ مراد مال غنیمت ہے جو کفار سے مقابلہ کے بعد لیا جاتا ہے۔

شان نزول:

(۱) جب جنگ بدر میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور مشرکین کا مال مسلمانوں کے قبضہ میں آیا تو اس کی تقسیم میں لوگوں کا اختلاف ہوا جوانوں نے کہا کہ ہمارا حق ہے ہم ہی نے شکست دی ہے بوڑھوں نے کہا ہمارا حق ہے ہم ہی تمہاری پشت پر تھے لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ م سے پوچھا تب یہ سورۃ نازل ہوئی اس میں غنیمت اللہ اور رسول کے لئے قرار پائی یعنی غنیمت اللہ کا مال ہے جس طرح وہ رسول کو تعلیم کرے تقسیم کرے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو برابر برابر تقسیم فرما دیا۔

(۲) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جنگ بدر میں میرا بھائی عمیر قتل کر دیا گیا تھا تو میں نے بھی سعید ابن العاص کو قتل کر دیا اور اس کی تلوار لی جس کا نام ''ذوالکتیفہ'' تھا اس کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مال مقبوضہ کے ذخیرہ میں ڈال آؤ یہ سن کر میرے دل کی کیا حالت تھی اس کو خدا ہی جانتا ہے کہ ایک تو بھائی کا قتل دوسرے جو کچھ میں نے چھینا تھا (تلوار) وہ بھی مجھ سے لے لیا گیا لیکن میں تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ سورۂ انفال کی یہ آیتیں اتریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلا کر فرمایا جاؤ اپنا چھینا ہوا مال لے لو۔

(۳) ابو داؤد، ترمذی، نسائی حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بدر کے روز ایک تلوار پیش کر کے عرض کیا کہ مجھے ہبہ کر دیجئے آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ یہ تلوار نہ تیری ہے نہ میری یہ سن کر مجھے رنج ہوا پھر آپ نے مجھے بلا کر فرمایا کہ اس وقت تو وہ تلوار کسی کی نہ تھی لیکن اب میری ہے اس لئے میں تمہیں دیتا ہوں، چنانچہ اللہ جل شانہ نے فرمایا اے رسول یہ لوگ آپ سے مال غنیمت کا حکم دریافت کرتے ہیں کہہ دیجئے کہ مال غنیمت تو اللہ اور رسول کا ہے سو اللہ سے ڈرو آپس میں سلوک رکھو غنیمت پر جھگڑا نہ مچاؤ ہر بات میں اللہ اور اس کے رسول کا کہا مانو اگر ایمان رکھتے ہو پھر آگے حقیقی ایمان والوں کا وصف بیان فرمایا کہ ان میں یہ پانچ باتیں ہوتی ہیں۔

اول: جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو محبت اور خوف کے مارے ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔

دوم: جب اس کی آیتیں ان کو سنائی جاتی ہیں تو سن کر ان کا ایمان اور مستحکم ہو جاتا ہے۔

سوم: وہ ہر معاملہ میں اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں، یہ تینوں اوصاف قوت نظریہ سے متعلق ہیں۔

چہارم: نماز پڑھتے ہیں۔

پنجم: اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ کرتے ہیں۔

سورۂ توبہ

یہ قرآن کریم کی نویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۱۱۳ نمبر پر ہے کل رکوع ۱۶ آیات ۱۲۹ کل کلمات ۲۵۳۷ اور حروف کل ۱۱۳۶۰ ہیں یہ سورۃ مدنی ہے۔

رابط:

اس سورۃ میں چند غزوات اور چند واقعات کہ حکماً وہ بھی غزوات ہیں مذکور ہیں۔

اعلان نقض عہد بقبائل عرب، فتح مکہ، غزوۂ حنین، اخراج کفار از حرم، غزوہ تبوک اور انہیں آیتوں کے ضمن میں تبعاً واقعہ ہجرت اور سورۃ سابقہ میں اکثر بدر کے اور کچھ قریظہ کے واقعات تھے پس دونوں سورتوں میں ربط ظاہر ہے۔

سورۃ کے شروع میں بسم اللہ نہ ہونے کی وجہ:

اس میں پانچ قول ہیں

ا:...... اس سورۃ کے شروع میں بسم اللہ نازل نہیں ہوئی جیسا کہ مفسر علام صاحب جلالین نے ذکر فرمایا ہے۔

۲:......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اس کا کیا باعث ہے کہ آپ حضرات نے انفال کو جو کہ مثانی سے ہے اور برأت کو جو کہ مئین سے ہے ترتیب قرآنی میں پاس پاس رکھا ہے اور دونوں کے بیچ میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھی اور انفال کو سبع طوال میں رکھ دیا اس کا کیا باعث ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک زمانہ میں کئی کئی سورتوں کا نزول ہوتا رہتا تھا جب کوئی آیت نازل ہوتی آپ کسی کاتب کو بلا کر فرماتے کہ اس آیت کو فلاں سورۃ میں رکھ دو، انفال ان سورتوں میں سے تھی جو مدینہ میں اول اول نازل ہوئیں اور برأت آخر قرآن سے تھی اور دونوں کا مضمون ملتا جلتا تھا میں سمجھا کہ یہ اسی کا جز ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات

ہوگئی اور آپ نے اس کی تصریح نہ فرمائی اس لئے میں نے دونوں کو پاس پاس رکھ دیا اور بیچ میں بسم اللہ نہیں لکھی اور انفال کو سبع طوال میں رکھ دیا۔

فائدہ:......قرآن کی ترتیب میں اس امر کی اکثر رعایت رکھی گئی ہے کہ بڑی بڑی سورتیں شروع میں ہیں اور ان سے چھوٹی ان کے بعد اور سب سے چھوٹی آخر میں اور مئیں وہ سورتیں کہلاتی ہیں جن میں سو آیتوں سے زیادہ ہوں سورۂ بقرہ سے سورۃ برأت کے بعد تک سوائے سورۂ انفال کے سب سورتوں میں سو آیتوں سے زائد ہیں اور سورۂ یوسف کے بعد کی اکثر سورتوں میں سو سے کم آیتیں ہیں یہ سورتیں مثانی کہلاتی ہیں اور شروع کی سات سورتیں سورۂ بقرہ سے سورۂ انفال تک سبع طوال کہلاتی ہیں۔

۳:...... چونکہ اس سورۃ میں کفار کے نقض عہد اور منافقین کی رسوائی کا بیان ہے اس لئے گویا یہ سورۂ عذاب ہے جس کے ساتھ بسم اللہ کا جوڑ نہیں چونکہ اس میں رحمت کا بیان ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بسم اللہ امان ہے اور یہ سورۃ رفع امان کے لئے آئی ہے مگر اس کو علت نہیں کہا جاسکتا بلکہ یہ بطور نکتہ کے ایک حکمت ہے اور رحمت و عذاب میں مناسبت نہیں ہے اس لئے اس سورۃ کو سورہ الناصحہ اور سورۃ العذاب اور سورۃ التوبہ وغیرہ ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔

۴:...... اس امر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف تھا کہ سورۂ انفال اور سورۂ توبہ دونوں ایک ہیں یا الگ الگ دو سورتیں ایک سورۃ ہونے کے خیال سے بسم اللہ نہیں لکھی گئی اور دو سورتوں کے خیال سے خالی جگہ چھوڑ دی گئی۔

۵:...... اس وقت کے جنگی اصول اور رواج کے مطابق ایسا کیا گیا کہ اس سورۃ کے شروع میں بسم اللہ نہیں لکھی گئی کیونکہ نقض عہد کے وقت مراسلت کی صورت

میں بسم اللہ نہیں لکھی جاتی تھی یہاں بھی مشرکین کے عہد کو توڑنے کی وجہ سے ایسا کیا گیا۔

۶:...... مشہور قول یہ ہے کہ اس سورۃ کا اول حصہ منسوخ التلاوت ہوگیا اس کے ساتھ بسم اللہ لکھی ہوئی تھی، جو ساقط ہوگئی مگر اس قول کو صاحب تیسیر وغیرہ حضرات نے پسند نہیں فرمایا ہے۔

سورۃ یونس

یہ قرآن کریم کی دسویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اکیاون (۵۱) نمبر پر ہے اس سورۃ میں کل رکوع ۱۱ تعداد آیات ۱۰۹ کلمات ۱۸۶۱ حروف ۷۷ ۳۲ یہ سورۃ مکی ہے۔

ربط:

سورۃ یونس کا سورۃ توبہ کے ساتھ ربط یہ ہے کہ پہلے سے توحید و رسالت حقانیت قرآن اور قیامت کا اثبات کیا جا رہا ہے بعض تہدیدی قصے بیان فرمائے گئے اس سورۃ کا حاصل بھی یہی چند مضامین ہیں اول اثبات توحید ثانی اثبات رسالت ثالث اثبات قرآن رابع اثبات معاد خامس تہدید، بعض قصص، اور مضمون اول کے ضمن میں ابطال شرک ثانی کے ضمن میں اس کے متعلق بعض شبہات کا جواب ثالث کے ضمن میں اس کی تکذیب پر اور رابع کے ضمن میں جزا و سزا، اور فنا، دنیا کا بیان اور مضمون خامس کے ضمن میں بعض شبہات کا جواب اور آپ کی تسلی مذکور ہے یہ سب مضامین کفار کے ساتھ محاجہ میں ذکر فرمائے گئے، اس سے پہلی سورۃ میں بھی انہی سے محاجہ تھا فرق صرف یہ ہے کہ وہاں محاجہ سنانی کا ذکر ہے اور یہاں محاجہ لسانی کا، نیز

وہاں کفار کے مختلف فرقوں سے تھا اور یہاں صرف مشرکین سے، چنانچہ آیات میں غور کرنے سے یہ سب امور ظاہر ہو سکتے ہیں اس بیان سے دونوں سورتوں اور اس سورۃ کے اخیر میں بھی تناسب وارتباط ظاہر ہو گیا۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ میں چونکہ حضرت یونس علیہ السلام کا عبرت انگیز قصہ ہے اس لئے یہ سورۃ صحابہ میں سورۂ یونس کے نام سے نامزد ہو گئی۔

شان نزول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کی بعثت کے وقت عام طور پر اہل عرب نے انکار کیا کہ اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے شخص کو رسول بنانے سے بلند و بالا ہے (العیاذ باللہ) اس پر آیت "اکان للناس عجبا" اور "وما ارسلنا قبلک الا رجالا" آیات نازل ہوئیں یعنی کفار جو تعجب کرتے ہیں اس پر اللہ پاک فرماتا ہے کہ اس میں تعجب کی کونسی بات ہے کہ پیغمبر انسانوں کی جنس میں سے ہو اور یہ کونسے تعجب کی بات ہے کہ اگر تمہیں میں سے کسی پر وحی بھیجی گئی اور اسے پیغمبر بنادیا گیا، اس پر وہ لوگ کہنے لگے کہ اگر انسان ہی کو نبی بنانا تھا تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے علاوہ دوسرے لوگ زیادہ موزوں اور مناسب ہیں۔ اور یوں کہا: "وقالوا لولا انزل ھذا القران علی رجل من القریتین عظیم" یعنی مکہ میں ولید بن مغیرہ اور طائف میں عروہ بن مسعود ثقفی یہ دونوں زیادہ حقدار ہیں نبوت کے، اس کے جواب میں حق تعالیٰ نے فرمایا: "اھم یقسمون رحمۃ ربک" کہ کیا وہ اپنے رب کی رحمت کی خود تقسیم کرتے ہیں (جب کہ یہ ہمارا کام ہے) ہم جسے چاہیں نبی بنائیں۔

سورۃ ہود

یہ قرآن کریم کی گیارہوں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۵۲ نمبر پر ہے جس میں ۱۰ رکوع آیات ۱۲۳ اور کلمات ۱۹۳۶ اور کل حروف ۷۹۲۴ ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

ربط:

سورۃ ہود کا سورۃ یونس کے ساتھ ربط یہ ہے کہ سورۃ یونس میں الوہیت و حقانیت قرآن و رسول اور کفر کا بطلان اور اس پر وعید کا بیان تھا اور سورۃ ہود میں کفار کا ہلاک ہونا اور مومنین کا نجات پانا اور دونوں کے لئے وعدہ اور وعید کا ذکر ہے۔

خلاصہ سورۃ ہود:

اس سورۃ کے مضامین کا خلاصہ یہ ہے کہ (۱) اس میں رسالت و توحید کا ذکر ہے اور اس کے ضمن میں ایمان پر خیر دارین کا وعدہ اور اعراض پر عذاب کی وعید اور اس کی مناسبت سے بعث کا ذکر اور نزول عذاب کے بارے میں ان کا منشاء اشتباہ کہ تاخیر عذاب ہے اور انسان کی ایک اکثری جبلی خصلت سے اس اشتباہ کی تقریر "ولئن اذقنا الانسان" الخ میں (۲) ان کے انکار رسالت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دل تنگی پر تسلی (۳) قرآن پر جو وہ شبہ کرتے تھے اس کا جواب (۴) استحقاق عذاب کے متعلق ان کے ایک زعم باطل کا ابطال (۵) مومنین کی فضیلت اور کفار کی بدانجامی پھر دونوں کے تفاوت کی ایک مثال (۶) ان سب مضامین کی تقریر و تائید کے لئے چند قصص جن سے توحید و رسالت اور وقوع وعید اور مومنین کی فلاح اور منکرین کا خسارہ سب ثابت

ہوتا ہے پھر قصص کے بعد ان پر وعید کی تفریع اور اس میں قیامت کی جزا وسزا اور وعید میں سب مشرکین کا اشتراک (۷) منکرین کے خلاف کا پہلے سے چلا آنا آپ کی تسلی کے لئے اور اس کے ضمن میں تاخیر عذاب کی حکمت جس کا ذکر اول سورۃ میں ان کی منشاء اشتباہ کی تقریر میں آیا تھا اور پھر اس عذاب کا اپنے وقت پر واقع ہونا (۸) ان کفار سے اعراض کر کے اہل ایمان کو اپنے کام میں لگے رہنے کا حکم (۹) استقامت وقطع موالاۃ کفار واقامت صلوٰۃ وصبر کا حکم (۱۰) عبرت کے واسطے امم سابقہ مہلکہ کا اجمالی حال اور اس کا ظاہری سبب اجرام اور حقیقی سبب یعنی مشیت وحکمت (۱۱) ذکر قصص کی بعض حکمتیں (۱۲) کفار سے آخری کلام کہ اگر نہیں مانتے تو جس حال میں چاہو رہو خود نتیجہ دیکھ لو گے اور اس کی تقریر کے لئے اللہ تعالیٰ کا عالم الغیب ومرجع کل امور اور ان کے اعمال پر مطلع ہونا اور اس کے ضمن میں عبادت اور توکل کا وجوب کہ مناسب مقام ہے یہ سب مضامین نہایت ترتیب وتہذیب کے ساتھ مذکور ہیں اور ان کا باہمی تناسب اور سابقہ کے مضامین سے تقارب ظاہر ہے بالخصوص سورۂ ہذا کا آغاز اور سورۂ سابقہ کا انجام تو ہمہ تن متحد ہے اس لئے کہ دونوں میں توحید ورسالت کا اثبات ہے واللہ اعلم!

فضائل:

۱:...... حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سورۂ ہود کو پڑھے گا اس کو ان لوگوں کی تعداد سے دس گنا ثواب ملے جنہوں نے حضرت نوح، ہود، شعیب، صالح، لوط اور ابراہیم علیہم السلام کی تصدیق یا تکذیب کی ہوگی۔

۲:...... حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ کو کس چیز نے بوڑھا بنا دیا آپ نے فرمایا کہ سورۂ ہود اور سورۂ واقعہ، ''عم یتسائلون'' اور ''اذا الشمس کورت'' نے۔

سورۂ یوسف

یہ قرآن کریم کی بارہویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۵۳ نمبر پر ہے اس سورۃ میں کل رکوع ۱۲ آیات ۱۱۱ کلمات ۱۸۰۸ اور کل حروف ۷۱۶۶ ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

ربط:

پہلی سورۃ میں اللہ عزوجل نے ''وکلا نقص علیک'' الآیۃ سے قصوں کی حکمت کا بیان کیا تھا اسی حکمت کے پیش نظر تقریباً اس پوری سورۃ میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا گیا ہے جس طرح پہلے قصوں سے آپ کو تسلی دینا مقصود تھا ایسے ہی اس قصہ سے بھی آپ کو تسلی دی جارہی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی طرح آپ کے بھائی برادر بھی ناکام رہیں گے اور آپ ہر طرح منصور مظفر ہوں گے۔

شان نزول:

۱:...... درمنثور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ ہم کو کوئی قصہ سنادیں تو خوب ہو اس پر یہ قصہ نازل ہوا۔

۲:...... خازن میں بروایت ضحاک ابن عباس رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ یہود نے آپ سے یہ قصہ امتحاناً پوچھا اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

خلاصہ سورۂ یوسف:

(۱) یہ سورۃ تمام تر مشتمل ہے حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ پر اور قصہ کے آغاز سے پہلے قرآن کی حقیقت جس میں یہ قصہ بیان ہوا۔(۲) قصہ کے ختم کے بعد اولاً توحید کا مضمون اور اس کے اخلال پر وعید۔(۳) رسالت کی بحث اور منکرین کی بدانجامی کی اجمالی حکایت۔(۴) ایسی حکایات اور قصص کا موجب عبرت ہونا۔

قصہ یوسف کے احسن القصص ہونے کی وجہ:

اس قصہ کو احسن القصص کیوں فرمایا اس کی وجہ روح المعانی میں مختصر الفاظ میں یہ لکھی ہے کہ یہ قصہ ان امور پر مشتمل ہے۔(۱) حسد و محسود (۲) مالک و مملوک (۳) شاہد و مشہود (۴) عاشق و معشوق (۵) قید و رہائی (۶) قحط و خوشحالی (۷) گناہ اور عفو (۸) فراق و وصال (۹) بیماری وصحت (۱۰) حل و ارتحال (۱۱) عزت و ذلت۔

قصہ کے نتائج:

(۱) قضاء و قدر کا کوئی دافع و مانع نہیں ہے (۲) خدا جس کو کوئی چیز پہنچانا چاہیں تو کوئی روک نہیں سکتا (۳) حسد سے حاسد ہی کو نقصان و خزلان ہوتا ہے (۴) صبر کشادگی کی کنجی ہے (۵) تدبیر کرنا عقل کی بات ہے (۶) اصلاح امور معاش میں عقل کام کی چیز ہے۔

فائدہ:

یہ قصہ اس سورۃ میں بالاستیعاب بیان کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ صحابہؓ کی درخواست پر نازل ہوا اس لئے بسط وتمام کے ساتھ بیان کیا گیا تا کہ صحابہ کا مقصود حاصل ہو جائے اور صحابہ کو راحت و سیری حاصل ہو۔

نیز اس قصہ کو دوسرے قصوں کی طرح مکرر نہیں ذکر کیا گیا چونکہ دوسرے قصوں میں استیعاب نہیں ہے اس لئے ہر ہر مقام کے مناسب مختلف فوائد کے لئے کچھ کچھ اجزاء لائے گئے بخلاف اس قصہ کے کہ سب اجزاء اور فوائد ایک جگہ مجتمع کر دیے گئے اس لئے اس میں تکرار نہیں ہے، واللہ اعلم!

سورۂ رعد

یہ قرآن کریم کی تیرہویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۹۶ نمبر پر ہے جس میں کل رکوع ۶ آیات ۴۳ اور کلمات ۸۶۲ کل حروف ۳۶۱۴ ہیں یہ سورۃ مدنی ہے۔

ربط:

سورۂ یوسف کے آخر میں توحید و رسالت اور رسالت سے متعلق شبہات کا جواب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی اور قرآن پاک کی حقانیت اور وعد وعید کے مضامین کا بیان تھا اس سورۃ میں بھی یہی مضامین ہیں فرق صرف اجمال وتفصیل کا ہے۔

سورۃ ابراہیم

یہ قرآن کریم کی چودھویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۷۲ نمبر پر ہے اس سورۃ میں کل رکوع ۷ آیات ۵۲ کلمات ۸۴۵ اور حروف ۳۶۰۱ ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

ربط:

سورۃ رعد کا اختتام رسالت کی بحث پر ہوا تھا اور سورۃ ابراہیم کی ابتداء بھی مضمون رسالت سے ہے جس سے دونوں سورتوں میں مناسبت ظاہر ہے۔

خلاصہ سورۃ ابراہیم:

(۱) رسالت کی بحث جس سے سورۃ کا آغاز ہو رہا ہے (۲) کفار کی سزا کا بیان جس کو "من ورائه جهنم" سے ذکر فرمایا گیا ہے۔ (۳) مومنین کی جزا کا بیان "وادخل الذين امنوا" سے کیا گیا ہے یہ دونوں مضمون معاد سے متعلق ہیں (۴) توحید کا بیان "الم تر كيف ضرب الله" الایۃ سے کیا گیا ہے اور اسی کی تقریر کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ ذکر فرمایا گیا ہے۔ (۵) "لا تحسبن الله غافلا عما يعمل الظالمون" سے پھر مضمون معاد کی طرف عود کیا گیا ہے اور سورۃ کے ختم کی آیت ان سب مضامین کی جامع ہے، مضامین مذکورہ سورۃ رسالت، معاد، توحید میں مناسبت ظاہر ہے۔

سورۃ الحجر

یہ قرآن کریم کی پندرھویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۵۴ نمبر

پر ہے جس میں کل ۶ رکوع ۹۹ آیات ۶۶۳ کلمات اور ۲۹۰۷ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ میں جو ملک شام اور مدینہ طیبہ کے درمیان ایک وادی ہے وہاں کے رہنے والوں کی ہلاکت کو بیان فرمایا گیا ہے جو ایک عبرتناک قصہ ہے یعنی قوم ثمود کا حال اس لئے یہ سورۃ اس نام سے موسوم ہوئی۔

ربط:

سورۃ ابراہیم کے ختم پر قرآن کی فضیلت کا بیان تھا اس سورۃ کے شروع میں بھی یہی مضمون مذکور ہے اس لئے ارتباط ظاہر ہے۔

خلاصہ مضامین سورۃ:

(۱) حقیقت قرآن کا بیان (۲) تعذیب کفار جس کا بیان "وان جهنم لموعدهم اجمعين لها سبعة ابواب" میں ہے (۳) تحقیق رسالت (۴) اثبات توحید (۵) بعض انعامات کا ذکر (۶) اطاعت گزاروں کی جزا کا ذکر (۷) مخالفین کی سزا کا بیان (۸) رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کا مضمون ان سب مضامین میں ارتباط ظاہر ہے۔

فائدہ:

"لهاسبعة ابواب" جہنم کے سات دروازے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک ہاتھ پر دوسرا ہاتھ رکھ کر بتلایا کہ اس طرح اوپر نیچے جہنم کے دروازے ہوں

گے۔ ابن جریج ؒ فرماتے ہیں کہ جہنم کے سات طبقوں کے نام اور ترتیب یہ ہے (۱) جہنم (۲) لظیٰ (۳) حطمہ (۴) سعیر (۵) سقر (۶) جحیم (۷) ہاویہ۔

ضحاک ؒ فرماتے ہیں کہ پہلے درجہ میں گنہگار موحدین رہیں گے۔ دوسرے میں یہود۔ تیسرے میں نصاریٰ۔ چوتھے میں صابی (ستارہ پرست) پانچویں میں مجوسی۔ چھٹے میں مشرکین۔ ساتویں میں منافقین۔ اعاذنا اللہ منہا!

سورۂ نحل

یہ قرآن کریم کی سولہویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۷۰ نمبر پر ہے اس سورۃ میں کل رکوع ۱۶ تعداد آیت ۱۲۸ کل کلمات ۱۸۷۱ اور کل حروف ۷۷۴۷ ہیں یہ سورۃ مکی ہے اس سورۃ کا دوسرا نام سورۃ انعام بھی ہے۔

رابط:

اس سورۃ میں یہ مضامین ہیں، توحید جو احسان جتلانے کے پیرایہ میں مذکور ہے جس کو مزید تنبیہ کے لئے وعید کی تمہید سے شروع کیا گیا ہے اور گزشتہ سورۃ کے ختم پر بھی توحید اور عدم توحید پر وعید کا ذکر تھا جیسا کہ "یجعلون مع اللہ" اور "فسبح بحمد ربک" سے معلوم ہوتا ہے اس سے پہلی سورۃ کے اختتام اور اس سورۃ کے آغاز میں تناسب واضح ہے۔

خلاصہ مضامین:

اس سورۃ میں توحید کے ضمن میں شرک کا رد اور اہل شرک کی مذمت اور بعض آیات میں نبوت اور قرآن کے انکار پر وعید اور ان کے بالمقابل قرآن کی

تصدیق کرنے والوں کے لئے بشارت کا ذکر ہے یہی مضمون پانچویں رکوع کے ختم تک چلا گیا ہے، پھر چھٹے رکوع کے اول میں ہجرت کی فضیلت اور نبوت کا اثبات اور منکرین کے لئے وعید بیان فرما کر توحید کی طرف عود کیا گیا ہے پھر رکوع ہشتم کے آخر میں رسالت اور قرآن کی حقانیت کے بیان کے بعد مضمون توحید مذکور ہے اور گیارہویں رکوع کے قریب ختم سے قرآن کی حقانیت برکت اور اس کی تعلیمات میں سے بعض کی خوبی اور ایفاء عہد کی زیادہ تاکید اس کے بعد اعمال صالحہ کی مطلقاً فضیلت مذکور ہے۔ تیرھویں رکوع کے قریب ختم سے قرآن و رسالت کی بحث اور منکر کے لئے وعید اور اکراہ کی صورت میں زبانی انکار کے استثناء کا ذکر ہے۔ چودھویں رکوع میں زبانی انکار کا ایمان کی برکت سے معافی کا بیان ہے۔ پندرھویں رکوع میں کفر کا اخروی و دنیوی وبال اور رسوم شرکیہ کا ابطال توبہ کی ترغیب ذکر فرمائی گئی ہے۔ سولہویں رکوع میں رسالت محمدیہ کا اثبات اور اس کی تقویت کے لئے رسالت ابراہیمیہ کا ذکر اور منصب رسالت کے بعض آداب اور مخالفت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر و تقوی کی تلقین اور اس کی فضیلت مذکور ہے اور اس پر سورۃ کو ختم کر دیا گیا ہے اس تفصیل سے تمام اجزاء سورۃ کا تناسب بالکل واضح ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل

یہ قرآن کریم کی سترہویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۵۰ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۱۲ رکوع ۱۱۱ آیات ۱۵۸۲ کلمات اور ۶۷۱۰ حروف ہیں یہ سورۃ بھی مکی ہے اس سورۃ کا دوسرا نام سورۂ اسراء بھی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اسراء کے معنی ہیں رات کو لے جانا چونکہ اس سورۃ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کو مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام تک لے جانے کا تذکرہ ہے اس واسطے اس کو سورۂ اسراء کہتے ہیں۔

ربط:

(۱) پہلی سورۃ کے ختم پر رسالت محمدیہ کا اثبات اور اس کی تقویت کے لئے رسالت ابراہیمیہ کا ذکر تھا، اس سورۃ کے شروع میں قصۂ معراج کا ذکر ہے جو کہ خارق عظیم ہے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت واضح طور پر ثابت ہو رہی ہے لہٰذا سورۂ نحل کے اختتام اور اس سورۃ کے آغاز میں کھلا تناسب ہے (۲) پہلی سورۃ کے ختم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عبادت تسبیح اور تکالیف و منکرین کے انکار پر صبر کا حکم دیا گیا تھا جس کی آپ نے بخوبی تعمیل فرمائی، اب اس سورۃ کی ابتداء میں اس عبادت و صبر کا نتیجہ ذکر فرمایا گیا یعنی آپ کو آسمانوں کی بلندیوں پر پہنچانا جس میں صدہا اسرار غیب اور آسمان و جنت و دوزخ کے مناظر دکھلائے گئے اور یہ امر نبوت کی اعلیٰ ترقی پر دلالت کرتا ہے۔

خلاصہ مضامین:

اس سورۃ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تقویت کی خاطر حضرت موسیٰ اور حضرت نوح علیہما السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے پھر انبیاء کی تصدیق کی طرف راغب کرنے کے لئے طوفان نوح سے نجات اور مکذبین کو ڈرانے کے لئے بنی اسرائیل کے فساد کا قصہ اور ان کا سزا پانا ذکر فرمایا گیا، اور قرآن کو جو کہ دلیل رسالت

ہے ہادی بنایا گیا۔ دوسرے رکوع میں منکرین پر عذاب کے فوراً نہ آنے سے جو رسالت پر شبہ ہوسکتا تھا اس پر کلام کیا گیا چنانچہ عذاب کا وقت بتایا گیا اور قریب میں جو عذاب آچکا تھا وہ بتلایا گیا، نیز دنیا کی محبت جو کہ ایمان سے مانع ہے اس کی مذمت کی گئی، تیسرے اور چوتھے رکوع میں بعض قرآنی احکام بیان فرمائے گئے اور قرآن کے لفظی اعجاز اور معنوی خوبیوں سے رسالت پر استدلال کیا گیا۔ پانچویں رکوع میں اثبات توحید قرآن و رسالت کی بحث ہے۔ چھٹے رکوع میں ان کا اعتراض اور قرآن و رسالت پر جو مسلمانوں کو غصہ آتا تھا اس میں نرمی کا حکم دیا گیا، اسی کے ساتھ حضرت داؤد علیہ السلام کی رسالت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تقویت اور رسالت سے متعلق ایک شبہ کا جواب ہے۔ ساتویں رکوع میں مخالفت کا نقصان ظاہر کرنے کے لئے ابلیس کا قصہ ذکر کیا گیا۔ آٹھویں رکوع میں مخالفت پر قیامت کی وعید اور کچھ رسالت کا مضمون مذکور ہے۔ نویں رکوع میں قرآن کے بعض آثار اور منکرین کی ناشکری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے مذکور ہے اور دسویں رکوع میں آخر سورۃ تک رسالت کے ہی متعلقہ بحث ہے اس اجمالی تقریر سے اس سورۃ کے اجزاء کا باہمی ارتباط و تناسب واضح ہے، واللہ اعلم!

فضائل:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری میں روایت ہے کہ سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ کہف اور سورۂ مریم سب سے پہلی اور سب سے بہتر اور بڑی فضیلت والی سورتیں ہیں۔ مسند احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفلی روزے کبھی تو اس طرح پے در پے لگاتار رکھتے

چلے جاتے کہ ہم اپنے دل میں کہتے کہ شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم پورا مہینہ روزوں ہی میں گزار دیں گے اور کبھی کبھی بالکل ہی نہ رکھتے یہاں تک کہ ہم سمجھ لیتے کہ شاید آپ اس مہینے میں روزے ہی نہ رکھیں گے۔ اور آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ ہر رات کو سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ زمر پڑھا کرتے تھے۔

سورۂ کہف

یہ قرآن کریم کی اٹھارہویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۶۹ نمبر پر ہے اس سورۃ میں کل رکوع ۱۲ آیات ۱۱۰ کلمات ۱۶۰۸ اور کل حروف ۶۶۲۰ ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورت کو سورۂ کہف اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں ان لوگوں کے حیرت انگیز حال کا بیان ہے جو کہف یعنی غار میں تین سو نو برس تک سو کر جاگے تھے یہ حضرات اپنے ایمان کو بچانے کے لئے غار میں چھپ گئے تھے اس وقت جو مسلمان ستائے جا رہے تھے ان کو اصحاب کہف کا قصہ سنایا گیا تا کہ ان کی ہمت بلند ہو اور انہیں معلوم ہو کہ اہل ایمان اپنے ایمان کو بچانے کے لئے پہلے کیا کچھ کر چکے ہیں۔

ربط:

سورۂ اسراء کے اخیر میں خدا کی حمد میں تین صفات سلبیہ ذکر فرمائی گئیں تھیں کہ خدا اولاً شریک و مددگار سب سے پاک ہے اس سورۃ کو بھی حمد سے ہی شروع کیا گیا جس سے تناسب طرفین ظاہر ہے۔

فضائل:

اس سورت کے فضائل میں بہت سی احادیث وارد ہیں:

۱:...... حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رات کو گھر میں سورۂ کہف پڑھ رہا تھا اور گھوڑا بھی وہیں بندھا ہوا تھا کہ گھوڑا بدکنے لگا اس شخص نے اوپر سر اٹھا کر دیکھا تو ایک نور دکھائی دیا جو بادل کی طرح سایہ کئے ہوئے تھا صبح کو اس نے یہ ذکر...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو پڑھا کرو یہ سکینت یعنی نور اطمینان ہے جو اس کو پڑھنے کی وجہ سے نازل ہوئی تھی۔

۲:...... ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھ لے وہ اگلے جمعہ تک ہر فتنہ سے محفوظ رہے گا۔

۳:...... ایک روایت میں ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف تلاوت کرے اس کے قدم سے لے کر آسمان کی بلندی تک نور ہو جائے گا جو قیامت کے دن روشنی دے گا اور پچھلے جمعہ سے اس دن تک اس کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔

۴:...... حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص نے سورۂ کہف کی پہلی دس آیتیں حفظ کرلیں وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔

۵:...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سورۂ کہف پوری کی پوری ایک وقت میں نازل ہوئی اور ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ آئے۔

خلاصہ سورۃ:

یہ سورۃ مشرکین کے تین سوالات کے جوابات میں نازل ہوئی جوانہوں نے یہود کے مشورہ اور سکھلانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے تھے، مشرکین مکہ نے یہود سے جاکر کہا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ہمیں ایسے سوال بتاؤ جو امتحان کی غرض سے پوچھے جائیں چنانچہ یہود نے تین سوال سکھلائے کہ یہ جاکر پوچھو وہ تین سوال یہ تھے۔ (۱) اصحاب کہف کون تھے۔ (۲) قصہ خضر اور موسیٰ کی حقیقت کیا ہے (۳) ذوالقرنین کا قصہ کیا ہے؟ بعض نے بجائے خضر و موسیٰ علیہما السلام کے قصہ کے روح کے متعلق سوال ذکر کیا ہے۔ یہ تینوں قصے عیسائیوں اور یہودیوں کی تاریخ سے متعلق تھے اہل عرب میں ان کا کوئی چرچا نہ تھا اس لئے یہود نے امتحان کی غرض سے ان سوالات کا انتخاب کیا تھا تاکہ یہ بات کھل جائے کہ واقعی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی غیبی ذریعہ علم ہے یا نہیں چنانچہ اللہ جل شانہ نے یہ پوری سورۂ کہف نازل فرما کر اپنے نبی کی زبان مبارک سے ان کے تمام سوالات کے جوابات دیئے اور صرف یہی نہیں کہ ان کے پوچھے ہوئے سوالات کے جوابات دیئے بلکہ ان تینوں قصوں کو پوری طرح اس صورت حال پر بھی چسپاں کر دیا جو اس وقت مکہ میں کفر و اسلام کے درمیان درپیش تھی، اصحاب کہف کے متعلق بتلایا گیا کہ وہ اسی توحید کے قائل تھے جس کی دعوت یہ قرآن پیش کر رہا ہے ان کا حال مکہ کے مٹھی بھر مظلوم مسلمانوں سے اور ان کی قوم کا حال کفار قریش کے حال کی طرح تھا اس قصہ سے اہل ایمان کو یہ سبق دیا گیا کہ اگر کفار کا کہیں غلبہ بے پناہ ہو اور ایک مؤمن کو ظالم معاشرہ میں دین و ایمان پر قائم رہنا مشکل ہو تب بھی اس کو باطل کے آگے سر نہیں

جھکانا چاہئے اور کفار مکہ کو جتلایا گیا کہ اصحاب کہف کا قصہ عقیدۂ آخرت کی صحت اور سچائی کا ایک ثبوت ہے جس خدائے قادر مطلق نے اصحاب کہف کو ایک مدت دراز سلا کر پھر زندہ اٹھایا اسی طرح اس کی قدرت سے دوبارہ قیامت میں تمام انسانوں کو زندہ کر کے اٹھانا کچھ بعید نہیں جس کا کفار انکار کرتے تھے۔

اس کے بعد قصہ ذوالقرنین سنایا گیا اور اس میں سوال کرنے والوں کو یہ سبق دیا گیا کہ تم اپنی ذرا ذرا سی سرداریوں پر پھول رہے ہو حالانکہ ذوالقرنین اتنا بڑا فرمانرواں تھا کہ اس کے وقت میں تمام سرزمین کے بادشاہ اس کے تابع تھے لیکن وہ اپنی حقیقت کو نہ بھولا ہمیشہ اپنے خالق کے آگے سر تسلیم خم رکھتا تھا اور قیامت و آخرت پر ایمان رکھتا تھا اور قیامت کی سزا و جزاء کا قائل تھا۔ خلاصہ یہ کہ اس سورۃ میں مضامین توحید و رسالت کے ساتھ قیامت، آخرت، حشر ونشر، جزا وسزا اور دنیا کے فنا و زوال کا حال بیان فرمایا گیا۔

سورۂ مریم

یہ قرآن کریم کی ۱۹ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۴۴ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۶ رکوع ۹۸ آیات ۹۶۸ کلمات اور کل ۳۹۸۶ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کے آغاز کے قریب ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور آپ کی والدہ حضرت مریمؑ کے واقعہ کی تفصیل بیان کی گئی ہے اس لئے اس سورۃ کا نام مریم رکھا گیا۔

فائدہ:

مفسر ابن کثیرؒ کے قول کے مطابق حضرت مریم کا نام قرآن پاک میں ۳۰ جگہ آیا ہے اور سوائے حضرت مریم کے اور کسی عورت کا نام صراحتہً قرآن پاک میں نہیں ہے۔

ربط:

سورۂ کہف کے خاتمہ پر خدا تعالیٰ کی بے پناہ قدرت کی نشانیوں کا انکار کرنے والوں کو عذاب جہنم کی اطلاع دی گئی تھی اور ان آیات الٰہی کے تسلیم کرنے والوں کو فردوس اعلیٰ کی بشارت سنائی گئی ساتھ ہی آپ کی بشریت کا اعلان اور آپ کی زبان وحی ترجمان کا اعلان تھا۔ سورۂ مریم کا بھی عمودی مضمون و مرکزی بیان ان آیات الٰہی کا تذکرہ ہی ہے۔ نیز یہ مضامین باہم بھی متلازم و متناسق ہیں اور سورۃ گزشتہ کے ختم پر جس طرح آپ کی رسالت کا ذکر ہے اس سورۃ کے ختم پر بھی اسی طرح بعض انبیاء سابقین کی نبوت کا مضمون ہے۔

خلاصہ سورۃ:

سورۃ کی ابتداء حضرت زکریا علیہ السلام کے ذکر سے فرمائی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام پر خاص رحمت فرمائی تھی چونکہ آپ کے یہاں کوئی اولاد نہ تھی آپ نے اللہ سے دعا مانگی آپ کی دعا قبول ہوئی اور فرشتہ نے آپ کو فرزند کی بشارت دی جن کا نام بھی اللہ کی طرف سے یحییٰ تجویز کیا گیا پھر حضرت یحییٰ علیہ السلام کی نبوت اور ان کی پاکیزہ زندگی کا ذکر کیا گیا، دوسرے رکوع میں حضرت مریم علیہا السلام کی پارسائی اور عبادت گزاری کا تذکرہ فرماتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی

پیدائش کا حال بیان فرمایا گیا اور دونوں گروہوں یعنی یہود اور نصاریٰ کی تردید کی گئی جو حضرت مریم علیہا السلام پر معاذ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی بناء پر بہتان لگاتے تھے یا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا سمجھتے تھے۔

تیسرے رکوع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرمایا کہ آپ صدیق بھی تھے اور نبی بھی، پھر آپ کی دعوت دین کا تذکرہ ہے۔ چوتھے رکوع میں حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت اسماعیل، حضرت ادریس علیہم السلام کا تذکرہ فرمایا اور بتلایا کہ ان سب انبیاء کی دعوت یہی دعوت اسلام رہی ہے ساتھ ہی ناخلف لوگوں کا انجام بد ذکر فرمایا۔ پانچویں رکوع میں حیاۃ بعد الموت پر منکر انسان کے تعجب کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی موجودہ پیدائش سے استدلال فرمایا کہ کیا یہ عدم سے وجود میں لانا نہیں ہے۔ جب انسان کچھ بھی نہ تھا پھر اس کو وجود دیا گیا تو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا حق تعالیٰ کے لئے کیا مشکل ہے۔ چھٹے رکوع میں بتلایا گیا کہ کافروں پر شیطان کا پورا تسلط رہتا ہے جو انہیں طرح طرح سے کفر پر ابھارتے اور اکساتے ہیں نتیجہ یہ ہوگا کہ قیامت میں ان منکرین و مجرمین کو سزا دی جائے گی اور پیادہ جہنم کی طرف ہانکا جائے گا بالمقابل ان مجرمین کے مؤمنین مخلصین کو حق تعالیٰ کی مہمانی نصیب ہوگی اور جنت میں ان کا ابدی ٹھکانہ ہوگا، اخیر میں یہود و نصاریٰ و مشرکین عرب جو حق تعالیٰ کے اولاد رکھنے کا عقیدہ رکھتے ہیں ان کا رد فرمایا گیا اور کفار کو یہ تنبیہ کی گئی کہ اللہ اور رسول کی مخالفت کرنے پر پہلے بھی قومیں ہلاک اور دنیا سے نیست و نابود ہو چکی ہیں جن کا کوئی نام ونشان بھی نہ رہا اور اسی ہیئت پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا۔

سورۃ طٰہٰ

یہ قرآن کریم کی بیسویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۴۵ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۸ رکوع اور ۱۳۵ آیات ہیں کلمات ۱۲۵۱ اور حروف ۵۴۶۶ ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی ابتداء لفظ طٰہٰ سے ہوئی اس لئے اس کو بطور علامت کے سورۃ کا نام دے دیا گیا۔

ربط:

سورۂ مریم میں توحید ورسالت اور وحی کا مضمون ہے اور "تنزیلاً ممن خلق" سے توحید کے متعلق مضمون ہے اور ھل اتاک سے حضرت موسیٰ کے قصہ کے ضمن میں توحید و رسالت دونوں کی تقریر ہے رسالت موسویہ سے رسالت محمدیہ کی توضیح ہے نیز اوپر کی سورۃ ذکر قرآن پر ختم ہوئی ہے اور یہ سورۃ ذکر قرآن سے شروع ہوئی ہے اس لئے پہلی سورۃ کے خاتمہ اور اس سورۂ کے فاتحہ میں خاص ربط و مناسبت حاصل ہے۔

شان نزول:

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مکہ میں ابتداء نزول قرآن کے وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز میں کبھی اس پاؤں پر کبھی اس پاؤں پر کھڑے ہوکر اس قدر طویل قیام کرتے تھے کہ قدم

مبارک ورم کر جاتے جس کو دیکھ کر کفار قریش کہتے تھے کہ محمدؐ پر قرآن کیا نازل ہوا زحمت میں پڑ گیا، اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی۔

یہ بھی منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن سے لوگوں کو اس قدر وعظ و پند فرماتے تھے کہ نفس کے سب آرام جاتے رہتے تھے اس پر کفار کے جھگڑے مزید تھے، تب کفار کہنے لگے کہ قرآن کیا اترا یہ شخص مشقت و مصیبت میں پڑ گیا اس پر حق تعالیٰ نے فرمایا اے نبی میں نے قرآن اس لئے نہیں نازل کیا کہ آپ مصیبت میں پڑ جائیں بلکہ یہ تو خدا ترس لوگوں کو نصیحت کے لئے ہے۔

فضائل:

محمد بن اسحٰق بن خزیمہ نے اپنی کتاب ''التوحید'' میں ایک حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے ایک ہزار سال پہلے سورۂ طٰہٰ اور سورۃ یٰسین کی تلاوت فرمائی جسے سن کر فرشتے کہنے لگے وہ امت بہت ہی خوش نصیب ہے جس پر یہ کلام نازل ہوگا اور وہ زبانیں یقیناً مستحق مبارک باد ہیں جن سے خدا کے کلام کے یہ الفاظ وارد ہوں گے (یہ روایت غریب ہے)

خلاصۂ سورۃ:

سورۃ کی ابتداء قرآن پاک کے تذکرہ سے اس طرح فرمائی گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا گیا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر یہ قرآن اس لئے نازل نہیں کیا گیا ہے کہ آپ تکلیف و مشقت میں پڑیں بلکہ یہ تو اس لئے اتارا گیا ہے کہ اس سے نصیحت حاصل کی جائے مگر اس سے نصیحت وہی لوگ حاصل کرتے

ہیں جو دل میں خدا کا خوف رکھتے ہیں پھر خدا تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کا تعارف فرمایا اور اپنی توحید بیان فرمائی اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے واقعہ کو ذکر فرمایا اور فرعون کے پاس پیغام توحید پہنچانے کا حکم دیا۔

دوسرے رکوع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا اور درخواست کا ذکر ہے کہ میرے بھائی ہارون کو میرا مددگار بنا دیجئے چنانچہ یہ درخواست منظور فرمائی گئی نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش، پرورش اور جوانی کے واقعات اور ہر موقع پر اللہ جل شانہ کی دستگیری اور نجات کا تذکرہ ہے۔

تیسرے رکوع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ اور اس کے مقابلہ میں فرعون کی حیل و حجت اور انکار کا ذکر فرمایا گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جادوگروں کے مقابلہ اور مقابلہ کا انجام ظاہر فرمایا گیا کہ جادوگروں نے فرعون کے غیظ وغضب کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے ایمان کا اظہار کر دیا اور اسی پر قائم رہے۔

چوتھے رکوع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا راتوں رات بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکل جانا مذکور ہے کہ فرعونی تعاقب میں ناکام ہوئے اور سمندر میں غرق ہوگئے۔

پانچویں رکوع میں ذکر کیا گیا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام توریت لینے گئے تو بعد میں بنی اسرائیل نے گوسالہ پرستی شروع کر دی اور حضرت ہارون علیہ السلام کے منع کرنے سے باز نہ آئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طور سے واپسی پر یہ حال دیکھ کر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

چھٹے رکوع میں قیامت کے دن کا ذکر ہے کہ اس دن یہ مضبوط اور عظیم الشان پہاڑ کس طرح ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور زمین بالکل ہموار کر دی جائے گی،

نیز ایمان اور عمل صالح رکھنے والوں اور برائیوں اور کفر و شرک سے ملوث انسانوں کو ان کے عمل کے مطابق قیامت میں جزاء وسزا دیے جانے کا تذکرہ فرمایا۔

ساتویں رکوع میں مجمل طور پر حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ کا بیان ہے۔

آٹھویں رکوع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر تلقین فرمائی گئی کہ آپ ان منکرین کی کفر آمیز باتوں پر صبر کیجئے اور شب و روز اپنے پروردگار کی حمد وثنا اور تسبیح و تقدیس کیجئے اور اپنے معبود حقیقی کی طرف توجہ رکھئے نیز آپ کو اور آپ کے توسط سے امت مسلمہ کو یہ تعلیم دی گئی کہ کفار کے دنیوی ساز وسامان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھنا چاہئے۔ اخیر میں منکرین کا یہ قول ذکر ہے جو عناداً یہ کہتے ہیں کہ یہ رسول ہمارے پاس ایسی نشانی اپنی نبوت کی کیوں نہیں لاتے جس کو دیکھ کر ہم ان کو نبی ماننے پر مجبور ہو جائیں۔ اس کے جواب میں فرمایا گیا کہ آپ کی نبوت کی عظیم الشان نشانی یہ قرآن ہے جو ان کے پاس پہنچ چکا ہے اب ان کے پاس عذر کی کوئی گنجائش نہیں ہے لہٰذا اخیر میں منکرین سے فیصلہ کن بات کہہ دینے کی تلقین فرمائی گئی کہ اچھا ہم سب منتظر ہیں تھوڑا انتظار اور کرلو تم کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ راہ راست والے منزل مقصود تک پہنچنے والے کون ہیں۔

سورۃ الانبیاء

یہ قرآن کریم کی اکیسویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۷۳ نمبر پر ہے اس میں سات رکوع ۱۱۲ آیات ۱۱۸۷ کلمات اور ۵۱۵۴ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

چونکہ اس سورۃ میں مسلسل متعدد انبیاء کا ذکر آیا ہے اس لئے اس کا نام بطور علامت سورۃ الانبیاء رکھ دیا گیا۔

ربط:

سورۂ بنی اسرائیل میں تحقیق معاد، تحقیق نبوت، تحقیق توحید اور توحید و رسالت کی تائید کے لئے بعض انبیاء علیہم السلام کے قصے مذکور ہیں اور یہ مضامین بالخصوص قصص کا مضمون وجہ ارتباط ہے۔

خلاصہ سورۃ:

اس سورۃ میں خاص طور پر حسب ذیل امور زیر بحث آئے ہیں (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کفار مکہ اور مشرکین عرب کو جو غلط فہمیاں تھیں ان کا بڑی تفصیل سے رد کیا گیا ہے (۲) قرآن کریم پر کفار جو اعتراضات کیا کرتے تھے ان کا جواب دیا گیا ہے (۳) مکذبین و منکرین دین حق کی تباہی و بربادی کے عبرتناک واقعات سے کفار مکہ کو ڈرایا گیا ہے (۴) شرک کی تردید میں اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد کے غلط عقیدہ کا پرزور رد فرمایا گیا ہے (۵) انسانی جبلت کا بیان کہ آدمی جلدی کا بنا ہوا ہے اس لئے وہ یوں چاہتا ہے کہ جو کچھ ہونا ہے وہ ابھی ہو جائے (۶) انبیاء کے ساتھ منکرین کے استہزاء کا انجام کہ عذاب الٰہی سے بچنا ممکن نہیں (۷) گزشتہ انبیاء علیہم السلام کے واقعات و حالات کا تذکرہ جس سے یہ سمجھایا گیا ہے کہ سارے انبیاء کرام انسان ہی تھے فرشتے نہ تھے اور تمام انبیاء کی اصل یہی دین اسلام تھا جو اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیش کر رہے ہیں اخیر میں بتلایا گیا کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم ساری کائنات کے لئے رحمت ہیں اور اب انسانوں کی نجات کا انحصار آپ کی پیروی اختیار کرنے پر ہے جو اسے پوری طرح قبول کریں گے وہی خدا کی آخری عدالت سے کامیاب نکلیں گے اور جو لوگ اسے رد کریں گے وہ آخرت میں بدترین انجام سے دوچار ہوں گے حاصل یہ کہ اس سورۃ میں انسان کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے مضامین کا بیان ہے۔ انسان دنیا کے دھندوں میں اس طرح پھنسا ہوا ہے گویا اسے ہمیشہ یہیں رہنا ہے اسی لئے ابتداء سورۃ میں اللہ جل شانہ لوگوں کو متنبہ فرما رہے ہیں کہ قیامت قریب آ گئی ہے حساب کتاب کی گھڑی سر پر کھڑی ہے اسی مضمون کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اپنی دو انگلیاں کھڑی کر کے ارشاد فرمایا کہ میں ایسے وقت پر مبعوث کیا گیا ہوں کہ میں اور قیامت دو انگلیوں کی طرح ہیں یعنی میرے بعد قیامت ہی ہے کوئی اور نبی آنے والا نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اس بات کی علامت ہے کہ نوع انسانی کی تاریخ اب اپنے آخری دور میں داخل ہو چکی ہے آغاز اور وسط کے مراحل گزر چکے ہیں اور اب آخری مرحلہ شروع ہو چکا ہے جس کا خاتمہ قیامت ہی پر ہونا ہے واللہ اعلم!

سورۂ حج

یہ قرآن کریم کی ۲۲ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۱۰۳ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۱۰ رکوع ۷۸ آیات ۱۲۶۳ کلمات اور ۵۴۳۲ حروف ہیں یہ سورۃ مدنی ہے۔

وجہ تسمیہ:

چونکہ اس سورۃ میں حج کا ذکر ہے اس لئے بطور علامت اس کا نام سورۂ حج

رکھا گیا ہے۔

رابط:

سورۂ انبیاء کے خاتمہ میں مسئلہ معاد کا ذکر تھا اس سورۃ میں اس سے ابتداء کی جاتی ہے تاکہ انسان کو پرہیز گاری اور خدا ترسی اور عبادت کی طرف کامل رغبت ہو اور دل میں خوف رہے گویا خاتمہ سورۃ سابقہ اور اس سورۃ کے شروع میں مابہ الارتباط مضمون انذار ہے۔

خلاصہ مضامین سورۃ:

اس سورۃ کی ابتداء احوال قیامت کے ذکر سے فرمائی گئی اور سمجھایا کہ قیامت کا انکار کرنے والے شیطان لعین کی پیروی کرتے ہیں جس کے متعلق یہ بات لکھی جا چکی ہے کہ جو شخص اس سے تعلق رکھے گا تو وہ اس کو جہنم کا راستہ دکھلائے گا۔ حیات بعد الممات یعنی مر کر دوبارہ زندہ ہونے کا ثبوت ایک نہایت معقول دلیل کے ذریعہ دیا گیا ہے پھر دنیا میں کیے ہوئے برے اعمال کی سزا آخرت میں جہنم کی آگ بتائی گئی اور مؤمنین صالحین کو جنت کی خوش خبری دی گئی پھر کفار و مشرکین عرب جو اتباع ابراہیمی کا دعویٰ کرتے تھے ان کا رد فرمایا گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خانہ کعبہ کو تعمیر کرنے کا مقصد ظاہر کیا گیا کہ یہ اللہ کی عبادت اور بندگی کے لئے ہے، اور کفر و شرک اور بت پرستی کی ظاہری و معنوی نجاست سے پاک صاف رکھنے کے لئے ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا تھا کہ لوگوں کو اس بیت عتیق کے طواف کرنے اور حج کرنے کا اعلان کر دیں پھر حج کے سلسلہ میں قربانی کا ذکر فرمایا گیا اور قربانی کی حقیقت کو بیان فرمایا گیا، مؤمنین صادقین جو کفار مکہ کے مظالم ایک عرصہ تک

برداشت کرتے رہے اب ان کو جہاد کی اجازت دی گئی پھر جہاد کا منشا ظاہر فرمایا گیا اور مجاہدین کی صفت بتلائی گئی کہ جنگ و جہاد کے بعد اگر انہیں زمین میں قوت و اقتدار وحکومت حاصل ہو تو یہ لوگ خود بھی نماز کی پابندی کریں اور زکوۃ ادا کریں اور دوسروں کو بھی نیک کاموں کے کرنے اور برے کاموں سے منع کرنے کا حکم دیں پھر تکذیب انبیاء کا نتیجہ بتلا کر کفار مکہ کو ڈرایا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب حقیقی بیان کر کے آپ کی تسلی فرمائی گئی کہ جو لوگ کفر پر مصر ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کی باتوں کی طرف سے شک و شبہ میں رہیں گے یہاں تک کہ ان پر قیامت کا دن آپہنچے۔ پھر مہاجرین اور مجاہدین کی مدح فرمائی گئی اور ان کے لئے عمدہ روزی یعنی نعمائے جنت کا وعدہ فرمایا گیا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور تصرفات کا اظہار فرما کر بتلایا کہ اللہ نے ساری کائنات کو انسان کا خادم بنایا اس سے انسانوں کو یہ جتلانا مقصود ہے کہ جس خدا کی مہربانی اور رحمت کی یہ حالت ہو اسی کی مخالفت کرنا کونسی عقل تجویز کرسکتی ہے پس لوگوں کو چاہئے کہ اس کی مخالفت سے باز آئیں اور غیر اللہ کی پرستش ترک کردیں۔ پھر غیر اللہ کی بے کسی کا حال بیان فرمایا کہ مشرکین جن کی عبادت کرتے تھے وہ ایک مکھی تک تو پیدا نہیں کرسکتے اور پیدا کرنا تو بڑی بات ہے وہ تو ایسے عاجز ہیں کہ اگر مکھی ان سے کچھ چھین لے جائے تو وہ اس سے چھڑا نہیں سکتے۔ غرض بتوں کی بے کسی اور بے بسی بتلا کر توحید کی دعوت دی گئی پھر اسی طرح مسئلہ رسالت کو سمجھایا گیا اور اخیر میں اہل ایمان اور اہل اسلام کو ہدایت کی گئی کہ اگر یہ کافر منکر نہیں مانتے تو نہ سہی تم برابر اطاعت خداوندی میں لگے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

الغرض پوری سورۃ میں جگہ جگہ مناسب مواقع پر تذکیر ونصیحت بھی ہے اور شرک کے خلاف اور توحید و آخرت کے حق میں مؤثر دلائل بھی ہیں بعض مفسرین نے

صراحت کی ہے کہ یہ عجیب سورۃ ہے اس کا کچھ حصہ رات میں کچھ حصہ دن میں، کچھ سفر میں کچھ حضر میں نازل ہوا۔ کچھ مکی ہے کچھ مدنی، کسی آیت کا صلح کے متعلق نزول ہوا کسی کا جنگ کے متعلق کوئی ناسخ ہے کوئی منسوخ کوئی محکم ہے کوئی متشابہ۔

سورۂ مؤمنون

یہ قرآن کریم کی ۲۳ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۷۴ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۶ رکوع ۱۱۸ آیات اور ۱۰۷۰ کلمات اور ۴۵۳۴ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

چونکہ مؤمنون کا لفظ اس سورۃ کی پہلی ہی آیت میں آیا ہے اور اس سورۃ میں ایمان والوں کی صفات بیان کی گئی ہیں ان کے اطوار وعادات بتلائے گئے ہیں اس لئے اس سورۃ کا نام مؤمنون رکھ دیا گیا۔

ربط:

سورۂ حج کے اخیر میں یہ بیان تھا کہ اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم کو خدا نے برگزیدہ کیا ہے کہ تم اور لوگوں پر دنیا و آخرت میں نیکی اور بدی کے معاملات میں شہادت ادا کرو جس کام یا جس شخص کو تم اچھا کہو وہی اچھا اور بھلا ہے، اور رسول ایسے معاملات میں تم پر شہادت ادا کرنے والا ہے، تمہاری اچھائی اور برائی رسول کی شہادت پر موقوف ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ گواہ جب تک عدل یعنی نیک اور معتبر نہ ہو تو اس کی گواہی کیا؟ اس لئے اس سورۃ میں اصول حسنات کی طرف اس جملہ "فاقیموا

الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ واعتصموا باللہ" سے اجمالاً اشارہ تھا، اب اس سورۃ میں اس کی تشریح فرمائی گئی اور اصول حسنات بیان فرمانے سے پہلے ان پر عمل کرنے والوں کو فلاح کا مژدہ بھی سنایا گیا کہ ان کی فلاح میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

فضائل:

ترمذی، نسائی اور مسند احمد میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی تو آپ نے قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی: "اللّٰھم زدنا ولا تنقصنا واکرمنا ولا تھنا واعطنا ولا تحرمنا واثرنا ولا تؤثر علینا وارض عنا وارضنا" کہ اے اللہ! تو ہمیں زیادہ کر کم نہ کر، ہمارا اکرام کر اہانت نہ کر، ہمیں انعام عطا کر محروم نہ رکھ، ہمیں دوسروں پر اختیار کر ہم پر دوسروں کو پسند نہ فرما، ہم سے خوش ہو جا اور ہمیں خوش کر دے پھر فرمایا کہ مجھ پر دس آیتیں اتری ہیں جو ان پر جم گیا وہ جنتی ہو گیا پھر آپ نے شروع سورۃ سے دس آیتیں تلاوت فرمائیں مگر امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو منکر کہا ہے۔

خلاصہ سورۃ:

اس سورۃ کی ابتداء میں مؤمنین کی چند صفات بیان کی گئی ہیں کہ اللہ اور رسول پر ایمان لانے والوں میں یہ باتیں پیدا ہوتی ہیں اور ایسے ہی لوگ دنیا و آخرت وفلاح کے مستحق ہوتے ہیں اس کے بعد انسان کی پیدائش اور دوسرے آثار کائنات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جس سے یہ ذہن نشیں کرانا مقصود ہے کہ توحید اور معرفت الٰہی کی جس حقیقت کو تسلیم کرنے کا سبق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دے رہے ہیں اس کے برحق ہونے پر تمہارا اپنا وجود اور یہ پورا نظام عالم گواہ ہے۔

اللہ کی عبادت کے لئے ضروری ہے کہ اس کی معرفت حاصل کی جائے اور یہ معرفت اس کی قدرت کی نشانیاں دیکھ کر جو دنیا میں ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں ہر عقلمند اور ذی ہوش حاصل کر سکتا ہے پھر انبیاء سابقین اور ان کی امتوں کے قصے ذکر فرمائے گئے ہیں جن سے کئی باتیں بتلانی مقصود ہیں، ایک یہ کہ آج دعوت نبی پر جو شبہات اور اعتراضات کئے جا رہے ہیں یہ پہلے بھی انبیاء پر کر چکے ہیں، دوسرے یہ کہ یہ توحید اور آخرت کی تعلیم ایسی نہیں کہ جو بالکل نئی ہو اور جو دنیا نے کبھی سنی نہ ہو، بلکہ ہر زمانہ میں یہ صدائے حق اٹھتی رہی ہے۔ تیسرے یہ کہ حق کا انکار کر کے باطل پر اصرار کرنے والے کا انجام آخر کار تباہی و ہلاکت ہوتا ہے۔ چوتھے یہ کہ دین اسلام اس وقت سے دین الٰہی ہے جب سے انسان کے قدم زمین پر پہنچے ہیں پھر انبیاء کے تذکروں کے بعد بتایا گیا کہ دنیوی خوشحالی مالی و دولت قوت و اقتدار وہ چیزیں نہیں جو کسی شخص یا گروہ کے راہ راست پر ہونے کی یقینی علامت ہوں اور ان کو اس بات کی دلیل سمجھا جائے کہ خدا اس شخص پر مہربان ہے اور خدا کو اس کا رویہ پسند ہے۔ اسی طرح اس کے برعکس کسی کا غریب اور خستہ حال ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ خدا اس کے رویہ سے ناراض ہے بلکہ وہ اصل چیز جس پر خدا کے یہاں محبوب یا مغضوب ہونے کا مدار ہے وہ ایمان، خدا پرستی اور تقویٰ و راست بازی ہے آخر میں انسان کو سمجھایا گیا ہے کہ اس دنیا کی زندگی کوئی کھیل نہیں ہے اس کو بیکار اور فضول باتوں میں نہ گزارنا چاہئے۔ قرآن مجید کی باتوں کو سچا مان کر اس پر عمل کرنا چاہئے اور اللہ عزوجل سے مغفرت و رحمت کی دعا کرتے رہنا چاہئے۔ واللہ اعلم!

سورۂ نور

یہ قرآن کریم کی ۲۴ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۱۰۲ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۹ رکوع ۶۴ آیات ۱۴۲۰ کلمات اور ۶۴۱۰ حروف ہیں یہ سورۃ مدنی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کے پانچویں رکوع کی پہلی آیت میں "اللّٰہ نور السمٰوٰت والارض" کا جملہ آیا ہے یعنی اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے تو چونکہ اس سورۃ میں اللہ کے نور کا ذکر ہے اس لئے اس سورۃ کا نام سورۃ النور ہے۔

ربط:

سابقہ سورۃ کے اخیر میں آیت "افحسبتم انما خلقنکم عبثا" سے معلوم ہوا تھا کہ انسان کی پیدائش کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس کو احکام کا مکلّف کہا جائے اور آخرت میں ان احکام کی اطاعت یا مخالفت پر جزا و سزا ملے۔ اس سورۃ میں بعض احکام کی تفصیل بیان فرمائی گئی ہے چنانچہ نصف سورۃ تک تو احکام عملیہ کا بیان ہے اور خاتمہ کے قریب بھی گھر میں دخول کے لئے اجازت اور عفت وغیرہ کے مسائل کا بیان ہے، گویا یہ سورۃ من وجہ تفصیل و تکمیل ہے سورۃ سابقہ کے شروع کی آیت: "والذین هم لفروجهم حافظون" کی اس طور پر اس سورۃ کو پہلی سورۃ کے اول و آخر سے ارتباط ہوگیا۔

فضیلت:

صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنی عورتوں کو سورۂ نور کی تعلیم دو۔

خلاصہ سورۃ:

اس سورۃ کے مرکزی مطالب عورۃ کی عفت سے متعلق ہیں اس سورۃ میں زیادہ تر گھریلو اور اجتماعی زندگی کے پاک صاف رکھنے کے طریقے بتائے گئے ہیں ناجائز تعلقات جنسی کی سزا مقرر کی گئی ہے۔ پاکیزہ گھرانوں کی مستورات کے متعلق وہم وگمان کی بنا پر برے خیالات پھیلانے والوں کی سزا کا قانون بیان فرمایا گیا ہے بیوی پر ناپاکی کا الزام لگانے والے خاوند کے لئے لعان کا قانون بتلایا گیا ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برائت اور پاکدامنی کی شہادت دی گئی ہے اور آپ کے متعلق بدگمانی پھیلانے والوں کو سرزنش کی گئی اور مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ اللہ کے برگزیدہ بندوں کی بابت بدگمانیوں سے بچیں ورنہ سخت سزا کے سزاوار ہوں گے۔ مسلمان مردوں اور عورتوں کو پاکیزہ زندگی اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی اور اس کا طریقہ بتلایا گیا ہے، بیوہ عورتوں کی دوبارہ شادی کرنے کی مصلحت سمجھائی گئی۔ اسلامی معاشرہ کو بیہودہ باتوں سے پاک صاف رکھنے کے لئے معاشرتی اور تمدنی قوانین کی تعلیم دی گئی ہے اس سورۃ میں مسلمانوں کو بشارت دی گئی کہ انہیں زمین کی حکومت و سلطنت دی جائے گی، تاکہ انہیں اسلام کی خوبیاں اور برکتیں تمام دنیا میں پھیلانے کا موقع مل جائے، پھر آپس میں مل جل کر رہنے کی تعلیم دی گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و تعظیم کی تلقین کی گئی اور بتلایا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

تمہارا برتاؤ کیسا ہونا چاہئے۔

خلاصہ یہ کہ اس سورۃ میں بڑے بڑے اور اہم قوانین و ہدایات کے علاوہ منافقین اور مؤمنین کی علامتیں بتائی ہیں تا کہ معاشرہ میں پتہ چل جائے کہ مخلصین اہل ایمان کون ہیں اور منافقین کون ہیں؟

سورۂ فرقان

یہ قرآن کریم کی ۲۵ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۴۲نمبر پر ہے، جس میں ۶ رکوع ۷۷ آیات، ۹۰۶ کلمات اور ۳۹۱۹ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے، یعنی مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی پہلی آیت "تبارک الذی نزل الفرقان" میں لفظ فرقان آیا ہے جو قرآن مجید کا ایک نام ہے اس لئے اس سورۃ کا نام "الفرقان" مقرر کیا گیا۔

فائدہ:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب کے ۵۵ نام رکھے ہیں جن میں سے ایک نام "فرقان" آیا ہے، فرقان کے لفظی معنی ہیں ہر وہ چیز جس سے حق و باطل کے درمیان فرق کیا جاسکے چونکہ قرآن کریم بھی حق و باطل اور خیر وشر، ہدایت وضلالت، حرام وحلال عدل وظلم، علم وجہل، نور وظلمت، مفید ومضر، مفسد ومصلح، صدق وکذب، راستی وکجی، صواب وخطا میں فرق کرنے والا ہے اس مناسبت سے قرآن کا ایک نام "الفرقان" بھی ہے۔

رابط:

سورۂ نور کے آخر میں حقوق رسول کا ذکر تھا، اس سورۃ کے شروع میں بھی رسالت کا اثبات ہے اور باقی مضامین بھی دونوں سورتوں کے مشترک ہیں، یا یہ کہ سورۂ نور کے آخر میں یہ جملہ تھا "قد یعلم ما انتم علیہ" کہ اللہ کو معلوم ہے جس حال میں تم ہو، جس دن دنیا سے لوٹ کر تم اس کے پاس آؤ گے وہ تمہیں بتلائے گا کہ تم کیا کرتے تھے، اس کلام میں عرب کے ان اعمال فاسدہ کی طرف تنبیہ تھی جن میں وہ شب و روز غرق تھے اور ظلمات میں مبتلا تھے، ان کاموں میں سے ہر ایک سے بدتر بت پرستی تھی۔ دوسرے اس جملہ میں نیک و بد کی جزا وسزا پانے کا اشارہ تھا مگر یہ دو باتیں مشرکین عرب کے بالکل خلاف تھیں، پھر ان باتوں کو رد کرنے والی چیز نبوت تھی کہ ایک شخص دعویٰ کر کے یہ کہے کہ میں خدا کی طرف سے تمہیں ان باتوں سے منع کرنے کے لئے آیا ہوں اور یہ بھی ان کے نزدیک حیرت انگیز بات تھی، اس لئے ان تینوں مسائل کا جو اصول مذہب ہیں اس سورۃ کے شروع میں ثابت کرنا ضروری ہوا سب سے اول مسئلہ نبوت شروع کیا اس لئے کہ اسی پر زیادہ توحید و معاد کے مسئلہ کی بنیاد ہے۔

خلاصہ سورۃ:

دوسری مکی سورتوں کی طرح اس سورۃ میں بھی عقائد یعنی اثبات توحید، اثبات رسالت، حشر ونشر قیامت و آخرت، جزا و سزا، شرک کی برائی، مشرکین کی مذمت کے مضامین ہیں، اور مضمون کی مناسبت سے بعض گزشتہ پیغمبروں اور ان کی قوم کے واقعات بیان کئے گئے ہیں اور توجہ دلائی گئی ہے کہ جن قوموں نے اپنے رسولوں کو

جھٹلایا وہ دنیا میں ناکام اور آخرت میں عذاب کے مستحق ہوئے، قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی پر کفار و مشرکین مکہ کے اعتراضات وشبہات میں سے ایک ایک کو نقل کر کے ان کے جواب دیئے گئے ہیں، ساتھ ہی دعوت حق سے اعراض کے برے نتائج بھی صاف صاف بتلائے گئے ہیں۔ پھر دنیا میں اللہ کی معرفت کی نشانیاں بتلائی گئیں جن سے توحید کی تعلیم دی گئی اخیر میں اہل ایمان کے بلند اخلاق و کردار اور ان کے اعمال کا ذکر فرمایا تا کہ ان کو دیکھ کر مشرکین اپنے برے اعمال سے تائب ہو جائیں اور اپنے اعمال کا مؤمنین کے اعمال سے موازنہ کریں تا کہ ہدایت و ضلالت اور سعادت و شقاوت کا فرق ان کی نظروں اور نگاہوں کے سامنے آجائے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم و احکم!

سورۂ شعراء

یہ قرآن کریم کی ۲۶ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۴۷ نمبر پر ہے جس میں ۱۱ رکوع ۲۲۷ آیات ۱۳۴۷ کلمات اور ۵۶۸۹ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت عرب میں شاعری کا بڑا زور شور تھا اور عرب قوم پر ایام جاہلیت میں شاعری کا بھوت سوار تھا ہر خاندان اور قبیلہ کو اپنی شاعری پر فخر تھا سالانہ میلوں میں مشاعرہ کی محفلیں گرم ہوتی تھیں مگر اس وقت کی عربی شاعری میں سوائے ذاتی فخر، قومی جہالت، عشق بازی، شراب خوری اور فسق و فجور کے تذکرہ کے کچھ نہ تھا جب کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن پاک کی

آیات سنتے تو اس کی فصاحت و بلاغت اور مضامین عالیہ سے حیران و عاجز ہو کر طرح طرح کی الزام تراشی پر اتر آتے کبھی یہ کہتے کہ یہ (نعوذ باللہ) کاہن ہیں کبھی ساحر کہتے اور کبھی کہتے کہ شاعر ہیں اس سورۃ کے اخیر میں حق تعالیٰ نے شعراء کی حقیقت بیان فرمائی کہ وہ تباہی کی باتیں اشعار میں جمع کیا کرتے ہیں اور ہر وادی سخن میں حیران و پریشان پھرا کرتے ہیں تو کہاں شاعری اور کہاں قرآن کی آیات جن میں سراسر راستی ہدایت، مکارم اخلاق اور توحید وغیرہ کے مضامین عالیہ ہیں اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام شعراء ہوا۔

ربط:

سورۂ فرقان کے آخر میں یہ جملہ تھا "فقد كذبتم فسوف يكون لزاما" کہ تم لوگ جھٹلا چکے دیکھو کیسی سزا ملتی ہے۔ اگرچہ ان کی تکذیب کے مقابلہ میں بہت سے مواقع پر شہادتیں پیش کی گئی تھیں کہ ان میں غور کرنے کے بعد عاقل کے لئے تکذیب کی گنجائش نہیں رہتی مگر اس کے بعد یہاں اس سورۃ میں دلائل اثبات نبوت بیان کرنا اور گزشتہ انبیاء اور ان کی نافرمان سرکش قوموں کے واقعات بیان کرنے سے اتمام حجت اور اپنے محبوب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی تسلی بھی مقصود ہے اس لئے سورۂ فرقان کے بعد اس سورۃ کا ذکر مناسب ہوا۔ یا یوں کہئے کہ سابقہ سورۃ کا ختم مکذبین کی وعید پر تھا اس سورۃ کے شروع میں، ایسے ہی سب سے آخری رکوع میں قرآن کریم اور رسالت کی حقانیت کے ساتھ منکرین کی توبیخ مذکور ہے جس سے دونوں سورتوں میں تناسب ظاہر ہے۔

خلاصہ سورۃ:

اس سورۃ کے زمانہ نزول میں مکی زندگی بہت سخت تھی ہر وقت ہر طرف سے کفار کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین پر ہجوم تھا، منکرین اسلام انکار اور مخالفت پر جمے ہوئے تھے اپنے باپ دادا کی حرکت اور دین کو چھوڑنا ان پر شاق تھا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے طرح طرح کے بے تکے مطالبات اور خواہشیں کرتے تھے مثلاً پہاڑوں کو مکہ کے چاروں طرف سے ہٹا دینا، ریگستان میں پانی کی نہریں جاری کر دینا، پہاڑ سونے کے بن جانا، کسی فرشتہ کا آپ کے ساتھ ساتھ رہنا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمت للعالمین ان گمراہوں کی ہدایت کے لئے بے چین رہتے تھے۔ معقول دلائل کے ساتھ ان کے عقائد کی غلطی اور توحید و آخرت کی صداقت سمجھانے کی ہر ممکن کوشش فرمایا کرتے مگر وہ عناد ہٹ دھرمی کی صورتیں اختیار کرتے جس سے آپ طبعاً متاثر ہوتے اور دل ہی دل میں ان کفار کے ایمان کے لئے آپ غم کھاتے ان حالات میں یہ سورۃ نازل ہوئی جس کی ابتداء میں آپ کو تسلی دی گئی کہ آپ ان کفار کے ایمان نہ لانے سے اپنی جان کیوں گھلا رہے ہیں۔ ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ یہ نہیں کہ انہوں نے کوئی نشانی نہیں دیکھی بلکہ عناد اور ضد ہے۔

طالب حق کے لئے تو خدا کی زمین پر ہر طرف نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں جنھیں دیکھ کر وہ حق کو پہچان سکتا ہے لیکن ہٹ دھرم کسی چیز کو دیکھ کر بھی ایمان نہیں لا سکتے۔ نہ زمین و آسمان کی نشانیاں دیکھ کر نہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات دیکھ کر پھر اسی مناسبت سے گزشتہ زمانہ کے سات پیغمبروں کا تذکرہ فرمایا اور ان کی قوموں کے مختصر حالات بیان فرمائے جنھوں نے اسی ہٹ دھرمی سے کام لیا تھا جس سے اب کفار مکہ کام لے

رہے تھے انبیاء سابقین کے احوال سنا کر جہاں حضور [illegible] دستور تھی وہیں اور بھی چند ضروری باتیں ذہن نشین کرائی گئیں مثلاً بتلایا گیا کہ ہر زمانہ میں کفار کی ذہنیت ایک سی رہی ہے ان کی حجتیں اور اعتراضات یکساں رہے ہیں ان کے حیلے اور بہانے ایک ہی قسم کے رہے ہیں اور آخر کار ان کا انجام بھی یکساں رہا اس کے برعکس ہر زمانہ میں انبیاء کی بنیادی تعلیم ایک سی رہی ان کی سیرت اور اخلاق کا رنگ ایک تھا اور ان سب کے ساتھ اللہ کی رحمت کا معاملہ بھی ایک تھا اس سورۃ میں ایک بات جو بار بار دھرائی گئی وہ یہ ہے کہ اللہ زبردست قادر توانا بھی ہے اور غفور رحیم بھی ہے۔ گزشتہ انبیاء اور ان کی امتوں کے واقعات میں اللہ کے قہر و غضب کی مثالیں بھی موجود ہیں اور رحمت کی بھی، جس سے لوگوں کو سمجھنا چاہئے کہ وہ کن باتوں سے اپنے آپ کو رحمت الٰہی کا مستحق بناتے ہیں اور کن باتوں سے خدا کے قہر و غضب کو بلاتے ہیں۔

سورۃ کے اخیر میں قرآن کی حقانیت کا ذکر فرمایا کہ یہ قرآن اللہ کی کتاب ہے جو بواسطہ جبریل امین علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر نازل ہوئی اور فرمایا کہ علماء اہل کتاب اس کی حقیقت کو خوب اچھی طرح پہچانتے ہیں ان کو معلوم ہے کہ اس کتاب کا ذکر انبیاء سابقین کے صحیفوں اور کتابوں میں موجود ہے۔ پھر قرآن کریم کے عربی زبان میں نازل ہونے کی وجہ بیان فرمائی اور بتلایا کہ یہ قرآن وحی ربانی ہے نہ کہ القائے شیطانی۔ لہٰذا یہ قرآن نہ شعر ہے نہ سحر ہے نہ کہانت ہے بلکہ یہ کلام ایسا ہے جو ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے اور شعر اور سحر و کہانت کو اصلاح خلق سے کیا تعلق ہے اخیر میں منکرین و مخالفین کو وعید سنائی گئی کہ وہ مخالف و منکر قرآن ہو کر جو ظلم کر رہے ہیں اس کا انجام ان کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کیسی

[illegible] یبت کی جگہ ان کو [illegible] رہنا پڑے گا۔ اسی وعید وتنبیہ پر اس سورت کو ختم فرمایا گیا۔

واللہ تعالٰی اعلم!

سورۂ نمل

یہ قرآن کریم کی ۲۷ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۴۸ نمبر پر ہے اس میں ۷ رکوع ۹۳ آیات ۱۱۶۷ کلمات ۴۸۳۹ حروف ہیں، یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کے دوسرے رکوع میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ کے سلسلہ میں وادی النمل یعنی چیونٹیوں کے میدان کا ذکر آیا ہے۔ نمل کے معنی چیونٹی کے ہیں اس لئے بطور نشانی کے اس سورۃ کا نام ''نمل'' مقرر ہوا۔

ربط:

سورۂ سابقہ کا اختتام اثبات وحی اور اثبات رسالت پر ہوا تھا یہی مضمون اس سورۃ کے شروع میں ذکر فرمایا گیا ہے۔

خلاصہ سورۃ:

دیگر مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی عقائد کی اصلاح یعنی توحید کی تعلیم، نبوت کا اثبات، آخرت کا یقین اور چند انبیاء علیہم السلام کے تذکرے ہیں۔ اس سورۃ میں بیان کیا گیا ہے کہ سارے جہان کا پیدا کرنے والا ایک اللہ ہے، اس نے انسانوں کو پیدا کر کے ان کی ہدایت کے لئے وقتاً فوقتاً نبی بھیجے اور رسالت کا سلسلہ قائم کیا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ختم فرما دیا گیا اور آپ پر قرآن نازل

کیا گیا جس میں انسانوں کو بتلایا گیا کہ ان کو زندگی میں کیا کرنا چاہئے، انسان کو اس دنیا میں ایک وقت مقررہ تک رہنا ہے اس کے بعد اس کی یہاں کی زندگی ختم ہو جائے گی، ہر فرد بشر جو اس دنیا میں آیا ہے ایک نہ ایک دن وہ مرجائے گا اور آخر کار یہ ظاہری عالم بھی سارا فنا ہو جائے گا، پھر کچھ مدت کے بعد جس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے سارے انسان شروع دنیا سے آخر تک دوبارہ زندہ ہو جائیں گے اور عالم آخرت شروع ہو جائے گا۔ جہاں ہر شخص کے اعمال کی جانچ پڑتال کی جائے گی اور اعمال کے مطابق اس کو جزاء وسزا دی جائے گی۔ نتیجہ کے لحاظ سے قرآن کے منکروں کو دائمی عذاب مصیبت اور بے چینی نصیب ہوگی اور اس کے ماننے والوں کو ابدی راحت خوشی آرام اور چین حاصل ہوگا، خدا کے پیغمبروں کی ہدایت نہ ماننے والوں کی عبرت کے لئے بعض پہلی امتوں اور ان کے پیغمبروں کے قصے بیان فرمائے گئے، اولاً حضرت موسیٰ علیہ السلام اور پھر بنی اسرائیل کے دو جلیل القدر اور صاحب سلطنت انبیاء حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام جن کی سلطنت جن وانس اور جانوروں تک پر تھی ان کے واقعات ذکر کئے گئے، حضرت سلیمان علیہ السلام سے متعلق دو واقعات کا بیان اس سورۃ میں فرمایا گیا، ایک وہ جو چونٹیوں کے ساتھ پیش آیا اور اسی بنا پر اس سورۃ کا نام سورۂ نمل رکھا گیا۔

اور دوسرا واقعہ ملکہ سبا کا، جس کی بابت ہد ہد نے آکر خبر دی اور پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو زیر فرمان کیا۔ اس کے بعد دو اور قوموں کا بیان ہے، اخیر میں اپنی قدرت کی بعض نشانیاں واضح کر کے واقعات عالم سے عبرت حاصل کرنے پر زور دیا گیا اور دنیا کے خاتمہ کی ایک علامت بتلائی گئی پھر قیامت کے حالات واضح کئے گئے اور سورۃ کے خاتمہ پر بتلایا گیا کہ ان باتوں کو جاننے کے بعد

انسان کیلئے کوئی چارہ کارنہیں سوائے اس کے کہ قرآن کے احکام پر چلے۔ واللہ اعلم بالصواب!

سورۂ قصص

یہ قرآن کریم کی ۲۸ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۴۹نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۹ رکوع ۸۸آیات ۱۴۵۴کلمات اور ۶۰۱۱/حروف ہیں، یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی پچیسویں آیت میں لفظ قصص استعمال ہوا ہے قصص کے معنی قصہ کے ہیں، اس سورۃ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اس لئے علامت کے طور پر اس کا نام سورۂ قصص رکھا گیا۔

ربط:

اس نصف سورۃ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ مذکور ہے فرعون کے ساتھ اور پھر قارون کے ساتھ مذکور ہے جس سے سورۂ نمل کے خاتمہ کے جملہ "ومن اضل" الخ کے مضمون پر من وجہ استدلال ہے جس سے دونوں سورتوں میں تناسب ہوگیا۔

خلاصہ سورۃ:

دوسری سورتوں کی طرح اس سورۃ میں بھی توحید و رسالت کا اثبات شرک کی مذمت مصدقین رسالت کی مدح اور مکذبین رسالت کی مذمت، آخرت کی تعلیم، کفار

مکہ کے شبہات واعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ اس سورۃ کا جو زمانہ نزول ہے اس وقت مکہ معظمہ کے لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین اہل اسلام کو حد سے زیادہ تنگ کر رکھا تھا مگر یہ قرآن ہی کا معجزانہ اثر تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت وتعلیم کا نتیجہ تھا کہ آپ کے متبعین اہل اسلام سخت سے سخت مصیبت کے سامنے سینہ سپر رہتے۔ اور ہمت میں ذرا فرق نہ آنے دیتے۔ اس سورۃ میں پہلے تفصیل سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اہل اسلام کی ڈھارس اور تسلی کے لئے سنایا گیا اور بتایا گیا کہ یہ ساری اذیتیں کچھ عرصہ کے لئے ہیں عنقریب اللہ کے فضل سے کامیابی وکامرانی کا زمانہ بھی آنے والا ہے مسلمانوں کو یہ سبق دیا گیا کہ اللہ کے فرمانبردار بندوں کا قدم بڑی سے بڑی مصیبت میں بھی دین سے نہیں ڈگمگایا۔ اور جب ظالموں کی دست درازی حد سے گزر جاتی ہے تو دنیا کے نگہبان اور اس نظام کائنات کے محافظ رب العالمین کی طرف سے مظلوموں کی مدد کا غیب سے سامان ہو جاتا ہے، چنانچہ جب بنی اسرائیل پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے جانے لگے تو اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم وستم سے نکالنے کے لئے آپ کو فرعون کے پاس جانے کا حکم ملا، آپ نے مصر پہنچ کر بنی اسرائیل کی رہائی کا مطالبہ کیا مگر فرعون نے ان کو رہا نہ کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بحکم خداوندی بنی اسرائیل کو راتوں رات مصر سے لے کر نکل گئے جس پر فرعون اور اس کے لشکر نے پیچھا کیا مگر بحکم الٰہی فرعون اور اس کا تمام لشکر سمندر میں غرق ہو گیا اور بنی اسرائیل آزاد ہو گئے پھر محکوم سے حاکم بن گئے اس قصہ سے کئی باتیں معلوم ہوئیں۔

ا:...... اللہ تعالیٰ جو کچھ کرنا چاہتا ہے اس کے لئے وہ غیر محسوس طریقہ سے

ظاہری اسباب و ذرائع فراہم کر دیتا ہے، جس بچہ کے ہاتھوں فرعون کا تختہ پلٹنا اللہ نے خود فرعون کے گھر میں اس کی پرورش کرائی، اور فرعون یہ نہ جان سکا کہ وہ کس کی پرورش کر رہا ہے۔

۲:...... نبوت کسی کو کسی جشن یا اجلاس عام میں اعلان کر کے نہیں دی جاتی کفار مکہ کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر اعتراض تھا کہ بیٹھے بٹھائے آپ کہاں سے نبی بن گئے، تو ان کو جتلایا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اس طرح راہ چلتے نبوت مل گئی تھی آپ کوہ طور کی وادی میں آگ لینے گئے تھے کہ پیغمبری عطا ہوگئی۔

۳:...... اللہ جب اپنے کسی بندے سے دین کا کوئی کام لینا چاہتا ہے تو وہ بغیر کسی لاؤ لشکر اور ظاہری ساز و سامان کے تنہا رکھتا ہے اور بڑے بڑے لاؤ لشکر والے اس کے سامنے عاجز ہو جاتے ہیں، کہاں فرعون کی ظاہری شوکت اور کہاں موسیٰ علیہ السلام کی بے سروسامانی۔ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کامیاب ہوئے اور فرعون ناکام رہا۔

۴:...... حضرت موسیٰ اور فرعون اور اس کے بعد قارون کے اس قصہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ایک ثبوت قرار دیا گیا کہ امی ہونے کے باوجود ہزار سال پہلے گزرے ہوئے تاریخی واقعات اس تفصیل کے ساتھ من وعن سنانا آپ کی نبوت کی واضح دلیل ہے۔ واللہ اعلم!

سورۂ عنکبوت

یہ قرآن کریم کی ۲۹ ویں سورۃ اور ترتیب نزول میں ۸۵ نمبر پر ہے اس

سورت میں ۷ رکوع ۶۹ آیات ۹۹۰ کلمات اور ۴۴۱۰ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

ربط:

سورۂ عنکبوت کا سورۂ قصص کے ساتھ ربط یہ ہے کہ سورۂ عنکبوت میں زیادہ تر استقامت علی الدین سے موانع کے متعلق احکام میں ایک مانع تھا کفار کا مسلمانوں کو ایذا پہنچانا فعلاً یا قولاً۔ دوسرا مانع تھا کفار کا مسلمانوں پر قولی جبر کرنا۔ تیسرا مانع تھا کفار کا مسلمانوں کو بہکانا اور چوتھا مانع ہجرت بعض کے لئے فکر رزق تھا اس سورۃ میں صادق الایمان لوگوں کو عزم و ہمت اور استقامت کی تعلیم دی گئی ہے اور کفار مکہ کو سخت تنبیہ وتہدید کی گئی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کے چوتھے رکوع میں لفظ عنکبوت آیا ہے جس کے معنی مکڑی کے ہیں اس سورۃ کی ایک آیت میں کفار کے اعتقادات کو مکڑی کے جالے سے تشبیہ دی گئی ہے جو نہایت کمزور اور بودا ہوتا ہے اس لئے اس سورۃ کا نام عنکبوت قرار دیا گیا۔

شان نزول:

حضرت خباب ابن ارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ چادر مبارک کی ٹیک لگائے ہوئے کعبہ کے سائے میں تشریف فرما تھے اور ہم لوگوں پر دن رات مشرکین کی جانب سے ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے جا رہے تھے میں نے حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ آپ اللہ جل جلالہ سے ہمارے لئے دعا کیوں نہیں فرماتے یہ سن کر آپ سنبھل کر بیٹھ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک جوش اور جذبہ سے سرخ ہو گیا آپ نے فرمایا

تم سے جو پہلے دین و ایمان والے گزرے ہیں ان پر اس سے زیادہ سختیاں توڑی گئی ہیں ان میں سے کسی کو زمین میں گڑھا کھود کر بٹھا دیا جاتا اور اس کے سر پر آرہ چلا کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے، لوہے کی کنگھیوں سے ان کا گوشت نوچ ڈالا جاتا سوائے ہڈیوں اور پٹھوں کے کچھ نہ چھوڑا جاتا ایسی سختیوں نے بھی ان کو دین سے نہ روکا خدا کی قسم اللہ پاک اپنے اس دین کو پورا کر کے رہے گا تم لوگ دیکھ لو گے کہ اکیلا سوار یمن سے حضر موت تک آئے گا اور سوائے اللہ کے کسی کا خوف و ہراس اس کے دل میں پنہاں نہ ہوگا لیکن تم لوگ ہر کام میں جلدی چاہتے ہو۔ اس اضطرابی کیفیت کو ٹھنڈے صبر اور تحمل میں تبدیل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

خلاصہ سورۃ:

جس زمانہ میں یہ سورۃ نازل ہوئی اس زمانہ میں مکہ کے مسلمان مشرکوں اور کفار کے ہاتھوں سخت اذیت اٹھا رہے تھے کفار کی طرف سے اسلام کی مخالفت پورے زور شور سے ہو رہی تھی ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی تاکہ ایک طرف سچے مؤمنین کے قلوب میں عزم و استقامت پیدا ہو اسی سورۃ میں مسلمانوں کو صبر کی تلقین کی گئی اور ان کو بتلایا گیا کہ دنیا میں اللہ عزوجل اپنے بندوں کا امتحان لیتا ہے جو لوگ مصائب جھیل کر ثابت قدم رہتے ہیں وہ ہی آخر کامیاب ہوتے ہیں بغیر مشقت راحت نہیں ملتی اور نہ ہی کسوٹی پر پرکھے بغیر کھرا کھوٹا پہچانا جاتا ہے مسلمانو جب تم نے اللہ کے نام کا اقرار کیا تو اب آزمائش کے لئے تیار رہو۔ ایمان کوئی زبانی جمع خرچ نہیں کہ زبان سے کلمہ پڑھ لیا اور پھر جو چاہے کرتا پھرے بلکہ کلمہ پڑھ لینے کے بعد اللہ کے احکام کی پابندی کرنا اور اسی کے راستہ میں مشقتیں اور مصیبتیں آئیں تو

انہیں ثابت قدمی سے برداشت کرنا چاہئے۔ ایمان کا امتحان ہر زمانہ کے لوگوں کا کیا گیا ہے اس کے بعد کفار مکہ کے متعلق بتلایا گیا کہ یہ نادان لوگ جو مسلمانوں کو ستا رہے ہیں ہم سے بچ کر کہاں جائیں گے یہ کفار کا ستانا مسلمانوں کے رفع درجات کا باعث بن رہا ہے دیکھو ایسا ہرگز نہ ہو کہ اللہ کے ساتھ کسی اور کو بھی شریک کرنے لگو اگر ماں باپ بھی کہیں کہ ایمان چھوڑ دو اور شرک اختیار کرلو ان کا کہنا بھی اس بارے میں مت مانو پچھلی قوموں کا حال دیکھو کہ اللہ کو نہ مان کر کیسی کیسی تباہیوں میں پھنسے اور کس بری طرح ہلاک اور برباد ہوئے انہیں اللہ کے عذاب سے کوئی نہ بچا سکا اور جو اللہ کے فرماں بردار ہوئے ان کو اللہ نے اس دنیا میں بھی اپنی نعمتوں سے نوازا اور آخرت مین بھی ان کے لئے بڑے درجے ہیں۔ یہ اپنا دل لگانے کی جگہ نہیں ہے جنہوں نے اس میں دل لگایا ان پر مرنے کے بعد فوراً ہی مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور ہاتھ ملتے رہ گئے مگر اس وقت کی ندامت اور پچھتانے سے کیا فائدہ۔

مسلمانوں کو یہ ہدایت بھی کی گئی ہے کہ اگر ظلم وستم تمہارے لئے ناقابل برداشت ہوجائے تو ایمان چھوڑنے کے بجائے گھر بار چھوڑ کر نکل جاؤ خدا کی زمین وسیع ہے جہاں خدا کی بندگی کرسکو وہاں چلے جاؤ سورۃ کے آخر میں یہ جاں فزا پیغام ہے کہ جو ہمارے راستہ میں محنت کرے گا ہم اس کے لئے کامیابی کی راہیں کھول دیں گے اور اللہ اپنے مخلص وفاداروں کے ساتھ ہے۔ نیز دوسری مکی سورتوں کی طرح اس سورۃ میں توحید رسالت اور آخرۃ کو ذہن نشین کرادیا گیا اور اسی کے ساتھ شرک کی مذمت اور اس کا ابطال فرمایا گیا ہے۔ واللہ اعلم!

سورۃ الروم

یہ قرآن کریم کی ۳۰ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۸۴ نمبر پر ہے اس میں چھ رکوع ۶۰ آیت ۸۲۷ کلمات اور ۳۵۴۷ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

ربط:

سورۃ روم کا سورۃ عنکبوت کے ساتھ ربط یہ ہے کہ سورۃ روم میں یہ مضامین ہیں۔ اول بعض واقعات جو مسلمانوں کے خوش ہونے کا سبب ہیں ان کی پیشین گوئی اور موت کے اوپر دلاسہ کا ذکر ہے، پہلی سورۃ میں کفار کی ایذا رسانی سے جو مسلمانوں کو رنج ہوتا تھا اس پر مجاہدہ وتحمل کی فضیلت مذکور تھی لہذا اس سورۃ میں اس رنج کا ازالہ فرمایا گیا۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی پہلی آیت میں غلبت الروم کے الفاظ آئے ہیں چونکہ اس سورۃ میں سلطنت روم کا ذکر کیا گیا ہے اس لئے بطور علامت اس سورۃ کا نام ہی سورۃ روم مقرر ہوا۔

زمانہ نزول:

جس زمانہ میں یہ سورۃ نازل ہوئی اس زمانہ کی دو بڑی بھاری سلطنتیں فارس اور روم مدت دراز سے آپس میں ٹکراتی چلی آتی تھیں شام، فلسطین، ایشائے کوچک یہ رومی سلطنت میں شامل تھے اور یہ حکومت عیسائیوں کے قبضہ میں تھی اہل فارس آتش پرست مجوسی مذہب کے پیروکار تھے ان دونوں سلطنتوں میں ۶۰۲ء سے لے کر ۶۱۵ء

تک لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ ۵۷۰ء میں ہوئی اور ۶۱۰ء میں آپ کی بعثت ہوئی مکہ والوں میں روم و فارس کی جنگ کی خبریں پہنچتی رہتی تھیں اسی دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت اور دین اسلام کی تبلیغ نے مکہ کے لوگوں کے لئے ان جنگی خبروں میں ایک خاص دلچسپی پیدا کردی تھی۔ فارس کے آتش پرست مجوسیوں کو مشرکین مکہ اپنے نزدیک سمجھتے تھے اور روم کے عیسائی اہل کتاب ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے قریبی دوست سمجھے جاتے تھے جب فارس یعنی مجوسیوں کے غلبہ کی خبر آتی تو مشرکین مکہ خوش ہوتے اور اسی سے مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنے غلبہ کی فال لیتے مسلمانوں کو اس بات سے صدمہ ہوتا تھا کہ اہل کتاب مجوسیوں سے مغلوب ہوں بالآخر ۶۱۴ء کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو ۵ سال گزر چکے تھے فارس نے روم کو ایک مہلک اور فیصلہ کن شکست دی۔ شام، مصر، ایشیائے کوچک وغیرہ سب ممالک رومی عیسائیوں کے ہاتھ سے نکل گئے۔ سب سے مقدس کلیسا برباد کردیا گیا۔ بیت المقدس پر قبضہ کر کے ایرانیوں نے مسیحی دنیا پر قیامت برپا کردی۔ ۹۰ ہزار عیسائی قتل کیے گئے تمام بڑے بڑے گرجوں کو مسمار کردیا گیا اس فتح کا نشہ خسرو پرویز شاہ فارس پر چڑھا ہوا تھا جس کا اندازہ اس خط سے ہوتا ہے کہ جو اس نے بیت المقدس سے ہرقل نامی بادشاہ روم کو لکھا تھا کہ ”سب خداؤں سے بڑے خدا شام کی روئے زمین کے مالک خسرو کی طرف سے اس کے کمینہ اور بے شعور بندے ہرقل کے نام! تو کہتا ہے کہ تجھے اپنے رب پر بھروسہ ہے کیوں نہ تیرے رب نے یروشلم کو میرے ہاتھ سے بچالیا؟ یہ اس مغرور خسرو پرویز کسریٰ ایران کا خط تھا جو اس وقت تقریباً نصف مشرقی دنیا کا شہنشاہ تھا بہرحال بیت المقدس کی فتح کے بعد قیصر روم کا اقتدار بالکل فنا ہوگیا تھا۔ اور بظاہر

کوئی صورت روم کے ابھرنے اور ایرانیوں کے تسلط سے نکلنے کی باقی نہ رہی۔ اس وقت سلطنت روم پر فارس کے غلبہ کا چرچا ہرزبان پر تھا یہ حالات دیکھ کر مشرکین مکہ نے بھی خوب خوشیاں منائیں اور مسلمانوں کو چھیڑنا اور طعنہ دینا شروع کیا۔ کہ دیکھو فارس کے آتش پرست فتح پا رہے ہیں اور وحی و رسالت کے ماننے والے عیسائی شکست پر شکست کھاتے چلے جا رہے ہیں۔ اور اسی طرح ہم عرب کے بت پرست بھی تمہارے دین کو مٹا کر رکھ دیں گے۔ حتی کہ بعض مشرکین نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آج ہمارے بھائی فارسی مجوسیوں نے تمہارے بھائی رومیوں کو مٹا دیا ہے کل ہم بھی تمہیں اسی طرح مٹا ڈالیں گے ان حالات میں قرآن کریم کی یہ سورت نازل ہوئی اور ظاہری اسباب کے بالکل خلاف اعلان کر دیا کہ بیشک اس وقت رومی فارس سے مغلوب ہو گئے لیکن ۹ سال کے اندر اندر پھر وہ غالب اور منصور ہوں گے اسی قرآنی پیشین گوئی کی بنا پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بعض مشرکین سے شرط باندھ لی چونکہ اس وقت تک اسلام میں ایسی شرط لگانا حرام نہیں ہوا تھا کہ اگر اتنے سال تک رومی غالب نہ ہوئے تو میں ۱۰۰ر اونٹ تمہیں دوں گا ورنہ اسی قدر اونٹ تم مجھ کو دو گے ادھر ہرقل قیصر روم نے اپنے زائل شدہ اقتدار کو واپس لینے کا تہیہ کر لیا اور منت مانی کہ اگر اللہ نے مجھ کو ایرانیوں پر فتح دے دی تو میں پیدل چل کر بیت المقدس تک پہنچوں گا خدا کی قدرت قرآنی پیشین گوئی کے مطابق ٹھیک ۹ سال کے اندر یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے ہجرت فرمانے کے ایک سال بعد عین معرکہ بدر کے دن جب کہ مسلمانوں کو مشرکین مکہ پر نمایاں فتح و نصرت حاصل ہوئی اور مسلمان خوشیاں منا رہے تھے اسی دن یہ خبر سن کر اور زیادہ مسرور ہوئے کہ رومی اہل کتاب کو خدائے تعالیٰ نے ایران کے مجوسیوں پر غالب فرمایا قرآن کریم کی اسی

عظیم الشان پیشین گوئی کی صداقت کا مشاہدہ کر کے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مشرکین مکہ سے سو اونٹ لئے جن کے متعلق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''سب صدقہ کر دیے جائیں۔''

خلاصہ مضامین سورۃ:

دوسری مکی سورتوں کی طرح اس سورۃ میں بھی عقائد کے متعلق یعنی توحید و رسالت کا اثبات شرک کی مذمت، قیامت، آخرت، حشر ونشر، جزاوسزا، جنت وجہنم، بداعمالیوں کے نتائج، اللہ کی قدرت ونشانیوں کا ذکر قرآن کا مثل باران رحمت ہونا ذکر فرمایا گیا ہے۔

سورۂ لقمان

یہ قرآن کریم کی ۳۱ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۵۷ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۴ رکوع ۳۴ آیات ۵۵۴ کلمات اور ۲۲۱۷ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کے دوسرے رکوع میں وہ نصیحتیں نقل کی گئی ہیں جو حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو کی تھیں اس مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۂ لقمان مقرر ہوا۔

فائدہ:

اکثر علماء مفسرین کی رائے یہ ہے کہ حضرت لقمان پیغمبر نہیں تھے ہاں ایک صالح پاکباز متقی انسان تھے جن کو حق تعالیٰ نے اعلیٰ درجہ کی عقل وفہم و دانائی عطاء

فرمائی تھی اور آپ کی عاقلانہ نصیحتیں اور حکمت کی باتیں لوگوں میں مشہور چلی آئی ہیں جن کا تذکرہ اہل عرب میں بھی تھا۔ چونکہ اس سورۃ میں حضرت لقمان کی نصیحتوں کا ذکر ہے اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۂ لقمان متعین ہوا۔

ربط:

سورۂ روم کے ختم پر قرآن کی تعریف مذکور ہے اسی سے سورۂ لقمان کی ابتداء ہے باقی مضامین بھی قریب قریب ہیں۔

خلاصہ مضامین:

اس سورۃ میں اولاً اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ قرآن کریم کی باتیں حکمت کے موافق ہیں یعنی اس کی ہر بات میں یہ خیال رکھا جاتا ہے کہ ہر کام کا نتیجہ بہتر و درست ہو خواہ اس کی خاطر بظاہر ذاتی فائدہ ترک کرنا پڑے اسی بناء پر قرآن کی باتوں سے اصل فائدہ وہی اٹھا سکتے ہیں جن کی طبیعت نیک کاموں کی طرف مائل ہوتی ہے اور جو انجام پر نظر رکھتے ہیں جن کا یہ یقین ہے کہ یہ دنیا عارضی قیام کی جگہ ہے انسان کی عمر محدود ہے اور اس دنیا کے بعد لازمی نتیجہ آخرت ہے پھر وہ باتیں بتلائی گئیں جن کا انجام اچھا نہیں ہے اور آخرت میں ان کی وجہ سے بڑے مصائب و آفات میں مبتلا ہونا لازمی ہے ان میں اکثر چیزیں وہی ہیں جن میں فقط دنیا کی کھیل تفریح مقصود ہوتی ہے اور جن میں آج دنیا کے اکثر لوگ مبتلا ہیں مثلاً فضول قصے کہانیاں۔ ناول۔ من گھڑت خیالی افسانے۔ ناچ رنگ گانا بجانا تھیٹر سینما عالی شان مکانات ان سب کا انجام آخرت میں اچھا نہ ہوگا۔ اس کے بعد وہ باتیں بتلائی گئیں جن کا انجام ہر جگہ اچھا ہوگا مثلاً خدا کی پہچان توحید کا اعتقاد شرک سے نفرت بری

عادتوں اور بری باتوں سے اجتناب اس سورۃ میں حضرت لقمان کی نصیحتیں بیان فرما کر اشارہ کیا گیا کہ دنیا کے عقلمند ان باتوں کی اچھائی پر متفق ہیں جنہیں قرآن میں اچھا کہا گیا ہے اور ان باتوں کو برا جانتے ہیں جنہیں قرآن میں برا کہا گیا ہے پھر کہا گیا کہ انسان آنکھیں کھول کر دیکھے تو اللہ کی قدرت کی نشانیاں تمام عالم میں ظاہر ہیں جن سے اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے آخر میں قیامت کی باز پرس سے ڈرایا گیا ہے کہ قیامت آنے کا وقت اللہ ہی جانتے ہیں۔ واللہ اعلم!

سورۃ السجدہ

یہ قرآن کریم کی ۳۲ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے نمبر ۷۵ پر ہے اس میں ۳ رکوع ۳۰ آیات ۳۷۴ کلمات اور ۱۵۷۰ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کے دوسرے رکوع کی ۱۵ویں آیت میں سجدہ کا مضمون آیا ہے اس لئے اس سورۃ کا نام سورۂ سجدہ قرار دیا گیا۔

ربط:

سورۂ لقمان میں توحید و معاد کے مضامین تھے، سورۂ سجدہ کے شروع میں اثبات حقیقت قرآن سے اثبات رسالت ہے جس کی مناسبت توحید و معاد سے ظاہر ہے۔

خلاصہ مضامین:

دوسری مکی سورتوں کی طرح اس سورۃ میں بھی زیادہ تر عقائد ہی کے متعلق

مضامین ہیں اس سورۃ کا خاص موضوع توحید آخرت و رسالت کے متعلق لوگوں کے شبہات کو دور کر کے ان تینوں حقیقتوں پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے۔ سب سے پہلے اس سورۃ میں اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ قرآن مجید اللہ کی طرف سے نازل کی ہوئی کتاب ہے جو سارے جہانوں کو پالنے والا ہے اور ان کا محافظ ہے اس میں شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے انسانوں کی ہدایت کے لئے نازل کی گئی ہے جس زمانہ میں یہ سورۃ نازل ہوئی اس وقت کفار مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آپس میں چرچے کرتے تھے کہ یہ عجیب عجیب باتیں گھڑ گھڑ کر سنا رہے ہیں۔ نعوذ باللہ کبھی مرنے کے بعد کی خبریں دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مرجانے اور مٹی میں مل کر ریزہ ریزہ ہوجانے کے بعد پھر تم زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے اور جزا و سزا ہوگی دوزخ و جنت ہوگی کبھی کہتے ہیں کہ یہ دیوی دیوتا کوئی چیز نہیں بس اکیلا ایک خدا ہی معبود ہے کبھی کہتے ہیں کہ میں خدا کا رسول ہوں آسمان سے مجھ پر وحی آتی ہے اور جو کلام میں تم کو سنا رہا ہوں یہ رب العالمین کا کلام ہے کفار کی ان سب باتوں کے جوابات اس سورۃ میں دیئے گئے ہیں اور ان سے کہا گیا ہے کہ قرآن جن حقائق کو تمہارے سامنے پیش کر رہا ہے ان میں کونسی چیز تعجب کی ہے آسمان اور زمین کے انتظام کو دیکھو خود اپنی پیدائش اور بناوٹ پر غور کرو کہ یہ نظام کائنات توحید پر دلالت کر رہا ہے یا شرک پر۔ خود اپنی پیدائش پر نظر کرو کیا تمہاری عقل یہی گواہی دیتی ہے کہ جس نے اب تمہیں پیدا کر رکھا ہے وہ تمہیں دوبارہ نہ پیدا کر سکے گا اس کے بعد عالم آخرت کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور ایمان کے ثمرات و کفر کے نتائج بیان فرما کر یہ ترغیب دلائی گئی ہے کہ لوگ یہ انجام سامنے آنے سے پہلے کفر و شرک کو چھوڑ دیں اور قرآن کی تعلیم کو قبول کریں کیونکہ ایمان والے بندے وہی ہیں جو کلام اللہ کی آیات

سن کر اکڑفوں چھوڑ دیتے ہیں اور اللہ کے سامنے سربسجود ہوجاتے ہیں راتوں کو اٹھ کر گڑگڑا کر روتے ہیں۔ اور عاجزی کرتے ہیں اس سے ڈرتے بھی ہیں اور اس سے بخشش کی امید بھی رکھتے ہیں۔ نیز بتلایا گیا کہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ وہ انسانوں کے قصور پر فوراً گرفت نہیں کرتا ہے اور فیصلہ کن عذاب میں مبتلا نہیں کردیتا ہے بلکہ پہلے چھوٹی چھوٹی تکالیف اور نقصانات بھیجتا ہے تاکہ انہیں تنبیہ ہو اور وہ باز آجائیں لیکن اگر ان سے انسان سبق نہ لے تو اس کے لئے آخرت کا بڑا عذاب ہے۔ اس کے بعد اثبات رسالت کے بیان میں فرمایا کہ دنیا میں یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں کہ ایک شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر خدا کی کتاب آئی ہو بلکہ اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام پر بھی کتاب آئی تھی جسے تم لوگ جانتے ہو یقین مانو کہ یہ کتاب بھی خدا ہی طرف سے آئی ہے اور خوب سمجھ لو کہ اب پھر وہی ہوگا جو موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ہو چکا ہے امامت، پیشوائی، بڑائی انہیں کو نصیب ہوگی جو اس کتاب الٰہی کو مان لیں گے۔ ابھی موقع ہے کہ اللہ و رسول کے کہنے پر یقین کرلو اور اس دن سے بچنے کی تیاری کرلو ورنہ اس دن کے آجانے پر نہ ایمان لانا کام دے گا نہ سزا میں ڈھیل ہوگی اور نہ مہلت ملے گی کہ آئندہ چال چلن ٹھیک کر کے درست ہوجاؤ اس وقت کی مہلت کو غنیمت سمجھو قیامت آنے والی ہے اور یقیناً آکر رہے گی پھر یہ کہنا فضول ہے کہ کب آئے گی اور کب فیصلہ ہوگا ماننا ہے تو اب مان لو اور اگر اخیر فیصلہ ہی کا انتظار کرنا ہے تو پھر بیٹھے انتظار کرتے رہو۔

سورۂ احزاب

یہ قرآن کریم کی ۳۳ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۹۰ نمبر پر

ہے اس سورۃ میں ۹ رکوع ۷۳ آیت اور ۱۲۱۰ کلمات اور ۵۹۰۹ حروف ہیں یہ سورۃ مدنی ہے۔

وجہ تسمیہ:

چونکہ اس سورۃ میں غزوۂ احزاب کا ذکر ہے جو ہجرت کے بعد ۵ھ میں پیش آیا اس لئے اس کا نام سورۂ احزاب مقرر ہوا۔

فائدہ:

احزاب کے لفظی معنی ہیں گروہ۔ جماعتیں چونکہ اسلام کی مخالفت میں متعدد جماعتوں نے متحدہ محاذ بنا کر اس موقع پر چڑھائی کی تھی اس لئے اس کو غزوۂ احزاب کہتے ہیں۔ اس غزوہ کا دوسرا نام غزوۂ خندق بھی ہے چونکہ اس موقع پر حفاظت کے خیال سے مدینہ کے ان اطراف میں خندق کھودی گئی تھی جدھر سے دشمنوں کے آنے کا راستہ تھا۔

ربط:

پہلی سورۃ کا اختتام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی پر ہوا تھا جو محبوبیت کی دلیل ہے۔ اس سورہ میں بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منصوریت و محبوبیت اور خصوصیت و اکرمیت عند اللہ بوجوہ مختلف کا ذکر ہے جس سے دونوں سورتوں کے مابین تناسب ظاہر ہے۔

فائدہ:

غزوہ اس جنگ یا مہم کو کہا جاتا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

خود شرکت فرما کر قیادت کی ہو اور ایسی جنگ یا فوجی مہم جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم شریک نہ ہوئے اس کو سریہ کہا جاتا ہے۔

خلاصہ مضامین:

اس سورۃ کے مضامین تین اہم واقعات سے متعلق ہیں ایک غزوۂ احزاب جو شوال ۵ھ میں پیش آیا جس کی تفصیلات اس سورۃ کے دوسرے رکوع میں مذکور ہیں اس کے بعد غزوہ بنوقریظہ کے متعلق جو یہود مدینہ کے ساتھ جنگ احزاب کے فوراً بعد ہی پیش آیا جس کی تفصیلات شروع رکوع میں ہے اس سورۃ کے زمانہ نزول کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو تنگی اور عسرت کا سامنا تھا اور سب نہایت تنگی سے زندگی بسر کرتی تھیں اللہ رب العزت کی طرف سے ان کو کہا گیا کہ دنیا اور اس کی زینت اور خدا و رسول و آخرت میں سے کسی ایک کا انتخاب کرلیں اور اگر دنیا کی عیش و بہار مطلوب ہے تو صاف کہہ دیں اور اگر اللہ و رسول کی خوشنودی پسند ہے تو صبر کے ساتھ اللہ و رسول کو اختیار کیے رہیں اس فرمان پر تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے فوراً خدا اور رسول اور آخرت کو منتخب کرلیا اسی سلسلہ میں ایک معاشرتی اصلاح کی ابتداء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے کی گئی اور ان کے توسط سے مسلمان عورتوں کو جاہلیت کی بے پردگی سے پرہیز کا حکم دیا گیا اور وقار کے ساتھ گھر میں رہنے اور غیر مردوں کے ساتھ بات چیت کرنے میں سخت احتیاط کی تعلیم دی گئی گویا یہ پردے کے حکم کا آغاز تھا اس کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے سلسلہ میں جو ذیقعدہ ۵ھ میں ہوا مخالفین کی طرف سے اس پر اعتراضات وشبہات اور ان کے جوابات ارشاد فرمائے گئے اور مسئلہ

تہنیت (لے پالک) کی رسم کی اصلاح فرمائی گئی۔ عرب کے لوگ متبنیٰ کو حقیقی بیٹے کا درجہ دیتے تھے اسے باقاعدہ وراثت میں شریک سمجھا جاتا متبنیٰ کی بیوی منہ بولے باپ کے حق میں حقیقی بیٹے کی بہو کا درجہ رکھتی اللہ جل شانہ، کو منظور ہوا کہ یہ جاہلیت کی رسم خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس توڑیں تاکہ کسی مسلمان کے ذہن میں کراہت کا تصور باقی نہ رہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لے پالک کی بیوی سے نکاح فرمایا جس پر منافقین اور یہود نے مسلمانوں کے دلوں میں شکوک وشبہات ڈالنے کی کوشش کی (حضرت زیدؓ کی مطلقہ) جس پر مسلمانوں کو بتلایا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ اور مقام کیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کی تلقین فرمائی گئی۔ انہیں واقعات کے سلسلہ میں قانون طلاق کی ایک دفعہ بیان ہوئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک خاص ضابطہ بیان ہوا جس میں یہ وضاحت بیان فرمائی گئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان متعدد پابندیوں سے مستثنیٰ ہیں جو ازدواجی زندگی کے معاملہ میں عام مسلمانوں پر عائد کی گئی ہیں۔ نیز بعض معاشرتی احکام نازل فرمائے گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں غیر مردوں کی آمد و رفت پر پابندی کا حکم نازل ہوا اور بتلایا گیا کہ ازواج مطہرات عزت وحرمت میں مسلمانوں کی ماں ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان سے کسی کا نکاح نہیں ہوسکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت زینب کے ساتھ نکاح کے سلسلہ میں چہ میگوئیوں پر سخت تنبیہ کی گئی اور اہل ایمان کو ان سے باز رہنے کی تلقین فرمائی گئی۔ سورۃ کے خاتمہ پر تمام انسانوں کو یاد دلایا گیا کہ مخلوقات میں یہ انسان ہی ہے جس نے امانت الٰہی کا بار اٹھایا کہ اللہ کے احکام کی پابندی کروں گا یہ عہد و پیمان کروں گا یہ عہد و پیمان ایک امانت ہے جس کی حفاظت ونگہبانی ہر انسان کے ذمہ واجب ہے اس سے غفلت انکار

اور بے پروائی کرنے والے سزا کے مستحق ہوں گے۔

سورۃ سبا

یہ قرآن کریم کی ۳۴ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۵۸ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۶ رکوع ۵۴ آیات ۸۹۶ کلمات اور ۳۶۳۶ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کے دوسرے رکوع میں قوم سبا کا تذکرہ فرمایا گیا ہے اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۃ سبا ہوا۔

ربط:

سورۃ سبا کے شروع میں توحید کا ذکر ہے جو امانت مفہوم کلی کی ایک جزئی اعظم ہے اور توحید شرک کے مقابل ہے جس کا ذکر سورۃ سابقہ کے خاتمہ پر تھا جس سے تناسب ظاہر ہے۔

خلاصہ مضامین:

سورۃ کی ابتداء اللہ کی صفات کمالیہ سے فرمائی گئی ہے۔ اور بتلایا گیا کہ تمام حمد و ثنا اسی ایک خدا کو زیبا ہے جو ہر شئی کا خالق و مالک ہے بڑی حکمت والا بڑا باخبر ہے اس کے بعد وقوع قیامت کا ذکر فرمایا گیا اور اس کی غرض و حکمت بتلائی گئی کہ تاکہ اللہ دنیا میں ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو اچھا صلہ دے اور کفار و مشرکین کو سزا و عذاب دے آگے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا قصہ

ذکر فرمایا کہ اللہ نے ان کو کیسے کمالات اور بعض خصوصی امتیازات عطا فرمائے تھے کہ داؤد علیہ السلام کے ساتھ چرند پرند حتیٰ کہ پہاڑ بھی تسبیح کرتے تھے اور لوہا ان کے ہاتھ میں موم جیسا نرم ہو جاتا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت ہوا پر بھی تھی اور ہوا آپ کا تخت حسب منشاء لے کر اڑا کرتی تھی جنات کو آپ کا خدمت گزار بنا دیا گیا تھا جو آپ کے لئے بڑی بڑی عمارتیں بنا دیتے ان انعامات کو یاد دلا کر آل داؤد کو شکر گزاری کی تعلیم دی گئی اور یہ کہ میرے تمام بندوں ہی کو شکر گزار ہونا چاہئے کیونکہ ایسا کون ہے جس پر حق تعالیٰ کا احسان نہ ہو اس کے بعد قوم سبا کا ذکر فرمایا گیا جن کو اللہ نے بہت سے دنیوی نعمتوں سے نوازا تھا مگر انہوں نے نافرمانی کی اور بجائے شکر کے کفران نعمت کیا اور جب انبیاء علیہم السلام کے سمجھانے سے بھی باز نہ آئے تو ان پر زبردست سیلاب کا عذاب آیا جس نے ان کے باغات اور بستیوں کو غارت کر دیا اور ان کو ناشکری کی سزا ملی اس کے بعد شرک کی مذمت ذکر فرماتے ہوئے کہا گیا کہ مشرکین جن کی پوجا کرتے ہیں ان کے قبضہ میں زمین آسمان کی ذرہ برابر بھی کوئی چیز نہیں ہے۔ اسی ذیل میں توحید کی تبلیغ اور شرک سے اجتناب کی تعلیم دی گئی۔ جو لوگ عذاب قیامت کا تمسخر کرتے تھے ان کو بتلایا گیا کہ اس وعدہ کا ایک خاص دن مقرر ہے جس سے نہ ایک ساعت کوئی پیچھے ہٹ سکتا ہے نہ آگے بڑھ سکتا ہے اس کے بعد قیامت کا منظر بیان کیا گیا کہ جب کافروں کے سردار اور ان کے متبعین قیامت میں جمع ہوں گے تو اتباع کرنے والے ان سرداروں سے کہیں گے کہ تمہیں نے ہمیں گمراہ کیا اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لے آتے اس پر وہ جواب دیں گے کہ کیا ہم نے تمہیں زبردستی روکا تھا تم اپنے کئے خود مجرم ہو اس پر یہ جواب دیں گے کہ تمہاری رات دن کی کوشش اور فریب دہی ہمیں مجبور کرتی تھی کہ ہم کفر کریں۔ نہ تم ہمیں اس

وقت یہ سبق بڑھاتے نہ ہم ایمان سے محروم رہتے الغرض ایک دوسرے کوملزم گردانیں گے اور اپنے دل میں پشیمان ہوں گے پھر ان سب کی گردنوں میں طوق ڈال کر اور زنجیروں سے جکڑ کر جہنم رسید کر دیا جائے گا آگے کفار عرب کو کہا گیا کہ انہیں تو قرآن کریم اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر کرنی چاہیے تھی اس لئے کہ ان میں پہلے اور کوئی آسمانی کتاب نہیں آئی تھی اور نہ کوئی پیغمبر ان میں آیا ان کو بتلایا گیا کہ پہلی قومیں مال و دولت میں تم سے بڑھی ہوئی تھیں نافرمانی کی وجہ سے جب ان پر عذاب آیا تو مال و دولت ان کے کچھ کام نہ آیا تمہارے کس کام آئے گا اگر تم تکذیب کرتے رہو گے۔ جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ دیوانہ اور مجنون کہتے تھے ان سے کہا گیا کہ جو شخص تم کو اچھی باتیں بتائے پچھلے لوگوں کے حالات تمہیں سنا کر عبرت و نصیحت دلائے آئندہ آنے والے عذاب سے تمہیں آگاہ کرے اور اس سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرے تو اے احمقو کیا ایسا شخص دیوانہ ہو سکتا ہے اخیر میں کفار کی حالت کا نقشہ کھینچا جو انہیں میدان حشر میں درپیش ہوگی وہ اس وقت کی ہول اور ہیبت سے بدحواس ہوں گے اور اس وقت اپنے ایمان لانے کو ظاہر کریں گے مگر اس دن کا ایمان لانا نفع بخش نہ ہوگا اور ان کو داخل جہنم کر دیا جائے گا اس وعید و تنبیہ پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا۔

سورۃ فاطر

یہ قرآن کریم کی ۳۵ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے نمبر ۴۳ پر ہے اس سورۃ میں ۵ رکوع ۴۵ آیات ۹۲۷ کلمات اور ۳۲۸۹ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کے ابتدائی جملہ میں "الحمد للہ فاطر السموات والارض" مذکور ہوا ہے کہ تمام تر حمد اللہ کو لائق ہے جو آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا ہے اس واسطے اس سورۃ کا نام بطور علامت فاطر مقرر ہوا۔

نیز اس سورۃ کا دوسرا نام سورۂ ملائکہ بھی ہے چونکہ اس سورۃ میں ملائکہ کا ذکر ہے اس لئے اس سورۂ کو سورۂ ملائکہ بھی کہتے ہیں۔

ربط:

اس سورۃ کا زیادہ تر حصہ ابطال شرک و اثبات توحید میں ہے اور سورۃ سابقہ کے ختم پر انکار حق کی عاقبت کا بیان تھا جو انکار توحید کو شامل ہے پس ذکر توحید کے ساتھ جس سے یہ سورۃ شروع ہورہی ہے تناسب واضح ہے۔

خلاصہ سورۃ:

چونکہ یہ سورۃ مکی ہے اس لئے اس میں بھی دوسری سورتوں کی طرح عقائد سے متعلق مضامین بیان فرمائے گئے ہیں جس میں توحید کو ثابت کیا گیا ہے اور شرک کو باطل قرار دیا گیا۔ اہل مکہ اور ان کے سرداروں نے دعوت توحید کے مقابلہ میں جو رویہ اختیار کر رکھا تھا اس پر ناصحانہ انداز میں ان پر تنبیہ اور ملامت بھی کی گئی ہے اور معلمانہ انداز میں فہمائش بھی۔

سورۃ کی ابتداء اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کے بیان سے فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اس زمین پر انسانوں کو بسایا اور ان کی ہدایت کے لئے رسول بھیجے اور ان رسولوں کے پاس اپنے فرشتوں کے ذریعہ سے

پیغام ہدایت بھیجا پھر جس طرح انسان کی جسمانی پرورش اور تربیت کے بے شمار سامان دنیا میں پیدا کئے۔ اسی طرح روحانی و اخلاقی تربیت کے لئے نبوت و رسالت کا سلسلہ قائم کیا گیا اور کتابیں نازل کی گئیں اسی سلسلہ رسالت کی آخری کڑی رسالت محمدیہ ہے اور آخری کتاب قرآن کریم ہے انسان کو چاہئے کہ اللہ کی نعمتوں کو پہچانے اور زمین و آسمان میں بے شمار پھیلے ہوئے آثار سے توحید کا سبق حاصل کرے وہ نعمتیں جو اللہ نے دے رکھی ہیں ان کی ناشکری کفر و سرکشی انسان کا شیوہ نہ ہونا چاہئے۔

مزید براں انسان کو یہ قرآن اور رسالت محمدیہ کی یہ عظیم نعمتیں ملیں پھر بھی اکثر لوگ اس سے اعراض و سرکشی کرتے ہیں اور یہ کوئی نئی بات نہیں پہلے بھی انبیاء کی تکذیب ہوتی رہی ہے۔ پھر بتلایا گیا کہ اللہ نے جو پیغام قرآن کی شکل میں دیا ہے وہ حق ہے۔ دنیا کے دھندوں میں پھنس کر اس کو نہ بھول جانا اور شیطان تمہارا دشمن ہے اس کا کہنا مانو گے تو وہ تمہیں نار جہنم کی طرف لے جائے گا جو لوگ شیطان کے دھوکہ میں آجاتے ہیں ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ بری باتوں کو اچھا اور اپنے آپ کو اچھوں کے برابر سمجھنے لگتے ہیں حالانکہ وہ برے ہیں۔ کافروں کے لئے آخرت میں سخت عذاب ہے اور ایماندار و نیکوکار بڑا اجر پائیں گے اس لئے اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کو اس کی نشانیاں دیکھ کر پہچانو جو دنیا میں پھیلی پڑی ہیں انسان کی اپنی پیدائش پھر اس کی پرورش کا انتظام سب ایک اللہ عز و جل کے دست قدرت میں ہے اس لئے انسان سراسر اسی کا محتاج ہے اور ہر ایک اپنے اپنے کام کا ذمہ دار ہے کوئی اپنے سوا اور کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا برے اعمال کی سزا بعض وقت دنیا میں بھی مل جاتی ہے لیکن قیامت میں تو ضرور ہی ملے گی یہ اللہ کی سنت ہے کہ سرکشی اور نافرمانی پر فوراً گرفت نہیں ہوتی مہلت ملتی ہے اگر مہلت سے فائدہ نہ اٹھایا

تو پھر نتائج بھگتنے پڑیں گے اس لئے جسے سنبھلنا ہے وہ سنبھل جائے آخر وہ مقرر گھڑی آ کر رہے گی اور جب آجائے گی تو پھر کسی کی کچھ نہ چلے گی اور فیصلہ اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہوگا اور چونکہ وہ اپنے بندوں کے حال سے خوب واقف ہے اس لئے ہر کسی کو اس کے کئے کا بدلہ دے گا۔

سورۂ یٰسین

یہ قرآن کریم کی ۳۶ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۴۱ ہے اس سورۃ میں ۵ رکوع ۸۳ آیات ۷۲۹ کلمات اور ۳۰۹۰ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کو شروع ہی لفظ یٰسین سے فرمایا گیا اس لئے علامت کے طور پر اس سورۃ کا نام یٰسین مقرر ہوا۔

ربط:

اس سورۃ کا خلاصہ تین مضامین ہیں جن میں سے ایک اثبات رسالت ہے اور پہلی سورۃ میں اسی رسالت سے کفار کا انکار و استکبار مذکور تھا جس سے اس کے خاتمہ اور اس سورۃ کے شروع میں ارتباط ظاہر ہوگیا اس سورۃ میں دوسرا مضمون اثبات حشر اور تیسرا، اثبات توحید ہے۔

فائدہ:

لفظ یٰسین بعض کے نزدیک قرآن پاک کا نام ہے بعض نے فرمایا ہے کہ یہ

اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور بعض نے کہا کہ یہ سورۃ کا نام ہے جس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔ ''ان اللہ قـرأ طــه و یسین قبل ان خلق السموات والارض بالف عام.''

فضائل:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر شے کا دل ہوتا ہے قرآن کا دل سورۃ یٰسین ہے جو شخص اس سورۃ کو ایک مرتبہ پڑھے گا اللہ عزوجل اس کو دس قرآن پڑھنے کا ثواب عطا فرمائے گا۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس سورۃ کو قرآن کا دل اس لئے فرمایا گیا کہ یہ سورۃ قرآن کی خاص دعوت یعنی توحید و رسالت و آخرت کو نہایت پر زور طریقہ سے پیش کرتی ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اس سورۃ کو قرآن کا قلب اور دل اس لئے فرمایا کہ انسان کی زندگی کا دارو مدار دل پر ہے اور روحانی زندگی کا دارو مدار ایمان پر ہے جس کے خاص اور اہم ترین اصول تین ہیں۔ توحید، رسالت، اور آخرت اس سورت میں ایمان کے ان تین اہم اصولوں کو جو دین کا دل و جان ہیں نہایت مدلل اور مفصل بیان کیا گیا ہے اور ان سب کی جڑ حشر ونشر کا تقرر اور آخرت کی فکر اور تیاری ہے جو اس سورۃ میں خاص طور پر بیان فرمائی گئی ہے۔ اور منکرین حشر کے شبہ کا نہایت مدلل مکمل اور مفصل جواب دیا گیا ہے پس ایمانی حیات کا سارا دارومدار خوف خدا اور یقین آخرت پر ہے اور یہی سارے دین کا دل ہے جس پر روحانی زندگی کا دارو مدار ہے تو جس دل کو آخرت کی فکر ہے وہ دل تو زندہ ہے ورنہ مردہ ہے ایک حدیث میں ہے کہ اس سورۃ کے پڑھنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور اس کو اپنے مرنے والوں پر پڑھا کرو۔

علماء نے لکھا ہے کہ ہر سختی کے وقت یٰسین شریف پڑھنی چاہیے کہ اس کی برکت سے وہ سختی رفع ہو جاتی ہے۔ حاجت پوری ہوتی ہے اور موت کے وقت پڑھنے سے میت کی روح آسانی سے نکلتی ہے اور ایمان نصیب ہوتا ہے اور رحمت و برکت نازل ہوتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری چاہت اور خواہش ہے کہ میری امت کے ہر فرد کے دل میں یہ سورۃ ہو۔

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص سورۂ یٰسین کو شروع دن میں پڑھے اس کی تمام دن کی حوائج اور ضرورتیں پوری ہو جائیں۔

خلاصۂ سورۃ:

اس سورۃ میں سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو برحق کہا گیا یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً اللہ کے رسول ہیں منکروں کے انکار سے کچھ نہیں ہوتا اس دنیا کی ساخت ہی کچھ ایسی رکھی گئی ہے کہ کچھ لوگ آپ کا رسول ہونا تسلیم کریں گے اور کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے قائل نہ ہوں گے اور ایمان نہیں لائیں گے بلکہ الٹے مخالف ہو جائیں گے ایسے لوگوں کے حق میں ڈرانا یا نہ ڈرانا دونوں برابر ہین جو ڈر کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت مان لیں گے وہ سعادت مند ہیں اور انہیں آخرت میں بڑی راحت و آسائش نصیب ہوگی اس کے ایمان لانے والوں اور انکار کرنے والوں کا درجہ ایک خاص مثال سے واضح کیا گیا اور رسولوں کے انکار کرنے والوں پر افسوس کیا گیا کہ وہ اپنے بے کانہ رویہ سے آخرت کا سخت عذاب

خرید رہے ہیں رسالت کی اہمیت جتلانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی معرفت کی طرف توجہ دلائی گئی اور بتلایا گیا کہ اس عالم میں اس کی قدرت کی نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں جو اس دنیا کے بنانے اور پالنے والے کا پتہ دے رہی ہیں اس کے بعد قیامت کا نقشہ کھینچا گیا اور ایمان لانے والوں کے لئے آخرت میں انعام و اکرام اور انکار کرنے والوں کی سزا کا بیان فرمایا گیا پھر قرآن کی اہمیت جتلائی گئی اور بتلایا گیا کہ یہ کوئی شاعرانہ خیال اور فرضی باتوں کی کتاب نہیں ہے بلکہ اس میں ہر چیز اور ہر بات کی اصل حقیقت کو واضح کیا گیا ہے۔ پھر سمجھایا گیا کہ انسان کا اللہ کی طرف سے منہ موڑنا ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں انسان کو چاہئے کہ اللہ کی قدرت کا صحیح اندازہ کر کے اس کی طاعت و بندگی بجالائے اور خوب سمجھ لے کہ مر کر دوبارہ زندہ ہونا ہر انسان کے لئے ضروری ہے۔ اللہ کے نزدیک نیست و نابود ہو جانے کے بعد اس چیز کو دوبارہ بنا دینا کچھ مشکل نہیں دنیا کی ہر چیز چھوٹی ہو یا بڑی اس کے دست قدرت میں ہے وہ جس چیز کا بھی ارادہ کرتا ہے وہ چیز اس کا کلمہ پاتے ہی موجود ہو جاتی ہے وہ ہر برائی عیب۔ بیچارگی کمزوری سے پاک اور مبرا ہے اور بالآخر تمام انسانون کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ واللہ اعلم!

سورۃ الصّٰفّٰت

یہ قرآن کریم کی تلاوت کے اعتبار سے ۳۷ ویں سورت ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۵۶ نمبر پر ہے اس سورت میں ۵ رکوع ۱۸۲ آیات ۸۷۳ کلمات اور ۳۹۵۱ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورت کی ابتداء ہی لفظ "والصّٰفّٰت" سے ہوئی ہے اس لئے بطور علامت اس کا نام سورۃ صٰفّٰت رکھ دیا گیا۔ صٰفّٰت کے معنی ہیں صف باندھنے والے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ صٰفّٰت زاجرات، تالیات سے مراد فرشتے ہیں حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ فرشتوں کی صفیں آسمانوں پر ہیں مسلم شریف کی روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم کو سب لوگوں پر تین باتوں میں فضیلت دی گئی ہے۔ ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں جیسی کی گئیں۔ (۲) ہمارے لئے ساری زمین مسجد بنائی گئی (۳) پانی نہ ملنے کے وقت مٹی کو ہمارے لئے پاک کرنے والا بنایا گیا۔ مسلم شریف کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس طرح صفیں نہیں باندھتے جس طرح فرشتے اپنے رب کے سامنے صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں ہم نے عرض کیا کہ کس طرح فرشتے صف بناتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگلی صفوں کو پورا کرتے جاتے ہیں اور صفیں ملایا کرتے ہیں۔

ربط:

سورۃ سابقہ کے مجموعی مضامین توحید و رسالت کے اثبات اور منکرین توحید کے حق میں تھے وعید یہی مضامین اس سورۃ میں مذکور ہیں چنانچہ مضمون توحید سے سورۃ کو شروع فرمایا گیا اور مسئلہ بعثت جس پر بعض دلائل توحید سے استدلال کیا گیا پھر مضمون رسالت ختم سورۃ تک مذکور ہے اس کے بعد "فاستفتھم الربک" الخ سے توحید وتنزیہہ کی طرف عود کیا گیا اور "وان کانو الیقولون" سے منکرین کے حق میں وعید ہے پھر خاتمہ میں ذوالجلال وتنویہ شان رسل کرام ہے جو توحید و رسالت کے مناسب

ہے۔ واللہ اعلم!

خلاصہ مضامین:

یہ سورۃ مکی ہے اس لئے اس میں بھی عقائد سے متعلق مضامین توحید و رسالت اور آخرت وغیرہ خاص طور پر مذکور ہیں جس وقت اس سورۃ کا نزول ہوا وہ وقت تھا جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت توحید و اسلام کا انکار و مخالفت پوری شدت کے ساتھ کفار مکہ کر رہے تھے اس لئے اس سورۃ میں کفار مکہ کو نہایت پر زور طریقہ سے تنبیہ کی گئی اور اخیر میں انہیں صاف طور پر خبردار کر دیا گیا کہ عنقریب یہی پیغمبر جن کا تم مذاق اڑا رہے ہو تم پر غالب آجائیں گے اور تم اللہ کے لشکر کو اپنے گھر کے صحن میں اترا ہوا پاؤ گے یہ پیشین گوئی اس زمانہ میں کی گئی تھی جب کہ مخالفین کو اسلام اور مسلمانوں کی کامیابی اور غلبہ کے ظاہری آثار دور دور بھی کہیں نظر نہیں آتے تھے جس وقت اہل اسلام بری طرح ظلم وستم کا نشانہ بن رہے تھے اور مسلمانوں کی قریب تین چوتھائی تعداد مکہ چھوڑ کر ہجرت کر چکی تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بمشکل ۴۰ یا ۵۰ صحابہ مکہ میں رہ گئے تھے اور انتہائی بے کسی کے ساتھ کفار کی زیادتیاں برداشت کر رہے تھے ان حالات میں ظاہری اسباب کو دیکھتے ہوئے اہل مکہ کسی طرح باور نہیں کر سکتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو غلبہ حاصل ہو جائے گا بلکہ دیکھنے والے یہ سمجھ رہے تھے کہ دین اسلام مکہ کی کھائیوں ہی میں دفن ہو کر رہ جائے گا مگر تاریخ گواہ ہے کہ صرف پندرہ سولہ سال کے عرصہ میں فتح مکہ کے موقع پر ٹھیک وہی پیش آیا جس سے کفار کو خبردار کیا گیا تھا اس سورۃ میں تنبیہ کے ساتھ تفہیم و ترغیب بھی پورے طور پر موجود ہے۔ اور توحید و آخرت کے عقیدہ کی

صحت پر مختصر مگر دل نشین دلائل دیئے گئے اور مشرکین کے عقائد کا رد فرمایا گیا اسی سلسلہ میں گزشتہ انبیاء کرام کا ذکر فرمایا گیا تاکہ معلوم ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے انبیاء کے ساتھ اور ان کی تکذیب کرنے والی قوموں کے ساتھ کیا معاملہ رہا ہے۔ اللہ نے اپنے وفادار بندوں کو کیسے نوازا اور ان کے جھٹلانے والوں کو کیسی سزا دی اس سورۃ میں سب سے زیادہ سبق آموز واقعہ حضرت ابراہیمؑ کی حیاۃ طیبہ کا ہے کہ وہ اللہ کا حکم پاتے ہی اپنے پیارے بیٹے کو قربان کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ اس میں نہ صرف کفار مکہ ہی کے لئے سبق تھا جو حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ اپنے نسبی تعلق پر فخر کرتے تھے بلکہ ان مسلمانوں کے لئے بھی سبق تھا جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تھے ان کو یہ واقعہ سنا کر تعلیم دی گئی کہ ایک مؤمن صادق کو کس طرح اللہ کی رضا پر اپنا سب کچھ قربان کردینے کے لئے تیار ہوجانا چاہئے سورۃ کے اخیر میں جہاں کفار کو تنبیہ کی گئی وہیں اہل ایمان کو بشارت سنائی گئی کہ اس وقت جن مصائب سے انہیں سابقہ پڑ رہا ہے ان پر گھبرائیں نہیں آخر کار غلبہ انہیں کو نصیب ہوگا اور اس وقت جو باطل کے علمبردار نظر آ رہے ہیں یہ انہیں کے ہاتھوں مغلوب اور مفتوح ہوکر رہیں گے چنانچہ چند ہی سال بعد واقعات نے ثابت کردیا کہ یہ محض وقتی تسلی نہ تھی بلکہ ایک ہونے والا واقعہ تھا جس کی پیشین گوئی فرما کر ان کے دل مضبوط کئے گئے۔ خلاصہ یہ کہ اصل موضوع اس سورۃ کا توحید و آخرت ہے اسی کی تعلیم دی گئی ہے اسی کے تقاضوں کے مطابق زندگی سنوارنے والوں کو کامیابی کی بشارت اور اس کے خلاف کرنے والوں کو بدانجامی سے ڈرایا گیا ہے واللہ اعلم!

سورۂ ص

یہ قرآن کریم کی ۳۸ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے بھی نمبر ۳۸ پر ہے اس سورۃ میں ۵ رکوع ۸۸ آیات ۸۳۸ کلمات اور ۳۱۰۷ حروف ہیں یہ سورۃ بھی مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی ابتداء حروف مقطعات میں سے حرف ص سے ہوئی ہے اس لئے بطور علامت اس کا نام سورۂ ص ہوا۔

ربط:

اس سورۃ میں زیادہ تر مضمون رسالت کے متعلق ہے اور رسالت کے مسئلہ کی مناسبت سے بعض آیات میں قرآن کی مدح ہے اور سورۃ الصّٰفّٰت کو بھی ان ہی مضامین میں اس سورۃ سے تقارب ہے اور یہی تقارب وجہ تناسب ہے۔

شان نزول:

اس سورۃ کی ابتدائی آیات کے سبب نزول کے متعلق لکھا ہے کہ جب ابوطالب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا بیمار ہوئے اور سرداران قریش نے محسوس کیا کہ اب یہ ان کا آخری وقت ہے تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ چل کر ابو طالب سے بات کرنی چاہئے وہ ہمارے اور اپنے بھتیجے کا جھگڑا چکائیں تو اچھا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا انتقال ہوجائے اور ان کے بعد ہم ان کے بھتیجے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کوئی سخت معاملہ کریں تو عرب کے لوگ ہمیں طعنہ دیں گے کہ جب تک

ابوطالب زندہ تھے یہ لوگ ان کا لحاظ کرتے رہے ان کے مرنے کے بعد ان لوگوں نے ان کے بھتیجے کے اوپر ہاتھ ڈالا ہے اس رائے پر متفق ہوکر تقریباً ۲۵ سرداران قریش جن میں ابو جہل، ابوسفیان، امیہ بن خلف، عاص بن وائل، اسود بن عبدالمطلب، عقبہ، عتبہ اور شیبہ شامل تھے ابوطالب کے پاس پہنچے ان سرداران قریش نے پہلے تو حسب معمول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اپنی شکایات بیان کیں۔ پھر کہا کہ ہم آپ کے سامنے ایک انصاف کی بات پیش کرنے آئے ہیں آپ کا بھتیجا ہمیں ہمارے دین پر چھوڑ دے اور ہم انہیں ان کے دین پر چھوڑ دیتے ہیں وہ جس معبود کی عبادت کرنا چاہیں کریں مگر وہ ہمارے معبودوں کی برائی اور مذمت نہ کریں اور یہ کوشش نہ کریں کہ ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں اس شرط پر آپ ہم سے ان کی صلح کرادیں۔ ابوطالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوایا اور کہا بھتیجے یہ تمہاری قوم کے لوگ میرے پاس آئے ہیں ان کی خواہش ہے کہ تم ایک منصفانہ بات پر اتفاق کرلو تاکہ تمہارا اور ان کا جھگڑا ختم ہوجائے پھر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ بات بتلائی جو قریش کے سرداروں نے ان سے کی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا چچا جان میں نے تو ان کے سامنے ایسا کلمہ پیش کیا ہے کہ جسے اگر یہ مان لیں تو تمام عرب ان کا مطیع ہوجائے۔ اور عجم ان کے باج گزار ہوجائیں۔ سرداران قریش بولے بتاؤ وہ کیا کلمہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لاالہ الااللہ اس پر وہ سب یکبارگی ناراض ہوئے اور اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ لو سب معبودوں کی نفی کرکے ایک ہی معبود قرار دیدیا یہ عجیب بات ہے۔

خلاصہ مضامین:

یہ سورۃ مکی ہے اس لئے دوسری سورتوں کی طرح اس میں بھی عقائد سے متعلق مضمون بیان فرمایا گیا ہے زیادہ تر مضمون رسالت سے متعلق ہے چونکہ جس زمانہ میں یہ سورۃ نازل ہوئی اس وقت کفار مکہ اور سرداران قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دہی اور مخالفت پر کمر باندھ رکھی تھی تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی طرح تبلیغ دین کو چھوڑ دیں اس لئے سورۃ کی ابتداء میں قرآن کریم کے نصیحت والی کتاب ہونے کا اعلان کرتے ہوئے کفار کو ان کی ضد اور ہٹ دھرمی پر اللہ عزوجل کے غضب سے ڈرایا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ جو لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھا رہے ہیں اور کفر و انکار پر اصرار کر رہے ہیں اس کا انجام خود ان کے حق میں برا ہوگا چونکہ جب فیصلہ کا وقت آجاتا ہے تو پھر نجات کی راہ باقی نہیں رہتی پہلے بھی جن قوموں نے اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا ان پر اللہ کا غضب نازل ہوا اور وہ برباد ہوگئیں اس بات کے ثبوت کے طور پر اجمالی طور سے قوم نوح قوم عاد قوم ثمود وغیرہ کا ذکر فرمایا گیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر تسلی دی گئی کہ یہ نادان لوگ ہیں ان کی جہالت کی باتوں کو صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کریں اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کا قصہ سنایا گیا کہ اللہ نے ان کی مدد کی اور ان کے مخالفوں پر انہیں فتح دی اور وہ سارے ملک کے بادشاہ ہوئے ان کے بعد ان کے فرزند حضرت سلیمانؑ بھی بادشاہ ہوئے اور اللہ کے حکموں کی تعمیل کرتے رہے۔ پھر حضرت ایوبؑ کا ذکر فرمایا گیا کہ انہوں نے مصیبت میں بڑے صبر سے کام لیا اور اللہ سے امید نہ توڑی آخر اللہ نے ان کو نجات دی دنیا میں بھی خوشحالی عطاء فرمائی اور آخرت میں بھی اپنی رحمت سے

سرفراز کیا۔ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کے ذکر سے منکرین قرآن کو جتلایا گیا کہ تم اپنی جاہ و دولت اور دنیوی شان و شوکت کے لحاظ سے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے اقتدار کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتے ہو اور دنیا کی جاہ وحشمت نے ان کو اللہ کی یاد سے غافل نہیں کیا اور تم بغاوت پر کمر بستہ ہو۔ چنانچہ اس طرح سے پے در پے نو پیغمبروں کا ذکر کر کے فرمانبردار بندوں اور نافرمانوں کے اس انجام کا نقشہ کھینچا ہے جو وہ عالم آخرت میں دیکھنے والے ہیں چنانچہ دوزخیوں کا حال اور جنتیوں کی کیفیت بڑے پر اثر انداز سے بیان کی گئی۔ اخیر میں حضرت آدم اور ابلیس کا ذکر فرمایا گیا جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ابلیس اور آدم کے درمیان ازلی عداوت ہے ابلیس نے آدم کے مرتبہ پر حسد کیا اور حکم خدا کے مقابلہ میں سرکشی اختیار کر کے لعنت کا مستحق ہوا۔ اسی طرح جو لوگ حق سے کفر و انکار کی سرگرمیاں کر رہے ہیں وہ درحقیقت ابلیس کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں اور جس طرح ابلیس مردود بارگاہ ہوا اسی طرح منکرین بھی اپنے لئے مردود بارگاہ ہونے کی راہ ہموار کر رہے ہیں اس کے برخلاف جو لوگ قرآن کو اپنا رہنما بنا رہے ہیں وہ آدمیت و انسانیت کی راہ ہے۔ گویا قرآن کی مخالفت کی وجہ سے انسان آدمیت سے نکل کر ابلیس کے زمرہ میں شامل ہو جاتا ہے مقصد یہ ہے کہ شیطان کی چالوں سے بچو اور رسول کی نصیحت مانو اگر اسے نہ سنا اور نہ مانا تو پھر بری طرح پچھتاؤ گے۔ واللہ اعلم!

فائدہ:

صٓ۔ قرآن کریم کا نام ہے۔ خدا تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے یا سورۃ کا نام ہے یا اسم صمد اور صانع و صادق الوعد کی کنجی یا اس سے صدق اللہ یا صدق محمد کی

طرف اشارہ ہے۔ اور احقاف میں ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ یہ آسمان میں ایک دریا ہے صاحب لباب نے فرمایا کہ وہ ایک دریا ہے اس پر خدا کا عرش ہے یا ایک دریا ہے کہ حق تعالیٰ اس کے سبب سے مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ امام قشیری رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ لفظ ص سے حق تعالیٰ دوستوں کی صفات کے محبت کی قسم کھاتا ہے۔

سلمیؒ نے فرمایا کہ اس کے معنی ہیں کہ قسم ہے صفائے دل عارفاں کی اور تاویلات میں ہے کہ قسم ہے صورۃ محمد کی اور بحرالحقائق میں ہے کہ قسم ہے اس کی صمدیت کے صادکی ازل میں اور صوریت کے صادکی ابد میں اور صانعیت کے صادکی دونوں کے درمیان۔ واللہ اعلم!

سورۃ الزمر

یہ قرآن کریم کی ۳۹ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۵۰ نمبر پر ہے۔ یہ سورۃ مکی ہے اس میں ۸ رکوع ۷۵ آیات ۱۱۸۴ کلمات اور ۴۹۶۵ حروف ہیں۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کے آخری رکوع میں لفظ زمر استعمال کیا گیا ہے زمر کے لفظی معنی ہیں گروہ در گروہ جوق در جوق جتھے جتھے جیسا کہ اس سورۃ کے آخری رکوع میں بتایا گیا کہ کفار کو جہنم کی طرف گروہ در گروہ لے جایا جائے گا اور مؤمنین کو جنت کی طرف گروہ در گروہ لے جایا جائے گا اس لئے بطور علامت کے اس سورۃ کا نام زمر مقرر کیا گیا۔

ربط:

سابقہ سورۃ میں زیادہ تر مضامین رسالت سے متعلق تھے اس سورۃ میں زیادہ مضامین توحید کے متعلق ہیں توحید کا اثبات اس کا وجوب اس کے مصدقین کی مدح و جزا اس کی ضد یعنی شرک کا ابطال اس سے ممانعت مکذبین توحید کی قدح اور سزا اور فریقین کا تفاوت حال و قال خاص اہتمام سے مذکور ہے یہی دونوں سورتوں کے درمیان ارتباط ہے۔

خلاصہ مضامین:

سورۃ کی ابتداء قرآن کریم کی حقانیت کے بیان سے کی گئی ہے اور انسانوں کو تعلیم دی گئی کہ ہر طرف سے منہ موڑ کر خالص اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف جھکیں اسی کی طاعت و بندگی کریں۔ زمین و آسمان کی پیدائش دن رات کا باقاعدہ ایک دوسرے کے پیچھے آتے رہنا سورج اور چاند کی باقاعدہ ایک نظام میں بندھی ہوئی گردش حیوانات اور انسان کی پیدائش یہ سب اللہ کی قدرت کو ظاہر کر رہے ہیں اور اس کی توحید پر دال ہیں تو پھر اس کو وحدہٗ لاشریک نہ ماننے کے کیا معنی؟ پھر انسانوں کی ہدایت کے لئے قرآن نازل کیا گیا اگر کسی کی سمجھ میں از خود نہیں آتا اور کائنات میں پھیلے ہوئے بے شمار توحید کے دلائل اس کو نظر نہیں آتے تو وہ خدا کو اس قرآن ہی سے جانے اور خدا کو ایک مانے اللہ کی ذات بڑی قدرت و طاقت والی ہے۔ وہ بڑا دانا و بینا ہے۔ اس لئے اس کا کلام یعنی یہ قرآن زور و قوت اور علم و حکمت کا خزانہ ہے اس لئے انسان کی بھلائی صرف اس میں ہے کہ اس پر ایمان لائے اس کے حکموں پر عمل کرے اور قرآن کی بتائی ہوئی راہ پر چل کر پرہیزگاری اور تقویٰ کی زندگی بسر کرے ہر وقت

اللہ کی اطاعت میں سرگرم رہے۔ اس کے بعد عام انسانوں کی حالت بیان کی گئی کہ انسان کی بھی عجیب حالت ہے جب اس پر کوئی مصیبت آ پڑتی ہے تو اللہ کو پکارنے لگتا ہے اور جب مصیبت ٹل جاتی ہے تو پھر بھول جاتا ہے اور اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ مگر سب انسان برابر نہیں بعض لوگ بہرحال اللہ ہی کو یاد کرتے ہیں اور اس کی طاعت و شکر گزاری میں اپنے دن رات گزارتے ہیں اس لئے ان دونوں کا انجام بھی یکساں نہیں ہوگا۔ نیک لوگوں کا انجام دنیا و آخرت دونوں میں اچھا ہوگا وہ بے شمار انعامات کے مستحق ہوں گے اور ان کو یقیناً جنت میں بڑے راحت و آرام کی زندگی میسر ہوگی اس کے برخلاف اللہ سے منہ موڑنے والے دوزخ میں جلیں گے اور اس وقت انتہائی افسوس کے ساتھ کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی اور شامت اعمال کہ ہم غفلت میں پڑے رہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے اور انہوں نے سمجھانے کا حق ادا کیا لیکن ہم دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے مگر وہاں اس پچھتانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ الغرض اس سورۃ کی تمام تعلیمات کا خلاصہ یہی ہے کہ سچی بات کی پیروی کی جائے اور کفر و شرک سے بچا جائے۔ واللہ اعلم!

سورۃ المؤمن

یہ قرآن کریم کی چالیسویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے نمبر ۶۰ پر ہے اس سورۃ میں ۹ رکوع ۸۵ آیات ۱۲۴۲ کلمات اور ۵۲۱۳ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کے چوتھے رکوع میں فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے

واقعات کے سلسلہ میں ایک مومن شخص جو کہ فرعون کے خاندان سے تھا اور پوشیدہ طور پر ایمان لے آیا تھا اس لئے حضرت موسیٰ نے حمایت کی تھی اور فرعون کو بھی سمجھا دیا تھا اس مرد مومن کے تذکرہ کی نسبت سے سورۃ کا نام مؤمن قرار دیا گیا اس سورۃ کا دوسرا نام غافر بھی ہے چونکہ سورہ کی ابتدائی آیات میں خدا کی صفات کے ذیل میں فرمایا گیا ہے ''غافر الذنب'' اس نسبت سے اس سورۃ کا نام غافر بھی ہوا۔

ربط:

اس سورۃ کا حاصل تین مضامین ہیں (۱) توحید (۲) معاندین فی الحق کی تہدید (۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا اور سورۃ سابقہ کے ختم پر مؤمنین و کفار کے احوال کا آخرت میں مختلف ہونا مذکور ہے کہ ایک ناجی ہے اور ایک ناری یعنی مبتلائے عذاب ہے اور سورۂ مؤمن میں دنیا میں دونوں احوال کا تفاوت بیان کیا گیا ہے کہ ایک مؤمن منقاد اور دوسرا گرفتار جدال و ضلال ہے۔ اس تفصیل سے دونوں سورتوں کے شروع و آخیر میں تناسب ظاہر ہوگیا۔

فضائل سورۃ:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں جب ان سورتوں کی تلاوت کرتا ہوں جن کو ''حٰم'' سے شروع کیا گیا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا جنت کے باغوں میں آگیا کہ وہ باغ زرم زرم زمین میں ہیں اور متعجب ہوکر ان کو دیکھتا ہوں۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ''لکل شئی لباب و لباب القرآن الحوامیم'' یعنی ہر چیز کا لباب ہوتا ہے (خلاصہ) اور قرآن پاک کا لباب حوامیم میں بعض صحابہؓ اور تابعین سے منقول ہے کہ حوامیم عرائش قرآن اور دیباج

قرآن ہیں۔

بعض علماء کا قول ہے کہ حروف مقطعات مقسم بہ ہیں یعنی ان کی قسم کھائی ہے اور ہر حروف سے ایک کلمہ کی طرف اشارہ ہے۔ تو یہاں ح سے اشارہ ہے۔ کلمہ حق کی طرف کہ خدا کا حکم ہرگز رد نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی رکتا ہے۔ اور م سے اشارہ ہے ملک حق کی طرف کہ وہ کبھی زائل وفانی نہیں ہوگا اور آگے جواب قسم مذکور ہے۔

خلاصہ مضامین:

یہ سورۃ مکی ہے اور قیام مکہ کے درمیانی زمانہ کی نازل شدہ سورتوں میں سے ہے جن حالات میں سورۃ نازل ہوئی ہے ان حالات کی طرف اشارات اس سورۃ کے مضامین میں موجود ہیں۔ کفار مکہ نے اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف علاوہ دیگر کاروائیوں کے دو مہم خاص طور سے اٹھا رکھی تھیں ایک یہ کہ قرآن کی تعلیم اسلام کی دعوت اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں طرح طرح کے الزامات وشبہات پیدا کر کے لوگوں کو بدظن کرنا اور ہر طرف جھگڑے وبحثیں چھیڑ کر الٹے سیدھے سوالات اٹھانا تاکہ آپ اور آپ کے متبعین پریشان ہوں۔ دوسرے یہ کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر کے دین واسلام کا خاتمہ کردیا جائے جس کے لئے کفار طرح طرح کی سازشیں کر رہے تھے اور جیسا کہ بخاری شریف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے اس کا اقدام بھی کر ڈالا تھا چنانچہ حضرت عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر بن عاص سے کہا کہ مجھے وہ سب سے زیادہ سخت حرکت بیان کیجئے جو مشرکوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کی تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحن کعبہ

میں نماز پڑھ رہے تھے تو عقبہ بن معیط آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش مبارک کو پکڑ کر اپنا کپڑا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں ڈال کر مروڑنے لگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گلا گھوٹنے لگا اسی وقت حضرت ابوبکر صدیق پہنچ گئے اور عقبہ کی گردن پکڑ کر رسول اللہ کے پاس سے ہٹا دیا اور فرمایا "اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وقد جاءکم بالبینات من ربکم" کہ کیا تم ایک شخص کو اس وجہ سے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور تمہارے رب کے پاس سے کھلی دلیلیں لے کر آیا ہے۔

اس سورۃ کے شروع میں اللہ کے چند صفاتی نام بتلا کر کہا گیا کہ یہ قرآن اسی اللہ نے نازل کیا ہے جس کی یہ صفات ہیں یہ اللہ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے اتارا ہے۔ جو اس کو نہیں مانتے اس میں شک کرتے ہیں اور جھگڑے نکالتے ہیں اس کے باوجود وہ مال وجاہ کے مالک بنے ہوئے ہیں تو ان کی حالت سے کسی کو دھوکہ نہیں کھانا چاہئے اللہ نے ان کو مہلت دے رکھی ہے ورنہ ان کی کیا مجال کہ وہ اس ذات والا صفات کا مقابلہ کریں۔ ان سے پہلے بھی بہت سے سرکش ایسے ہوئے ہیں جو اللہ کو نہیں مانتے تھے انہیں اللہ نے دنیا میں بھی سزا دی اور آخرت کا بڑا عذاب ان کے لئے موجود ہے۔ ان کے برخلاف اللہ کے فرمانبردار بندوں کے لئے دنیا و آخرت دونوں میں بھلائی ہی بھلائی ہے اللہ کے مقرب فرشتے ان کے لئے دعا کرتے ہیں اور اللہ سے ان کے لئے بخشش و مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں۔ بدکاروں کو قیامت کے دن ان کے برے اعمال کی سزا ملے گی ان کے اعمال سب اللہ کے پاس محفوظ ہیں۔ اور قیامت میں ان کے سامنے دکھلائے جائیں گے اس وقت وہ اپنی کرتوتوں پر شرمندہ ہوں گے اور افسوس کریں گے اور تمنا کریں گے کہ اب دنیا میں ہمیں دوبارہ

بھیجا جائے تو ہم اچھے کام کر کے دکھائیں گے۔ مگر اس وقت ان کی وہ تمنا پوری نہ ہوگی۔ اس لئے آگے تنبیہ فرمائی گئی ہے کہ اللہ کی قدرت کو دنیا ہی میں پہچان لو ورنہ آخرت میں وہ سزا ملے گی کہ جس کا تصور نہیں کر سکتے ہو۔ آگے عبرت کے لئے فرعون اور حضرت موسیٰ کا قصہ سنایا گیا کہ حضرت موسیٰ نے فرعون کو بہت کچھ سمجھایا بلکہ خود اس کے خاندان کے ایک آدمی نے بھی جو خفیہ طور پر ایمان لے آیا تھا خوب سمجھایا لیکن وہ نہ مانا بالآخر اللہ نے فرعون اور اس کی قوم کو دنیا میں تباہ کر دیا اور آخرت میں وہ دوزخ میں جھونکے جائیں گے پھر سمجھایا گیا کہ لوگ اللہ کو کیوں نہیں مانتے اس کی قدرت تو دنیا جہان کی پیدائش اور خود انسان ہی کی پیدائش سے ظاہر ہے۔ آخر میں منکرین و مکذبین کو بتلایا گیا کہ اللہ دنیا میں اور آخرت میں اپنے رسول اور ان پر ایمان لانے والوں کی مدد کریں گے اور جو منکر غلط باتوں پر اڑا رہے گا ان کا انجام بہت برا ہوگا۔ اس لئے انسانوں کو چاہئے کہ پہلے ہی سنبھل جائیں ورنہ انجام کار بڑے خسارے اور گھاٹے میں رہیں گے۔ واللہ اعلم!

سورۂ حم سجدہ

یہ قرآن کریم کی ۴۱ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۶۱ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۶ رکوع ۵۴ آیات ۸۰۹ کلمات اور ۳۴۰۶ حروف ہیں یہ سورۂ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

چونکہ یہ سورۃ حروف مقطعات حم سے شروع ہوئی ہے اور ایک جگہ اس سورۃ میں سجدہ تلاوت آیا ہے اس لئے بطور علامت اس کا نام حم سجدہ مقرر ہوا۔

ربط:

یہ سورۃ مضمون توحید سے شروع ہو رہی ہے اور سورۃ گزشتہ اس پر ختم ہوئی تھی یہی دونوں سورتوں کے اول و آخر میں ربط و تناسب ہے۔

فضیلت سورۃ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حم سات ہیں یعنی حم سے شروع ہونے والے سورتیں سات ہیں اور جہنم کے بھی ساتھ دروازے ہیں۔ حم جہنم کے کسی ایک دروازہ پر ہوگی اور کہے گی یا اللہ جس نے مجھے پڑھا اور مجھ پر ایمان لایا اس کو اس دروازہ سے داخل نہ کیجئے۔

خلاصہ سورۃ:

اس سورۃ میں بتایا گیا کہ قرآن کریم وہ کتاب ہے جو اللہ کی طرف سے نازل کی گئی انسانوں کو ہدایت کی ضرورت ہمیشہ رہی ہے اگر انسان کو اس کی مرضی پر چھوڑ دیا جاتا تو یہ اپنی خواہشوں ہی کے پیچھے پڑ جاتا اور شیطان اس کو بہکا کر ادھر ادھر لئے پھرتا اسی لئے یہ ہدایت نامہ نازل کیا گیا اس میں انسانوں کو نیک و بد اچھے برے صحیح و غلط حق و باطل کاموں میں فرق کرنا خوب واضح طور پر سمجھا دیا گیا اس میں خوشخبری بھی دی گئی ڈرایا بھی گیا تا کہ علم اور عقل رکھنے والے اس سے فائدہ اٹھائیں لیکن افسوس کہ اکثر لوگ اس کی باتوں سے کتراتے ہیں یہ قرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ انسانوں کے پاس بھیجا گیا جس میں بتلایا گیا کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے اسی کی عبادت کرو اور اسی سے اپنے گناہوں اور خطاؤں کی مغفرت طلب کرتے رہو جو لوگ ایک اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں ان کا انجام بہت برا ہوگا۔

ان پر شیطان کا قابو چل گیا ہے بھلائی صرف انہیں کے لئے ہے جو کہ ایک اللہ پر ایمان لاکر اچھے اعمال کریں اس کے بعد توحید کے مضمون کو سمجھایا گیا کہ آخر تم اللہ کو کیوں نہیں مانتے آسمان و زمین میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں زمین اسی نے بنائی آسمان اس نے بنائے پھر آسمان کو ستاروں سے مزین اسی نے کیا ان کا خالق وہی ایک زبردست دیکتا ہے جو سب کچھ جانتا ہے اگر اس کو نہ مانا تو تمہارا بھی وہی حشر ہوگا جو تم سے پہلے لوگوں کا ہوا جنہوں نے رسول کی بات نہیں مانی اور ضد عناد سے اپنے کفر پر اڑے رہے۔ ان پر طرح طرح کی آفات مثلاً طوفان زلزلہ کڑک وغیرہ آئیں اور وہ تباہ و برباد ہوئے اور صرف وہی بچے جو ایماندار پرہیزگار اور اللہ سے ڈرنے والے تھے منکرین و مکذبین کو اپنی قوت طاقت اور سازوسامان پر غرور تھا انہوں نے یہ نہ سمجھا کہ اللہ ان سے زیادہ طاقتور ہے۔ یاد رکھو اللہ کے دشمن قیامت کے دن آگ میں ڈال دیئے جائیں گے جہاں وہ طرح طرح کے عذاب بھگتیں گے اور ان کے برے کاموں کی گواہی خود ان کے ہاتھ پیر دیں گے اس لئے دنیا میں کئے ہوئے اعمال سے مکرنا کسی سے ممکن نہ ہوگا۔ اس لئے اس نار جہنم سے جسے بچنا ہے دنیا ہی میں بچے جس کا طریقہ یہ ہے کہ دنیا کی زندگی اللہ کے حکموں کے موافق گزارے اور فرمایا گیا کہ تم میں اچھا اور بہتر وہی ہے جو دوسروں کو بھی اللہ کی طرف بلائے اپنی عادات و اخلاق درست کرے تا کہ دوسرے دیکھ کر ویسا ہی کریں۔

آخر میں عام انسانوں کی خصلت بیان فرمائی گئی ہے کہ انسان کا بھی عجیب حال ہے جب اللہ تعالیٰ اس کو نعمتیں عطاء کرتا ہے تو وہ ہماری طرف سے منہ موڑ لیتا ہے ہمارے احکام کی پرواہ نہیں کرتا اور جب کوئی مصیبت آتی ہے تو اللہ کے سامنے لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے۔ خاتمہ پر فرمایا گیا کہ سمجھ لو قرآن جو کچھ کہتا ہے وہ بالکل

ٹھیک ہے جنہوں نے اس کی سچائی مان لی وہ بڑے سمجھدار ہیں ورنہ رفتہ رفتہ اس کی سچائی بعد میں آنے والے واقعات سے ظاہر ہوتی چلی جائے گی۔ عجیب حال ہے کہ اس قرآن کی سچائی پر لوگ اللہ کی گواہی کو کافی نہیں سمجھتے حالانکہ اللہ کو ہر چیز کی حقیقت معلوم ہے اور وہ سب کا حال جانتا ہے اصل بات یہ ہے کہ لوگوں کو یہ دھوکہ لگ گیا ہے کہ انہیں اللہ کے سامنے حاضر نہیں ہونا ہے۔ یادرکھو کہ اللہ کی قدرت کے اندر ہر چیز گھری ہوئی ہے اور اس کائنات کا ایک ایک ذرہ اللہ کے بس میں ہے اور سب کو اسی کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

سورۃ الشوریٰ

یہ قرآن کریم کی ۴۲ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے نمبر ۶۲ پر ہے اس سورۃ میں ۵ رکوع ۵۳ آیات ۸۶۹ کلمات اور ۳۵۸۵ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

لفظ شوریٰ کے معنی مشورہ کے ہیں اس سورۃ کی ۳۸ویں آیت میں جہاں اہل ایمان کی کچھ صفات بیان کی گئی ہیں۔ انہیں میں سے ایک صفت ''امرہم شوری بینہم'' ذکر فرمائی گئی ہے کہ مسلمانوں کے معاملات باہمی مشورے سے طے ہوتے ہیں اس لئے بطور علامت اس سورۃ کا نام سورۂ شوریٰ قرار پایا۔

ربط:

سورۂ شوریٰ کا سورۂ حم سجدہ کے ساتھ ربط یہ ہے کہ اس سورۃ میں یہ مضامین

ایک دوسرے میں متداخل ہیں (۱) توحید وابطال شرک (۲) رسالت (۳) بعث وجزا (۴) انہماک فی الدنیا کی مذمت اور ترغیب طلب آخرت (۵) اہل ایمان کا حسن اعمال وحسن مآل اور کفار کا قبح اعمال وقبح مآل اور سورۂ سابقہ کا افتتاح واختتام توحید و رسالت وبعث میں مشترک ہے۔ یہی دونوں سورتوں کے درمیان تناسب ہے۔

فائدہ:

اس سورۃ کی ابتداء حروف مقطعات حٓمٓ عٓسٓقٓ سے ہے جس سے ہونے والے فتنوں کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت امام ثعلبیؒ حضرت ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ حم عسق سے فتنوں کو پہچانتے تھے اور بعض نے کہا کہ لفظ ح سے حرق اور میم سے مہلکہ اور ع سے عذاب اور سین سے مسخ اور قاف سے قذف کی طرف اشارہ ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ یہ حروف نازل ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک سے رنج کا اثر ظاہر ہوا۔ صحابہؓ نے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے ان چیزوں کی خبر دی گئی ہے جو میری امت پر نازل ہوں گی اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قذف، مسخ، خسف، وغیرہ نیز دجال کے خروج اور حضرت عیسیٰؑ کے نزول کا ذکر فرمایا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ یہ حروف، حکیم، مجید، علیم، سمیع، قدیر، کے پہلے حروف ہیں یا ان سے حلم، مجد، سنا قدرت کی طرف اشارہ ہے اور کشف الاسرار میں ہے کہ ان حروف سے ان عطاؤں کی طرف اشارہ ہے جو حق تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مرحمت فرمائی اور فرمایا کہ حم سے اشارہ ہے حوض مورود کی طرف یعنی حوض کوثر کی طرف کہ اس حوض سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی

امت کے پیاسوں کو سیراب کریں گے اور میم سے ملک محدود کی طرف اشارہ ہے کہ مشرق سے مغرب تک حصہ آپ کی امت کے تصرف میں آجائے گا اور عین سے آپؐ کے عزوجود کی طرف کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نزدیک سب چیزوں سے زیادہ عزیز ہیں اور سین سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنائے مشہور کی طرف اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کی بلندی کو کوئی نہیں پہنچ سکتا اور قاف سے مقام محمود کی طرف کہ شب معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا"فکان قاب قوسین او ادنیٰ" اور قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کبریٰ حاصل ہوگی۔

مقام تو محمود و نامت محمد

بدیناں مقامے و نامے کہ دارد

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام محمود اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد ہے یعنی ایسا مقام اور نام کون رکھتا ہے۔

خلاصۂ سورۃ:

یہ سورۃ بھی مکی ہے اس لئے اس میں بھی عقائد ہی کے متعلق مضامین بیان فرمائے گئے ہیں جسے توحید ورسالت کا اثبات دین اسلام کی حقانیت آخرت کی زندگی کی کامیابی کا طریقہ۔ دنیا پرستی کے برے نتائج کفر وشرک اور انکار حق کا انجام آخرت کی جزاء وسزا ایک مسلمان کی صفات اور ذمہ داری اور زندگی بسر کرنے کا طریقہ کہ جس سے دونوں جہان میں کامیابی ہو۔ خلاصہ یہ کہ اس سورۃ میں اللہ عزوجل کے اعلیٰ صفات کی طرف توجہ دلا کر خبردار کیا گیا ہے۔ کہ اس کی طرف سے غافل نہ رہو اس کی نافرمانی اختیار نہ کرو اللہ کے نہ ماننے والے اس سے چھپے ہوئے نہیں ہیں وہ ان کی

ساری باتیں سنتا اور جانتا ہے اس لئے جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر اوروں کی طرف جھکے ہوئے ہیں وہ ان کو پوری پوری سزا دے گا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے کہا گیا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ذمہ ان منکرین ومکذبین کو زبردستی راہ پر لانا نہیں آپ کا کام فقط تبلیغ کردینا اور سمجھا دینا ہے یہ دنیا امتحان کی جگہ ہے یہاں لوگ مختلف طریقے اختیار کرتے رہیں گے اور ان سب کا فیصلہ مرنے کے بعد اللہ کے یہاں ہوگا سب جمع ہوں گے اور سب کے اعمال کی جانچ پڑتال ہوگی کچھ لوگ جنت میں اور کچھ برے عملوں کی بدولت دوزخ میں جائیں گے اللہ کے لئے یہ بھی ممکن تھا کہ وہ تمام انسانوں کو ایک ہی امت بنا دیتا لیکن اللہ کو یہ منظور ہوا کہ انسانوں کا دنیا میں امتحان لیا جائے اور ان میں سے جو کامیاب ہوں انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے اور جو امتحان میں ناکام رہ جائیں انہیں سزا دی جائے اگر انسان غور کرے تو اللہ کا پہچاننا کوئی مشکل نہیں خود آسمان وزمین اس کے ایک ہونے پر گواہ ہیں اور ان کے سارے خزانوں کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں وہ اپنی حکمت سے جس کو جتنا چاہتا ہے عطاء فرماتا ہے۔ انسانوں کے لئے دنیا میں اللہ نے ایک ہی دین بنایا ہے۔ اسی کو تمام انبیاء وپیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سکھانے چلے آئے ہیں اس لئے اس دین کو مضبوطی سے پکڑنا اور اس پر قائم رہنا چاہئے اور اس میں پھوٹ اور اختلاف نہ ڈالنا چاہئے۔ دین اتفاق کے لئے آیا ہے لیکن انسان اپنی غلط خواہشوں اور جذبات کا غلط شکار ہو کر اس میں اختلاف پیدا کرتے ہیں اور جنہیں پہلے اللہ کی کتاب مل چکی وہ دنیا کے بکھیڑوں میں پھنس کر اس کو بھلا بیٹھے اب یہ قرآن آخری کتاب ہے اس میں محمد رسول اللہ کو ارشاد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں کو اصل دین کی طرف دعوت دیں اور خود بھی اس پر چل کر اور عمل کر کے لوگوں کے لئے مثال قائم کریں۔ اس کے بعد

جو نہ مانے اس کے لئے اللہ کا عذاب تیار ہے۔ دنیا آخر فنا ہوجائے گی اور قیامت ضرور آئے گی جو اس کو بھلا بیٹھا وہ انتہائی گمراہی میں پھنس گیا۔ قرآن کریم ایک کسوٹی ہے اور عدل و انصاف کرنے کا ترازو کی مانند ہے جو اسے مانیں گے وہ جنت میں جائیں گے اور جو دنیا میں انکار کریں گے ان کا انجام برا ہوگا۔

پھر فرمایا گیا کہ دیکھو ان پر جو مصیبت آتی ہے وہ ان کے برے کرتوتوں کی وجہ سے آتی ہے اور بہت سی خطاؤں کو تو اللہ تعالیٰ معاف کردیتے ہیں ورنہ بالکل ہی تباہی پھیل جائے اس لئے انسانوں کو چاہئے کہ توبہ کریں اور سزا سے بچیں دنیا کی چیزیں عارضی اور فانی دنیا ہی تک محدود ہیں اور خدا کے یہاں آخرت کی دولت بہت بہتر اور باقی رہنے والی ہے وہ انہیں کو نصیب ہوگی جو ایمان لائیں گے اور اعمال صالحہ اختیار کریں گے۔ جو گناہ اور بے حیائی کی باتوں سے علیحدہ رہنے والے ہوں جو اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھنے والے ہوں جب کسی پر غصہ ہوں تو معذرت پر معافی دینے والے ہوں۔ اپنی نمازوں کو باقاعدہ ادا کرتے ہوں اور ان کے کام آپس میں مشورہ سے ہوتے ہوں۔ اور جو کچھ انہیں اللہ نے دیا ہے اس میں سے خدا کے لئے خرچ کرتے ہوں اور جن کی یہ حالت ہے کہ جب ان پر زیادتی ہوتو وہ صرف انتقام لے لیتے ہیں بدلہ لینے میں زیادتی نہیں کرتے ایسے لوگوں کے لئے خدا کے یہاں دائمی نعمتیں ہیں۔ ان کے برخلاف وہ لوگ جو لوگ ظلم کرتے ہیں اور فساد مچاتے ہیں ایسے گمراہ لوگ اپنا کوئی حامی اور سرپرست نہیں پائیں گے اور جب یہ جہنم کا معائنہ کریں گے تو غایت بے بسی و بے کسی سے تباہ حال ہوں گے۔ اخیر میں فرمایا گیا کہ اے لوگو دیکھو اللہ تعالیٰ تمہاری خیر خواہی سے کہتے ہیں کہ تم کفر وعناد اور ظلم وفساد کو چھوڑ دو اور اپنے پروردگار کی بات مانو اس سے قبل کہ خدا کی طرف سے وہ دن آئے جس سے نہ

ہٹنا ممکن ہو سکے گا اور نہ پناہ مل سکے گی اور نہ کوئی تمہارے بارے میں خدا سے روک ٹوک کرنے والا ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ سارا زور اس بات پر ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ رسول کے کہنے پر چلو قرآن حکیم کی بتلائی ہوئی ہدایات کی روشنی میں اپنی زندگی گزارو۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

سورۃ الزخرف

یہ قرآن کریم کی موجودہ ترتیب کے اعتبار سے ۴۳ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۶۳ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۷ رکوع ۸۹ آیات ۸۴۳ کلمات اور ۳۶۵۶ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی ۳۵ویں آیت میں لفظ زخرف آیا ہے زخرف کے معنی ہیں سنہرا۔ آراستہ زینت اور کسی شئے کے کمال حسن کو زخرف کہتے ہیں اسی اعتبار سے سونے کو زخرف کہا جاتا ہے۔ اس سورۃ کے تیسرے رکوع میں دنیوی مال ، دولت۔ سونا چاندی کی حقیقت واضح کی گئی کہ دنیا کی جاہ و دولت اللہ کے نزدیک کس قدر حقیر ہے اس لئے علامت کے طور پر اس سورۃ کا نام زخرف قرار پایا۔

ربط:

سورۂ زخرف کا سورۂ شوریٰ کے ساتھ ربط یہ ہے کہ اس سورۃ میں یہ مضامین ہیں (۱) اثبات توحید (۲) ابطال شرک (۳) مشرکین کے اعتراض کا بے ہودہ ہونا (۴) اثبات رسالت (۵) جواب بعض شبہات متعلقہ رسالت (۶) آپؐ کی تسلی

(۷) منکرین کی تہدید۔ اور سورۃ شوریٰ کے ختم پر ایسے ہی سورۃ زخرف کے ختم پر مضمون رسالت مابہ الاشتراک ہے۔ واللہ اعلم!

خلاصہ سورۃ:

یہ سورۃ بھی مکی ہے اور قیام مکہ کے درمیانی زمانہ میں نازل ہوئی اس لئے اس میں بھی عقائد ہی سے متعلق مضامین بیان فرمائے گئے۔ مثلاً اثبات توحید۔ ابطال شرک اثبات وحی و رسالت۔

مشرکین کے بعض اعتراضات اور ان کے جوابات رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا تسلیہ تحقیر دنیا تہدید منکرین نیز توحید و رسالت کی تائید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصے مؤمنین صادقین کے لئے قیامت کے وعدے اور منکرین و مکذبین کے لئے قیامت کی وعیدیں۔ مکی دور میں جس قدر قرآن کی سورتیں نازل ہوئیں ان میں عملیات و احکام کا حصہ بہت کم ہے۔ زیادہ تر اعتقادات کی تعلیم ہے اور مدنی دور کی سورتوں میں زیادہ تر احکام و عملیات کی تعلیم ہے اس سورۃ کی ابتداء قرآن پاک کے ذکر سے فرمائی گئی اور بتلایا گیا کہ یہ ایک نہایت واضح اور روشن کتاب ہے اس کا مرتبہ نہایت بلند ہے۔ اور اس میں سراسر دانائی کی باتیں بھری ہوئی ہیں۔ پھر اہل مکہ کو تنبیہ کی گئی کہ تم جتنی چاہے زیادتیاں اور شرارتیں کرو مگر یہ خدا کی کتاب پوری کی پوری نازل ہو کر رہے گی اور ساری دنیا میں اس کا پیغام پھیل کر رہے گا تم نہیں مانو گے تو جو تم سے زیادہ سمجھدار ہیں وہ مانیں گے خدا نے پہلی قوموں میں بھی اپنے رسول بھیجے تھے ان احمقوں نے اپنے رسولوں کے ساتھ مذاق کیا جس کے نتیجہ میں خدا نے ان کو ان کی گستاخی کی سزا دی اور اب صرف

ان کی کہانیاں باقی رہ گئی ہیں اور ان کے حالات منکرین کو اس کتاب میں سنائے گئے تاکہ وہ عبرت پکڑیں۔ اس کے بعد منکرین سے پھر پوچھا جاتا ہے کہ آخر تم اللہ کو کیوں نہیں مانتے اتنا تو تم بھی اقرار کرتے ہو کہ یہ ساری کائنات اللہ نے پیدا کی ہے پھر اللہ کی ہدایات پر کیوں نہیں چلتے آسمان سے وہ مینہ برساتا ہے خشکی و تری میں چلنے پھرنے کے ذریعہ کشتیاں اور بوجھ اٹھانے والے جانور تمہارے لئے سب اسی نے بنائے تو کیا تمہیں اس کا شکر ادا نہیں کرنا چاہئے حالانکہ تم الٹا اس کا شریک ٹھہراتے ہو اور یہ کتنی بے عقلی ہے کہ یہ کفار مشرکین اللہ کی اولاد مانتے ہیں اور وہ بھی بیٹیاں۔ حالانکہ خود اپنے لئے بیٹیاں بری سمجھتے ہیں پھر جتلایا گیا کہ اللہ کے کوئی اولاد نہیں ہے جو ہے اس کا بندہ ہے اور وہ سب کا خالق و مالک ہے۔ اس کے بعد کفار و مشرکین کو سمجھایا گیا کہ تم اپنے باپ دادا کے دین کی بیچ مت کرو بلکہ سچائی کے طلبگار بنو اور قرآن کی پیروی کرو۔ دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے باپ کو اور قوم کو گمراہ پا کر ان کا طریقہ چھوڑا اور اللہ کو اپنا اکیلا معبود مانا اور توحید کا ڈنکا بجایا اور اپنی اولاد کو بھی اسی کی وصیت کر گئے مگر بعد کے لوگ دنیا کی بے ہودہ باتوں میں پڑ کر توحید کو چھوڑ بیٹھے اور جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سمجھانے آئے تو ان کا کہنا ماننے سے انکار کیا اب یہ کفار مکہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کر رہے ہیں اور انکار کا بہانہ یہ بناتے ہیں کہ رسول تو کوئی مشہور اور مالدار دولتمند ہونا چاہئے تھا اس کا جواب دیا گیا کہ کوئی ان منکرین سے پوچھے کہ کیا تم اللہ کی رسالت کے ٹھیکیدار ہو کہ اپنی مرضی کے مطابق اسے بانٹو دنیا کے مال و دولت پر کیا فخر کرتے ہو خدا کے یہاں دولت کوئی حیثیت نہیں رکھتی رسالت ساری دنیا کی دولتوں سے بڑھ کر حیثیت رکھتی ہے اور وہ اسی کو ملتی ہے جو خدا کے نزدیک اس لائق ہو دنیوی دولت جو خدا کے

نزدیک نہایت حقیر اور ذلیل چیز ہے وہ کافروں کو بہت کچھ دے ڈالتے یہاں تک کہ وہ سونے چاندی کے گھر بنا لیتے لیکن اتنی دولت اس لئے نہیں دی کہ کہیں لوگ کفر کو اچھا نہ سمجھ بیٹھیں کہ اس سے دولت ملتی ہے اور اس لئے سب کفر ہی کو اختیار کر لیں۔ آگے فرمایا کہ اے نادانوں دنیا کے مال و دولت میں کچھ نہیں رکھا۔ اصل چیز آخرت و عاقبت ہے اور وہ مؤمن متقی پرہیز گاروں کے لئے ہے جو جنت میں دائمی عیش کریں گے اور جو دنیا کو سب کچھ جان بیٹھا اور اللہ کی طرف سے منہ پھیرا وہ شیطان کا ساتھی بن جائے گا اور آخرت میں دکھ درد اٹھائے گا دیکھو کہ مصر کے فرعون نے سرکشی کی اور ملک و مال پر مغرور ہو کر خدائی کا دعویٰ کر بیٹھا اور خدا کے رسول موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی اس کا انجام کیا ہوا وہ ذلت کی موت مارا گیا۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت بتلایا گیا کہ وہ اللہ کی قدرت کا نمونہ ہیں جن کو لوگ عجائبات قدرت سمجھ کر انہیں کی پوجا کرنے لگے ہیں حالانکہ خود حضرت عیسیٰ کو اللہ کے بندہ ہونے کا اقرار تھا اور ان کی تعلیم یہی تھی کہ میرا اور سب کا پالنے والا صرف ایک اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں پھر بتلایا گیا کہ دنیا میں جو لوگ اللہ کا بندہ بن کر رہے اور اس کا حکم بجالائے...... ان کو قیامت میں جنتوں میں داخل کیا جائے گا جہاں ہر طرح کا چین اور سکھ نصیب ہوگا اور جو ان کی آرزو ہوگی وہ سب پوری کی جائے گی ان کے برخلاف مجرمین جہنم میں داخل کیے جائیں گے اور ہمیشہ طرح طرح کے عذاب بھگتتے رہیں گے۔ اخیر میں بتلایا گیا کہ ان کفار نے اس قدر ڈھٹائی کی کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری جناب میں کہنا پڑا کہ اے میرے رب میں نے انہیں قرآن پڑھ کر سنایا اس کا مطلب سمجھایا اور اس پر عمل کر کے دکھایا۔ غرض ہر طرح انہیں راہ راست پر لانے کی کوشش کی مگر یہ ایسے ضد و عناد میں ڈوبے کہ میری بات ہی

نہیں سنتے اور ایمان سے دور بھاگتے ہیں تو ہم نے اپنے رسول کی یہ بات سن لی اور ہم اپنے رسول کی ان سرکش لوگوں کے مقابلہ میں ضرور مدد کریں گے اور وہ وقت قریب ہے جب ان کی بری گت بننے والی ہے اس وقت ان کی آنکھیں کھلیں گی اور حقیقت معلوم ہوگی۔ واللہ اعلم!

سورۂ دخان

یہ قرآن کریم کی ۴۴ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۶۴ نمبر پر ہے۔ اس سورۃ میں ۳ رکوع ۵۹ آیات ۳۴۶ کلمات اور ۱۴۹۵ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی دسویں آیت میں لفظ دخان آیا ہے دخان کے لفظی معنی ہیں دھواں اور اس دخان سے ایک خاص قسم کا دھواں مراد ہے اس لئے بطور علامت اس سورۃ کا نام دخان مقرر ہوا۔

ربط:

اس سے پہلے سورۃ ''الزخرف'' کا اختتام مضمون توحید رسالت پر ہوا تھا اور اس سورۃ کا افتتاح انہیں مضامین سے ہے اس لئے دونوں سورتوں میں تناسب ظاہر ہے۔

فضائل سورۃ:

ترمذی شریف کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو

شخص رات کو سورۂ حم دخان پڑھے اس کے لئے صبح تک ستر ہزار فرشتے استغفار کرتے رہیں گے۔ یہ روایت غریب ہے اور اس کے ایک راوی عمر بن خشعم ضعیف ہیں۔ ان کو امام بخاریؒ نے منکر الحدیث کہا ہے۔

ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک اور روایت میں ہے کہ جس نے اس سورۃ کو جمعہ کی رات میں پڑھا اس کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ یہ حدیث بھی غریب ہے۔

مسند بزار میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صیاد کے سامنے اپنے دل میں سورۂ دخان کو پوشیدہ کر کے اس سے پوچھا بتا میرے دل میں کیا ہے اس نے کہا دخ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس پرے ہٹ جا تو تو نامراد رہ گیا جو اللہ چاہتا ہے ہوتا ہے پھر آپ لوٹ گئے۔

خلاصۂ سورۃ:

یہ سورۂ مکی ہے اور اس کا زمانہ نزول بھی وہی ہے جب کہ کفار مکہ کی مخالفت نہایت شدید ہوگئی تھی اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی کہ اے اللہ یوسف علیہ السلام کے قحط جیسے ایک قحط سے میری مدد فرما۔ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا اس خیال سے کی تھی کہ جب ان کفار پر مصیبت پڑے گی تو انکی اکڑی ہوئی گردنیں ڈھیلی پڑجائیں گی اور ان کے دل نصیحت قبول کرنے کے لئے نرم ہوجائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاء قبول فرمائی اور مکہ کے علاقہ میں ایسا سخت قحط پڑا کہ اہل مکہ بلبلا اٹھے اور بڑے بڑے ہیکڑ دشمنان حق اور سرداران قریش جن میں اس وقت ابوسفیان بھی شامل تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اپنی قوم کو اس بلاء سے نجات دلانے کے لئے اللہ سے

دعاء کریں۔ نیز انہوں نے یہ وعدہ بھی کیا کہ یہ عذاب قحط پروردگار ہم سے ٹال دے تو ہم ایمان لے آویں گے یہی موقع ہے جب کہ اللہ عزوجل نے یہ سورۃ مکہ میں نازل فرمائی۔ اس سورۃ میں بھی زیادہ تر عقائد ہی سے متعلق مضامین ہیں۔ مثلاً اثبات توحید و رسالت۔ منکرین پر وعید اور وعید کے لئے بعض اقوام سابقہ کے واقعات قیامت اور حشر ونشر اور اپنے اعمال کی سزا میں بالآخر جنت یا جہنم میں جانا اور وہاں کے عیش و آرام دکھ اور آزار کا بیان ہے۔ سورۃ کی ابتداء قرآن پاک کے تذکرہ سے فرمائی گئی اور بتلایا گیا کہ یہ تو ایک بہت ہی صاف اور واضح کتاب ہے جسے اللہ نے ایک بڑی برکت والی رات میں نازل کیا۔ جس وقت میں اللہ کے یہاں سال بھر میں ہونے والے معاملات کی بابت حکم جاری ہوتا ہے یہ قرآن اللہ کی رحمت کا ظہور ہے کیونکہ اس کی رحمت دنیا میں انسان کو بے یارو مددگار کیسے چھوڑ سکتی ہے اللہ تعالیٰ ہی آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی ساری چیزوں کا خالق ہے وہی سب کی پرورش اور دیکھ بھال کرتا ہے اور موت و حیات بھی اللہ ہی کے اختیار میں ہے پھر ان منکرین کو جو دین حق کی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہیں اور کھیل کود میں پھنسے ہوئے ہیں انہیں تنبیہ کی گئی اور بتلایا گیا کہ اس وقت کا انتظار کرو جب دھواں ہی دھواں آسمان پر ہوگا اور لوگ سخت دکھ اور تکلیف میں ہوں گے اور اور گھبرا کر کہیں گے اے رب اس عذاب کو ہم سے دور کردے ہم اس پر ایمان لے آئیں گے اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں بھلا وہ کب ایمان لانے والے ہیں ان کے پاس اللہ کے سچے رسول کھلی ہوئی اور واضح باتیں لے کر آئے لیکن انہوں نے ان کو جھٹلا دیا اچھا کچھ مدت کے لئے عذاب روک دیتے ہیں لیکن یہ پھر وہی کریں گے جو پہلے کیا تھا اس لئے تنبیہ کی گئی کہ یاد رکھو قیامت کے دن سخت پکڑ ہوگی اور تمہاری ڈھٹائی کا بدلہ دیا جائے گا پھر مثال

کے لئے فرعون کا قصہ سنایا گیا کہ اس نے بھی ایسا ہی کیا تھا اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معجزات دکھلائے اللہ کی نشانیاں پیش کیں مگر فرعون نے ان کی کوئی بات نہ مانی آخر فرعونیوں پر طرح طرح کے عذاب آئے لیکن ان کا حال یہ تھا کہ عذاب آتا تو کہتے اے موسیٰ عذاب کو اپنے رب سے دعا مانگ کر دور کرادو تو ہم تمہاری بات ماننے کو تیار ہیں لیکن جب عذاب ہٹ جاتا تو پھر ویسے ہی ڈھیٹ بن جاتے۔ آخر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو راتوں رات بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے چلے جانے کا حکم ملا تو فرعون نے لشکر سمیت ان کا پیچھا کیا جس کے نتیجہ میں فرعونی سمندر میں غرق ہو کر ہلاک ہوئے اور بنی اسرائیل کو ان کے ظلم وستم سے نجات ملی اور قیامت میں فرعون اور اس کے ساتھیوں کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا تو عرب کے یہ مشرک بھی انہیں مغروروں کی چال چل رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ موت کے بعد پھر زندہ ہونا کیسا اور کہتے ہیں کہ اے مسلمانو اگر تم دوبارہ زندہ ہونے کو مانتے ہو تو ہمارے مرے ہوئے باپ دادا کو زندہ کر کے دکھاؤ ہم زبانی دعوے کو نہیں مانتے اس پر ان کو جواب ملا کہ اے نادانو تم کیا ہو تم سے پہلے تم سے زبردست لوگوں کو ہلاک کیا جا چکا ہے اس لئے سمجھ سے کام لو یہ دنیا یہ آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے یہ یونہی کھیل تو نہیں بنایا گیا اس کا بڑا نتیجہ نکلنا ہے جو قیامت کو معلوم ہوگا پھر فرمایا گیا کہ لوگو قیامت میں شک مت کرو یہ دنیا کی بناوٹ ہی ایسی ہے کہ ایک دن فنا ہو کر رہے گی اور سارے انسان اللہ کے سامنے حاضر کئے جاویں گے ان کے اعمال کا حساب ہوگا اچھے عمل کرنے والے جنت میں جائیں گے جہاں راحت ہی راحت ہے اور برے عمل کرنے والے جہنم میں جائیں گے جہاں دکھ ہی دکھ ہے اگر تمہیں یہ نصیحت ماننی ہے تو مانو ورنہ وقت آنے پر ساری حقیقت کھل جائے

گی۔

دخان کیا چیز ہے؟

اس میں سلف کے دو قول ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور ان کے ۴۰ سالہ قیام پھر انتقال فرما جانے کے بعد آفتاب کے مغرب سے طلوع ہونے سے پہلے ایک زبردست دھواں نمودار ہوگا جو تمام زمین پر چھا جائے گا اور تمام لوگوں کو گھیرے گا جس سے انسان تنگ آجائیں گے نیک آدمی کو اس کا اثر خفیف پہنچے گا جس سے مسلمان کو ایک زکام کی سی کیفیت پیدا ہو جائے گی اور کافر و منافق کے دماغ میں دھواں گھس کر بیہوش کردے گا۔ بعض ایک دن میں بعض دو دن میں اور بعض تین دن میں ہوش میں آئیں گے اور دھواں چالیس دن تک مسلسل رہے گا پھر مطلع صاف ہو جائے گا۔ دوسرا قول حضرت عبداللہ بن مسعود کا ہے کہ اس سے وہ دھواں مراد نہیں جو علامات قیامت میں سے ہے بلکہ قریش مکہ کی مخالفت اور ایذا دہی سے تنگ آکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے دعا مانگی تھی کہ ان پر بھی ایسا شدید قحط نازل کردے جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں مصریوں پر مسلط ہوا تھا چنانچہ قحط پڑا جس میں مکہ والوں کو مردار چمڑے اور ہڈیاں تک کھانے کی نوبت آگئی اور قاعدہ ہے کہ شدت بھوک اور مسلسل خشک سالی کے زمانہ میں فضا میں آنکھوں کے سامنے دھواں سا نظر آنے لگتا ہے اور ویسے بھی مدت دراز تک بارش بند رہنے سے آسمان پر گرد و غبار وغیرہ چڑھ جاتا ہے اور دھواں معلوم ہونے لگتا ہے اس آیت میں اس کو دخان سے تعبیر فرمایا گیا۔ یہی دوسرا قول حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ نے اختیار فرمایا ہے اور

حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ نے پہلا قول اختیار کیا ہے۔ واللہ اعلم!

سورۃ جاثیہ

یہ قرآن کریم کی ۴۵ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۶۵ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۴ رکوع ۳۷ آیات ۴۹۲ کلمات اور ۲۱۳۱ حروف ہیں یہ سورہ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کے آخری رکوع میں اہل باطل اور غیر مقبولین فرقوں کے تذکرہ کے سلسلہ میں لفظ جاثیہ استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں خوف سے زانو کے بل گرجانا یعنی تمام اہل باطل فرقوں اور امتوں کے بارے میں بتلایا گیا کہ قیامت میں یہ اہل باطل خسارہ میں پڑیں گے اور مارے خوف کے زانوں کے بل گر پڑیں گے اس تذکرہ کی بناء پر سورۃ کا نام ہی جاثیہ قرار پایا۔

ربط:

اس سورۃ کا خلاصہ تین مضمون میں توحید۔ نبوۃ۔ معاد اور دوسرے مضامین انہیں کی مناسبت سے ذکر ہوئے ہیں اور سورۃ سابقہ کے آخر میں بطور نتیجہ اور خلاصہ کے اور اس سورۃ کے شروع میں بطور تمہید کے قرآن پاک کا ذکر ہے جس سے دونوں سورتوں میں باہمی تناسب حاصل ہے۔

خلاصۂ سورۃ:

سورۃ کی ابتداء دلائل توحید سے فرمائی گئی ہے اس سلسلہ میں انسان کو بتلایا

کہ اللہ کی توحید کی نشانیاں آسمان زمین اور خود انسان اور جانوروں کی پیدائش میں موجود ہیں جن میں عقل وفہم ہے وہ کائنات کے حالات سے سمجھ سکتے ہیں کہ اس کائنات کا ضرور کوئی خالق ہے اور یہ کہ یہ کائنات بہت سے خداؤں کی خدائی میں نہیں چل رہی ہے بلکہ صرف ایک خدا نے اسے بنایا ہے وہی اکیلا اس کا فرماں روا ہے اسی کے مقرر کردہ نظام عالم کے مطابق یہ کارخانہ چل رہا ہے رات و دن کا باقاعدہ ایک دوسرے کے آگے پیچھے آتے رہنا پھر وقت پر بارش ہونا اور مینہ برسنا اور پھر بارش کے ذریعہ مردہ زمین میں تروتازگی پیدا ہونا اور اس سے جانوروں و انسانوں کی کھانے پینے کی چیزیں پیدا ہونا یہ سب اللہ کی قدرت کو ظاہر کرتا ہے اور یہ سب اس کی توحید کی نشانیاں ہیں۔ پھر بتلایا گیا کہ قرآن مجید کی آیتوں میں جو سچی باتیں بتلائی گئی ہیں وہ حقیقت کو بالکل کھول دیتی ہیں اور ان میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے جو لوگ ان کو نہیں مانتے تو پھر اس سے زیادہ اور کوئی سچی سیدھی بات ان کے پاس کہاں سے آئے گی جسے یہ مانیں گے پھر تنبیہ فرمائی گئی کہ جنہوں نے یہ آیتیں سن کر ان سے منہ موڑا اور اپنی رائے پر اڑے رہے ان کی شامت آنی یقینی ہے اور نتیجہ میں وہ جہنم میں داخل ہوں گے اس قرآن سے منہ موڑ کر جو کچھ یہ منکرین اس دنیا میں کر رہے ہیں مرنے کے بعد یہ ان کے کچھ کام نہ آئے گا مال و دولت سب یہیں پڑا رہ جائے گا اور یہ خود سخت مصیبت میں پھنس جائیں گے قرآن مجید سیدھا راستہ بتا رہا ہے جو اس پر نہیں چلیں گے وہ درد بھری آفتوں کا شکار ہوں گے پھر انسانوں کو سمجھایا جاتا ہے کہ دیکھو اللہ کا پہچاننا کچھ مشکل نہیں اپنے اوپر اس کے احسانات دیکھو گہرے دریاؤں اور سمندروں میں تمہیں جہاز اور کشتیاں چلانے کا سلیقہ عطاء کر کے تمہارے لئے راستے کھول دیئے کہ ان کے ذریعہ تجارت وغیرہ کر کے بڑے بڑے فائدہ اٹھاتے ہو اور

ایک سمندر ہی کیا آسمان زمین کی ساری چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے کہ وہ تمہاری خدمت گزاری میں لگی ہیں پس انسانوں کو اس کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ بہر حال ایمان والوں کو ان منکرین کے جال میں نہ پھنسنا چاہئے یہ عمل صالح کی کوشش میں لگے رہیں انہیں اس کا بہت بہتر بدلہ ملے گا اور ان نافرمانوں کو اللہ تعالیٰ سخت سزا دے گا پھر مسلمانوں کو یہ نصیحت فرمائی گئی کہ تمہارے لئے یہ قرآن کافی ہے اسے چھوڑ کر دوسرے لوگوں کی جو ہوا و ہوس میں گرفتار ہیں ہرگز پیروی مت کرو اچھے اور برے ایک جیسے نہیں ہوسکتے ہیں دنیا ہی کو سب کچھ سمجھنے والے اور آخرت کا انکار کرنے والے نادان اور گمراہ ہیں ان کی نظر آگے نہیں جاتی یہ مرکر جینے کو نہیں مانتے یہ ان کی ہٹ دھرمی ہے حقیقت یہی ہے جو اللہ نے اس قرآن میں ظاہر کر دی ہے اور جو کچھ اس میں کہا گیا ہے وہ سب کچھ ہو کر رہے گا۔ واللہ اعلم!

سورۂ احقاف

یہ قرآن کریم کی ۴۶ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۶۶ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۴ رکوع ۳۵ آیات ۷۵۰ کلمات ۲۷۰۹ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کے تیسرے رکوع کی ابتداء میں لفظ احقاف آیا ہے احقاف حقف کی جمع ہے اس کے لفظی معنی ہیں ریت کے لمبے لمبے بلند ٹیلے لیکن اصطلاحاً یہ صحرا عرب کے جنوبی مغربی حصہ کا نام ہے جہاں اس وقت کوئی آبادی نہیں اور بجز ریت کے ٹیلوں کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ لیکن قدیم زمانہ میں یہاں قوم عاد آباد تھی جس کی

طرف حضرت ہود علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا اور جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کی نافرمانی کی پاداش میں آندھی کا عذاب بھیج کر نیست و نابود کر دیا تھا چونکہ اس سورۃ میں اسی بڑے حادثہ کا ذکر ہے اس لئے اس سورۃ کا نام احقاف مقرر ہوا۔

ربط:

سورۂ احقاف کا سورۂ جاثیہ کے ساتھ ربط یہ ہے کہ سورۂ جاثیہ کے شروع میں توحید و معاد کا ذکر ہے بایں طور کہ معاد کا ذکر مفصل ہے اور توحید کا مجمل ہے اور سورۃ احقاف کے آخر میں بھی توحید و معاد کا ذکر ہے مگر توحید کا ذکر مفصل ہے اور معاد کا اجمالاً ہے یہی دونوں میں وجہ ربط ہے۔

خلاصۂ سورۃ:

اس سورۃ کا زمانہ نزول نبوت کے دسویں سال کا آخر یا گیارہویں سال کی ابتدا بیان کیا گیا ہے جو اس تاریخی واقعہ سے متعین ہوتا ہے جو اس سورۃ کے آخری رکوع میں جنات کے آنے اور قرآن سنکر اس سے متاثر ہونے کا واقعہ ذکر فرمایا گیا ہے۔

حدیث اور سیرۃ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ واقعہ یعنی جنات کی ایک جماعت کا حاضر ہونا اور قرآن کو سنکر اس سے متاثر ہونا اور اپنی قوم جنات میں جا کر ایمان و اسلام کی تبلیغ کرنا اس وقت پیش آیا تھا جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قیام مکہ کے زمانہ میں طائف بغرض تبلیغ و دعوت اسلام تشریف لے گئے تھے اور بظاہر وہاں سے ناکامی و خستہ دلی کے ساتھ واپس تشریف لا رہے تھے رات کے وقت نخلہ کے مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا تھا اور صبح کی نماز میں باآواز بلند قرآن

پڑھ رہے تھے کہ جنات کی ایک جماعت کا ادھر سے گزر ہوا اور وہ قرآن سننے لگے واقعہ کی تفصیل سورۂ جن پارہ ۲۹ میں ہے اور تمام معتبر تاریخی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طائف جانا مکہ سے ہجرت سے تین سال پہلے کا واقعہ ہے جس سے اس سورۃ کے نزول کا زمانہ ۱۰ نبوی متعین ہو جاتا ہے اور وہ وہ سال ہے جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام الحزن (غم کا سال) فرمایا ہے چونکہ اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عبدالمطلب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت خدیجہ کا انتقال ہوا اس سورۃ میں بتلایا گیا کہ یہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو بڑی عزت وقوت اور حکمت والا ہے اور جس نے یہ زمین آسمان اور کل جہاں ایک منظم نظام کے تحت پیدا فرمایا ہے اور ایک معین مدت تک یہ نظام چلتا رہے گا اور بالآخر ایک دن ختم ہو کر قیامت قائم ہوگی اس دن کفار ومشرکین کا برا حال ہوگا اور قیامت کے دن جھوٹے معبود ان کے دشمن ہوں گے اور کہیں گے کہ تم نے ہماری عبادت ہی نہیں کی پھر بتلایا گیا کہ منکرین قرآن کو سن کر اور اس کے اثرات کو دیکھ کر اسے جادو یا گھڑا ہوا کلام کہتے ہیں اس کا جواب ارشاد فرمایا گیا کہ آپ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے کہ اگر میں ایسا کرتا تو مجھے اللہ کی گرفت سے نہ تم بچا سکتے نہ کوئی اور میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں۔ میں پہلے ہی رسولوں کی طرح ہوں اور وحی کے مطابق احکام پہنچاتا ہوں بعض اہل کتاب اپنی کتابوں کی پیشین گوئی کے مطابق مجھے اللہ کا رسول مان چکے ہیں اور ایمان لا چکے ہیں اگر اب بھی تم مجھے اللہ کا رسول نہ مانو تو تم بڑے ہٹ دھرم اور ضدی ہو۔ پھر فرمایا گیا کہ قرآن لوگوں کی ہدایت کے لئے عربی زبان میں نازل ہوا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ جو دنیا میں اللہ کو اپنا رب مان کر اس پر جمے رہیں گے وہ آخرت میں خوف وغم سے نجات پائیں گے اور جو نہ مانیں

گے پھر فرمایا گیا کہ سعادت مند وہ ہیں جو دنیا میں اللہ اور والدین کا حق ادا کرنے میں لگے رہتے ہیں اور اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ انہیں نیک کاموں کی توفیق عطاء فرمائے اور بد بخت وہ ہیں جو اللہ کو نہیں مانتے اور ماں باپ کے ساتھ بھی سخت کلامی کرتے ہیں ایسے لوگ بڑے خسارہ اور نقصان میں ہیں۔ اس کے بعد مشرکین عرب اور کفار مکہ کو قوم عاد کے حالات سے عبرت دلائی گئی ہے کہ وہ قوت میں تم سے زبردست تھے مگر اللہ کی نافرمانی کے سبب تباہ ہوئے اور خدا کے عذاب کے سامنے کسی کی نہ چل سکی اس کے بعد قوم جنات پر قرآن کا اثر ہونے کا ذکر فرمایا اور انسان کو سمجھایا گیا کہ وہ اللہ کو مانے قیامت کو برحق سمجھے ورنہ آخرت میں سخت سزا کا مستحق ہوگا اور یہ قرآن کا پیغام ہے جو اس کو نہیں مانے گا آخر تباہ ہوگا۔ واللہ اعلم!

سورۃ محمد

یہ قرآن کریم کی ۴۷ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار ۹۵ ہے اس سورۃ میں ۴ رکوع ۳۸ آیات ۵۵۸ کلمات اور ۲۴۷۵ حروف ہیں یہ سورۃ مدنی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کے شروع ہی میں ایمان والوں کے متعلق بتلایا گیا۔ ''وآمنو بما نزل علیٰ محمدؐ'' کہ وہ ان سب چیزوں پر ایمان لائے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا اس لئے بطور علامت اس سورۃ کا نام سورۃ محمد رکھا گیا۔ اس سورہ کا دوسرا نام سورۃ قتال بھی ہے۔

ے وہ خائب وخاسر ہوں گے۔

ربط:

سورۂ محمد کا سورۃ احقاف کے ساتھ ربط یہ ہے کہ سورۂ احقاف کے آخر میں فاسقین یعنی کفار کی مذمت مذکور تھی اور اس سے پہلے وعظ جنات میں مؤمنین کی فضیلت اور کفار کی مذمت کا ذکر تھا۔ اس سورۃ کے شروع میں بھی یہی مدح و ذم مذکور ہے اس سے تناسب و ربط ظاہر ہے۔

خلاصۂ سورۃ:

اس سورۃ کے خاص مضامین یہ ہیں (۱) اسلام کی مخالفت کرنے والے اور دین الٰہی کو نیست و نابود کرنے کی کوشش کرنے والے دشمنان حق سے جہاد و قتال کی اجازت اس سورۃ میں دی گئی ہے۔ (۲) جہاد و قتال سے متعلق اصولی ہدایات و احکام کا بیان اس سورۃ میں فرمایا گیا ہے۔ (۳) منافقین اور ان کی ریشہ دوانیوں کی نشاندہی فرمائی گئی ہے۔ (۴) اطاعت الٰہی اور اتباع رسول کی تاکید کی گئی ہے۔ (۵) زندگی کی حقیقت کو واضح کیا گیا ہے۔ (۶) بخل کی مذمت اور اللہ کے راستے میں خرچ کا حکم دیا گیا ہے۔ (۷) کفار و مشرکین کی دنیا و آخرت میں نامراد ہونے کی پیشین گوئی دی گئی ہے۔ اور مسلمانوں کی انجام کار کامیابی کی بشارت سنائی گئی ہے۔ سورۃ کی ابتداء بایں طور فرمائی گئی کہ جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب اور اس کے دین کا دنیا میں انکار کردیا وہ اپنے گمان میں چاہے جس قدر نیک کام کریں لیکن اللہ کے یہاں آخرت میں وہ سب بیکار ہیں۔ ہاں جو لوگ اللہ کو مان کر اور قرآن کو سچا جان کر نیک کام کریں گے اور قرآن کو اپنا رہنما قرار دیں گے ان کی دنیا و آخرت دونوں سنور جائیں گے۔ پھر اہل اسلام کو حکم دیا جاتا ہے کہ اگر کافر اپنی شرارتوں سے

باز نہ آئے اور ان سے قتال کی نوبت آئی تو ہمت اور بہادری سے کام لینا اور ان کی گردنیں اڑا دینا ان کے ساتھ کوئی رعایت نہ کرنا چونکہ دنیا سے فساد اور فسادیوں کا مٹانا اور امن و امان قائم کرنا ضروری ہے اور جب فسادی پست ہو جائیں اور لڑائی رک جائے تو پسماندہ فسادیوں کو قید کرلو۔ اس کے بعد حسب مصلحت ان کے ساتھ سلوک کرو اگر چھوڑ دینے میں مصلحت ہو تو یونہی چھوڑ دو ورنہ ان سے کچھ معاوضہ لے لو۔ یوں تو اللہ تعالیٰ فسادیوں کو بھی تباہ کرسکتا تھا لیکن چونکہ بندوں کی آزمائش مقصود ہے اس لئے ان سے لڑنے کا حکم دیا تاکہ دین اسلام پر ثابت قدم رہنے والوں کو انعام و اکرام سے نوازا جائے اور جو شخص اللہ کے لئے لڑتا ہوا مارا جائے اس کو اس کی قربانی کی پوری پوری جزا دی جائے گی۔ پھر ایمان والوں کو نصیحت کی گئی کہ اے ایمان والوں تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ اس کے بعد کفار کو تنبیہ کی گئی کہ ان کو پہلے زمانہ کے کافروں کے حالات سے عبرت حاصل کرنی چاہئے وہ لوگ ان منکرین سے بہت زیادہ زبردست اور قوی تھے لیکن ان کے اعمال کی شامت میں اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا جب وہی نہیں بچے تو یہ کیا بچیں گے پھر منافقوں کی قلعی کھولی گئی کہ جب ان کو کفار سے لڑنے کا حکم دیا تو بزدلی دکھانے لگے اور جان چرانے لگے مزید ان کے متعلق فرمایا گیا کہ یہ اپنی خواہشوں کے غلام ہیں اور سیدھی راہ سے بہت دور ہیں ان کی آنکھیں قیامت کے دن کھلیں گی مگر اس وقت کی بیداری سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اخیر میں اہل اسلام کو ہدایت کی جاتی ہے کہ تم توحید کو مضبوط پکڑو اور اپنے لئے نیز دوسرے ایمان والوں کے لئے بخشش کی دعاء کرتے رہو۔

اسلام کا سیدھا راستہ سچے دل سے اختیار کرو اللہ اور اس کے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بجالاؤ اور تمام ارکان اسلام مثلاً زکوۃ وغیرہ پر عمل کرو اللہ

کے راستہ میں مال خرچ کرو ایسا کرنے میں تمہارا ہی فائدہ ہے۔ اور اگر اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے سے جی چراؤ گے تو اپنا ہی نقصان کرو گے اللہ کو تمہارے مال کی ضرورت نہیں وہ احتیاج سے پاک ہے البتہ تم ہر طرح اللہ کے محتاج ہو اگر تم حکم ماننے سے انکار کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے بدلہ کسی دوسری قوم کو لے آئے گا جو تمہاری طرح نافرمانی نہیں کرے گی۔ واللہ اعلم!

سورۂ فتح

یہ قرآن کریم کی ۴۸ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۱۱۱ نمبر پر ہے۔ اس سورۃ میں ۴ رکوع ۲۹ آیات ۵۷۸ کلمات اور ۲۵۵۵ حروف ہیں یہ سورۃ مدنی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی پہلی ہی آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک فتح کی بشارت دی گئی ہے اس لئے اس سورۃ کا نام ہی سورۂ الفتح مقرر ہوا۔

ربط:

پہلی سورۃ کے ختم پر اللہ کے راستہ میں جان و مال خرچ کرنے کی ترغیب تھی اس سورۃ میں اس خرچ کرنے کے چند مواقع کا ذکر ہے۔

شان نزول:

ذیقعدہ ۶ ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنے کے ارادہ سے مدینہ سے مکہ کو چلے راستہ میں مشرکین مکہ نے روک دیا اور مسجد حرام کی زیارت سے مانع

ہوئے پھر وہ لوگ صلح کی طرف جھکے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس بات پر کہ آپ آئندہ سال عمرہ ادا کریں گے ان سے صلح کر لی جسے صحابہ کی ایک بڑی جماعت پسند نہ کرتی تھی جس میں خاص قابل ذکر ہستی حضرت عمر فاروق کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں قربانیاں کیں اور لوٹ گئے لوٹتے ہوئے یہ سورۃ مبارکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی جس میں اس واقعہ کا ذکر ہے اور صلح کو باعتبار نتیجہ فتح کہا گیا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تم تو فتح فتح مکہ کو کہتے ہو لیکن ہم صلح حدیبیہ کو فتح جانتے تھے۔ ایسے ہی حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم فتح مکہ کو فتح شمار کرتے ہو اور ہم بیعۃ الرضوان کے واقعہ حدیبیہ کو فتح گنتے ہیں۔

خلاصہ سورۃ:

اس سورۃ میں صلح حدیبیہ کو ایک بڑی فتح بتلایا گیا اور مستقبل میں فتح ونصرت کی بشارت کے علاوہ مؤمنین کے لئے جنت کی بشارت اور منافقین کے لئے اللہ کا غضب اور اس کی لعنت کی خبر دی گئی اور منافقین کی بدکاریوں کا ذکر فرمایا گیا۔ بیعت رضوان اور اس میں شریک صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے رضائے الٰہی کی شہادت دی گئی۔ پھر صلح حدیبیہ کی ان حکمتوں اور مصلحتوں میں سے چند کا تذکرہ فرمایا گیا جن کو نہ جاننے سے مسلمان آزردہ خاطر تھے اور جن کا علم صرف اللہ کو تھا یا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ وہاں تک پہنچی ہوگی۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ کے خواب کا تذکرہ فرمایا تھا کہ وہ بالکل صحیح تھا اور یہ کہ اس کی تعبیر جلد ہی سامنے آئے گی۔ آخر میں صحابہ کرام کی چند

عظمتوں کا بیان فرمایا گیا اور ان کی عادات اور کاموں کو سراہا گیا اور صحابہ کرام کو باقی مسلمانوں کے لئے دنیا کے ختم ہونے تک نمونہ قرار دیا گیا اور بتلایا گیا کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ان کے قدم بقدم چلیں اور وہی عادتیں اور باتیں اختیار کریں جو صحابہ نے کی تھیں ایمان والوں کو آپس میں ملاپ محبت اور اخلاص سے رہنے کی تلقین فرمائی گئی اور بشارت سنائی گئی اور جو لوگ اللہ کو مان کر نیک کاموں میں لگے ہوئے ہیں ان سے اللہ نے وعدہ کرلیا ہے کہ ان کی خطائیں بخش دی جائیں گی اور ان کو آخرت میں مغفرت اور اجر عظیم سے نوازا جائے گا۔ واللہ اعلم!

فائدہ:

واقعہ صلح حدیبیہ اس طور پر ہے کہ ۶ھ میں ماہ ذیقعدہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ کے ساتھ مدینہ منورہ سے عمرہ کے ارادہ سے مکہ معظمہ چلے یہ خبر مکہ پہنچی تو قریش مکہ نے جمع ہو کر اتفاق کرلیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں نہ آنے دیں گے۔ جب کہ ان کے یہاں حج و عمرہ سے دشمن کو بھی روکا نہیں جاتا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام حدیبیہ جو مکہ سے ایک منزل یعنی ۳ میل کے قریب ایک جگہ ہے وہاں قیام فرمایا اور اہل مکہ کے پاس خبر بھیجی کے ہم جنگ کے ارادہ سے نہیں آئے ہیں ہم کو آنے دو ہم عمرہ کر کے واپس چلے جائیں گے مگر مشرکین مکہ اس پر راضی نہ ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صلح کی غرض سے آئے اس سلسلہ میں بعض امور پر بحث و تکرار بھی ہوئی اور مسلمانوں کو غصہ اور جوش آیا کہ تلوار سے معاملہ ایک طرف کردیا جائے۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم نے مکہ والوں کے اصرار کے موافق سب شرائط صلح کے منظور فرمالئے اور مسلمانوں نے بھی بے انتہا ضبط اور تحمل سے کام لیا اور صلح نامہ تیار ہوگیا جس میں حسب ذیل شرائط تھیں۔

(۱) اس سال مسلمان مکہ میں داخل ہوئے بغیر ہی واپس چلے جائیں۔ (۲) آئندہ سال مسلمان مکہ میں اس طرح داخل ہوں گے کہ معمولی حفاظتی ہتھیاروں کے علاوہ جنگی ہتھیار ساتھ نہ لائیں اور تلواریں نیام کے اندر ہی رہیں گی صرف ۳ دن قیام کریں گے اور جب تک مسلمان مکہ میں رہیں گے ہم (مشرکین) مکہ چھوڑ کر پہاڑیوں پر چلے جائیں گے (۳) معاہدہ کی مدت کے اندر دونوں جانب امن و عافیت کا سلسلہ جاری رہے گا۔ (۴) اگر کوئی شخص مکہ سے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر مسلمان ہوکر مدینہ چلا جائے گا تو مسلمانوں کے ذمہ ہوگا کہ اس کو مکہ واپس کریں اور اگر مدینہ سے کوئی شخص فرار ہوکر مکہ آئے گا تو ہم اسے واپس نہ کریں گے۔ (۵) تمام قبائل آزاد ہیں کہ ہر دو فریق میں سے جو جس کا حلیف بننا پسند کرے اس کا حلیف (ساتھی) بن جائے۔ (۶) یہ معاہدہ دس سال تک رہے گا اور کوئی فریق اس مدت میں اس کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا یہ صلح کا معاملہ ہوجانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ ہی میں اپنی ہدی (قربانی کے جانور) ذبح کردئے اور حلق وقصر کر کے احرام کھول دیا۔ جب جب صحابہ کو صلح نامہ کی تحریر پر کوئی اعتراض ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ و رسولہ اعلم صحابہ کو تسلی دیتے حتیٰ کہ یہ سورۃ نازل ہوئی اور خداوند قدوس نے اس صلح اور فیصلہ کا نام فتح مبین رکھا۔

فائدہ ثانیہ:

''بیعت رضوان'' جب قریش مکہ کو یہ خبر پہنچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً ۱۵۰۰ اصحابہ کے ساتھ مکہ آرہے ہیں تو قریش نے اتفاق کرلیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو مکہ میں نہ آنے دیں گے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں قیام فرمایا اور حضرت خراش ابن امیہ خزاعی کو اہل مکہ کے پاس بھیجا کہ ان کو خبر دیں کہ ہم فقط بیت اللہ کی زیارت کے لئے آئے ہیں ہمیں مکہ میں داخل ہونے سے نہ روکیں۔ مگر اہل مکہ نے اسلام دشمنی میں ان کے اونٹ کو ذبح کر ڈالا اور ارادہ کیا کہ ان کو بھی قتل کر ڈالیں مگر آپس ہی کے بعض لوگوں نے درمیان میں پڑ کر ان کو بچالیا۔ حضرت خراش نے واپس آکر تمام واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ اب حضرت عمر کو پیغام دے کر اہل مکہ کے پاس بھیجیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معذرت کی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو معلوم ہے اہل مکہ مجھ سے کتنے برہم ہیں اگر آپ حضرت عثمان کو بھیجیں تو ان کی قرابتیں اہل مکہ میں ہیں کفار مکہ ان سے تعارض نہ کریں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رائے کو پسند فرمایا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر حکم فرمایا کہ ابوسفیان اور رؤساء مکہ کو ہمارا پیغام پہنچا دو کہ ہم لڑنے نہیں آئے وہ ہمیں عمرہ کرنے دیں اور یہ بھی فرمایا کہ جو کمزور مسلمان مکہ میں مظلومیت کی زندگی گزار رہے ہیں انہیں بشارت سنا دو کہ گھبرائیں نہیں۔ عنقریب اللہ رب العزت فتح نصیب فرمائیں گے اور اپنے دین کو غالب کرے گا۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک عزیز کی پناہ میں مکہ میں داخل ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام قریش مکہ کو پہونچایا ابوسفیان نے کہا

کہ ہم ہرگز محمد اور ان کے ساتھیوں کو مکہ میں داخل ہونے نہ دیں گے تم اگر تنہا طواف بیت اللہ کرنا چاہو تو کرسکتے ہو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس بات سے انکار فرمایا قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حدیبیہ واپس جانے سے روک دیا مسلمانوں میں یہ خبر پھیل گئی کہ حضرت عثمان کو کفار مکہ نے قتل کردیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت صدمہ ہوا اور فرمایا کہ میں جب تک ان سے بدلہ نہ لوں گا یہاں سے حرکت نہ کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ سے بیعت لی کہ جب تک جان میں جان ہے کفار سے جہاد وقتال کریں گے چنانچہ تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مکہ گئے ہوئے تھے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ایک ہاتھ پر دوسرا ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ یہ عثمان کی بیعت ہے جب مشرکین کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ گھبرائے اور فوراً مسلمانوں تک یہ خبر پہونچائی کہ قتل عثمان کی خبر غلط ہے اور ہم صحیح سلامت ان کو آپ کے پاس بھیجتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عثمان صحیح سلامت حدیبیہ تشریف لے آئے اللہ رب العزت نے صحابہ کی اس جانبازی وفداکاری کی قدر فرماتے ہوئے ان کو اپنی رضا وخوشنودی کا پروانہ عطا فرمایا ارشاد فرمایا: "لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ" اسی لئے اس بیعت کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔

سورۂ حجرات

یہ قرآن کریم کی ۴۹ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۱۰۶ نمبر

پر ہے اس سورۃ میں دو رکوع ۱۸ آیات ۳۵۰ کلمات ۱۵۱۲ حروف ہیں یہ سورۃ مدنی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کے پہلے رکوع کی چوتھی آیت میں لفظ حجرات استعمال ہوا ہے جو حجرہ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں وہ بند جگہ جو سونے والے کی حفاظت کرے اور کسی کو باہر سے نہ گھسنے دے یعنی کوٹھری خلوت خانہ، پردہ کا مکان یہاں حجرات سے مراد ازواج مطہرات کے مکانات ہیں۔ اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ یعنی پردہ کے مکان میں تشریف فرما ہوں تو حجرہ کے باہر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا نہ جائے کہ یہ گستاخانہ انداز ہے بلکہ صبر کے ساتھ باہر انتظار کیا جائے جب آپ حجرہ سے باہر تشریف لے آویں تب ملاقات کی جائے، اس لئے بطور علامت اس سورۃ کا نام سورۂ حجرات مقرر ہوا۔

ربط:

پہلی سورۃ میں اصلاح آفاق بالجہاد کا ذکر ہے اور اس میں اصلاح انفس بالارشاد کا بیان ہے اور اس سورۃ کے اجزاء کا مجموعہ حقوق سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور حقوق اخوان فی الدین کا بیان ہے۔

خلاصۂ سورۃ:

ہجرت کے نویں سال عرب کے قبیلے جوق در جوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کا اعلان کیا اس لئے ان کو اور دوسرے مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و

حرمت کے احکام اور آپس کے میل جول کے آداب و قاعدے اور اصلاح معاشرت و حسن معاشرت کے احکام اس سورۃ میں بتلائے گئے۔ گویا یہ سورۃ اسلامی تہذیب و تمدن کا گہوارہ ہے اس میں سب سے پہلے خوف خدا کی تاکید فرمائی گئی اس کے ساتھ آنحضرت کی تعظیم و ادب سکھایا گیا اور ہدایت کی گئی کہ اللہ اور اس کے رسول کے سامنے اپنی رائے مت چلاؤ اللہ کے رسول جو کہیں اس کو سر جھکا کر سنو اور خلوص کے ساتھ اس پر عمل کرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اونچی آواز سے مت بولو آپ اندر حجرہ میں تشریف رکھتے ہوں تو پکار کر مت بلاؤ آگے فرمایا کہ ہر کسی کی بات سن کر بلاتحقیق مت مان لیا کرو۔ آگے فرمایا کہ ایمان والے آپس میں سب بھائی بھائی ہیں کسی کو کسی پر زیادتی نہیں کرنی چاہئے اگر مسلمانوں کی دو جماعتوں میں اختلاف ہو جائے تو ان میں صلح کرادو اور اگر کوئی مصالحت پر آمادہ نہ ہو تو جو زیادتی کرے اس سے لڑکر اس کو سیدھا کردو اور دیکھو آپس میں بدمزگی تلخی اور جھگڑے ذرا ذرا سی باتوں سے پیدا ہوسکتے ہیں مثلاً کسی سے تمسخر کرنا کسی کو برے نام اور برے القاب سے پکارکرنا۔ کسی کا عیب ظاہر کرنا پیٹھ پیچھے کسی کی برائی کرنا غیبت کرنا۔ چغلی کھانا کسی کی طرف سے بدگمانی کرنا کسی کے بھید معلوم کرنے کی کوشش کرنا یہ سب بری باتیں ہیں ان سے بچو۔ تمام انسان حضرت آدم وحوا کی اولاد ہیں۔ ذات پات خاندان قوم کنبہ برادری یہ محض ایک دوسرے کی شناخت کے لئے ہیں نہ کہ ایک دوسرے پر فخر کرنے کے لئے سب اللہ کے بندے ہیں اور اللہ کے نزدیک زیادہ مرتبہ والا وہی ہے جو اس سے زیادہ ڈرنے والا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے تمام کاموں کو دیکھ رہا ہے حتیٰ کہ وہ تمہارے دلوں کی باتوں سے بھی واقف ہے جس نے کفروشرک سے تائب ہوکر کلمہ پڑھ لیا وہ مسلمان ہے اب اسے چاہئے کہ اسلام کے مقرر کیے ہوئے طریقہ پر چلے

نیک کام کرے برے کاموں سے بچے تاکہ اس کے دل میں ایمان کی روشنی پیدا ہو اسلام میں داخل ہو کر کسی پر احسان نہ جتلاؤ ایمان کی دولت تو احسان خداوندی ہے اور اللہ کی نعمت ہے یہ نہ سمجھو کہ جیسے انسانوں کو دھوکا دیا جاسکتا ہے اللہ کو بھی دھوکہ دے لو گے اللہ سے کوئی بھی چیز چھپی نہیں وہ آسمان زمین کے بھیدوں سے بھی واقف ہے خوب سمجھ لو کہ وہ تمہارے سب کام دیکھ رہا ہے۔ واللہ اعلم!

سورۂ ق

یہ قرآن کریم کی پچاسویں سورہ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۳۴ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۳ رکوع ۴۵ آیات ۳۷۶ کلمات اور ۱۵۲۵ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی ابتداء حروف مقطعات میں سے لفظ قٓ سے ہے جس کی تفاسیر علماء نے مختلف فرمائی ہیں۔ اس لئے بطور علامت اس سورۃ کا نام سورۂ قٓ مقرر ہوا۔

ربط:

گزشتہ سورہ کے ختم پر "واللہ بصیر بما تعملون" میں وقوع مجازات کی طرف اشارہ ہے اور اس سورۃ میں تمام تر یہی بعث اور اجزاء کا مضمون ہے اسی کا امکان اس کا وقوع اس کے واقعات اور جو مضامین ان کے مناسب ہیں مذکور ہے جس سے دونوں سورتوں کے درمیان تناسب ظاہر ہے۔

فائدہ:

ق بعض نے کہا کہ خدا کا نام ہے بعض نے کہا کہ قادر۔ قدیر۔ قہار۔ قدوس۔ قیوم کی کنجی اور ابتداء ہے یا ق کے معنی اللہ قائم بالقسط ہیں اور بعض نے فرمایا کہ قٓ ایک پہاڑ کا نام ہے جو زمین کو گھیرے ہوئے ہے اس کو حق تعالیٰ نے سبز زمرد کا بنایا ہے۔ باری تعالیٰ نے لفظ قٓ سے اس کی قسم کھائی ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ قسم ہے قدرت خدا اور قرب الٰہی کی جس کی خبر "ونحن اقرب الیہ من حبل الورید" سے اس سورۃ میں دی گئی ہے یا اللہ رب العزت نے اپنے حبیب کی قوت قلب کی قسم کھائی ہے۔ واللہ اعلم!

خلاصہ سورۃ:

اس سورۃ کے شروع میں اللہ رب العزت نے قرآن مجید کی قسم کھائی ہے اور فرمایا ہے کہ جن کے پاس قرآن کریم بھیجا گیا ان کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس پیغمبر انہیں کی جنس میں سے کیسے آ گیا۔

اور وہ کہنے لگے کہ یہ تو بڑی عجیب سی بات ہے۔ مزید یہ کہ جو پیغمبر یہ کتاب لے کر آیا ہے وہ یوں کہتا ہے کہ تم کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا ہے۔ یہ تو اور بھی بعید ہے کیا جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو پھر دوبارہ زندہ ہوں گے کفار کے ان اشکالات کا جواب دیتے ہوئے بتلایا گیا کہ یہ مانا کہ انسان مر کر مٹی ہو جائے گا اور اس کے اجزاء زمین میں بکھر جائیں گے لیکن اللہ کے علم میں ہے کہ اس کے بدن کا ذرہ ذرہ کہاں ہے اس لئے ہر جگہ سے سمیٹ کر ان اجزاء کو پھر اکٹھا کر کے انسان کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوگا اور اس کی قدرت کی نشانیاں اب بھی

دنیا میں ظاہر ہیں آسمان کی طرف دیکھو اتنی بڑی چھت بغیر کسی ستون اور سہارے کے کس طرح کھڑی ہے اور کس طرح ستارے جگمگا رہے ہیں پھر آسمان میں نہ کوئی سوراخ ہے نہ دراڑ۔ پھر زمین کو دیکھو کہ کس طرح دور تک پھیلی ہوئی ہے اور وزنی پہاڑ اس پر جمے ہوئے ہیں اور قسم قسم کی چیزیں اس زمین سے اگ رہی ہیں۔ پھر آسمان سے بارش ہوتی ہے مردہ زمین زندہ ہوکر ہری بھری ہوجاتی ہے اور اس میں جان پڑجاتی ہے اس طرح انسان بھی مرنے کے بعد دوبارہ پیدا ہوجائے گا اس کے بعد بتلایا گیا کہ اللہ اور اس کے رسول کا انکار کرکے کسی نے بھی اچھا پھل نہ پایا بلکہ انکار کرنے والے بری طرح ہلاک ہوئے۔

چنانچہ پہلے قوم نوح۔ اصحاب الرس، عاد۔ ثمود قوم فرعون قوم لوط اصحاب الایکۃ اور قوم تبع ہر ایک نے اپنے رسول کو جھٹلایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تکذیب کرنے والے ہلاک ہوگئے اس لئے لوگوں کو گزشتہ قوموں کے حالات سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔ پھر خود انسان کی پیدائش اور اس کے متعلق خدائی قدرت کا اظہار کیا گیا کہ یہ انسان آپ ہی آپ نہیں بن گیا بلکہ اللہ نے اس کو ارادہ سے پیدا کیا اور اس کے قول و فعل کے نگراں دو فرشتے اس کے ساتھ لگائے جو اس کی نیکی اور بدی فوراً لکھتے رہتے ہیں اور آخر ایک وقت اس انسان پر ایسا آنا ہے کہ جب اس پر موت کی بیہوشی طاری ہوتی ہے اور موت کا آنا یقینی ہے پھر جب انسان کو موت اگئی اور اس کی دنیا کی زندگی ختم ہوگئی تو اس کے بعد ایک وقت آئے گا جب صور میں پھونک ماری جائے گی اس وقت تمام انسان جہاں بھی ہوں گے پھر زندہ ہوکر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور وہ ہولناک دن شروع ہوجائے گا جس سے تمام اللہ کے رسول اور نبی ڈراتے چلے آئے ہیں۔ قیامت میں انسان اپنے اعمال کے مطابق جنت یا دوزخ میں جائے گا اس کے

بعد جنت وجہنم کی تکلیف بیان فرمائی گئی اور بتلایا گیا کہ انسان اللہ سے منہ موڑ کر جن کو دنیا میں اپنا ساتھی بنا رہا ہے وہ قیامت کے دن اس کے کچھ کام نہ آئیں گے وہاں تو اسی کی نجات ہوگی جو دنیا میں بن دیکھے اللہ سے ڈرتا رہے گا۔ اور دل سے اللہ کی طرف رجوع کرتا رہے گا اور اس سے غافل نہ ہوگا۔ سورۃ کے خاتمہ پر فرمایا گیا کہ یہ یقینی بات ہے کہ اللہ ہی زندہ کرتے ہیں وہی موت دیتے ہیں اور اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے اور یہ اللہ کے لئے کچھ مشکل بات نہیں ہے۔ اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا گیا کہ آپ کو ان منکرین سے زبردستی بات منوانے کے لئے نہیں بھیجا گیا ہے بلکہ آپ کا کام اچھی طرح سمجھا دینا ہے گرچہ نصیحت وہی حاصل کرلے گا جو اللہ کی وعید سے ڈرتا ہو۔ واللہ اعلم!

سورۃ الذاریات

یہ قرآن کریم کی ۵۱ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۶۷ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۳ رکوع ۶۰ آیات ۳۶۰ کلمات اور ۱۵۵۹ احروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کے پہلے فقرے میں والذاریات کا لفظ آیا ہے۔ ذاریات وہ ہوائیں کہلاتی ہیں جو غبار وغیرہ اڑاتی ہیں اس سورۃ کا نام ذاریات اسی ابتدائی فقرہ سے ماخوذ ہے۔

ربط:

پہلی سورۃ میں معاد کا ذکر تھا اور اس سورۃ میں یہی مضمون زیادہ ہے چنانچہ سورۃ کی ابتداء اسی مضمون سے فرمائی گئی ہے۔

خلاصۂ سورۃ:

سورۃ کی ابتداء قیامت کے ذکر سے اس طرح فرمائی گئی کہ تم ہواؤں کو دیکھتے ہو کہ جب گرمی اور خشکی بڑھ جاتی ہے تو تیزی کے ساتھ گردو غبار اڑانے والی آندھیاں آتی ہیں پھر یہی ہوائیں پانی سے بھرے ہوئے بادل اٹھالاتی ہیں پھر ان بادلوں کو جگہ جگہ پہنچاتی ہیں اور ادھر ادھر اللہ کے حکم کے مطابق بارش برساتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ہواؤں کے چلنے کا ایک مقصد ہے اس طرح انسان کی اس دنیا کی زندگی بھی ایک مقصد ہے اس کے دنیا میں کئے ہوئے اعمال کے نتیجے ایک دن کھلیں گے اور عدل وانصاف کے ساتھ ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ ملے گا یہ فیصلہ قیامت میں ہوگا جس کی طرف سے لوگ بہت غفلت میں پڑے ہوئے ہیں حتیٰ کہ بعض اس کے وقوع ہی کا انکار کرتے ہیں مگر ان کے انکار سے کیا ہوتا ہے یہ تو اپنی انکل چلاتے ہیں حالانکہ قیامت کا آنا لازمی ہے اور اس دن گمراہ بدکاروں کو جہنم میں ڈالا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ انہیں شرارتوں کی سزا ہے جو تم نے دنیا میں کیں اور جس کا تم دنیا میں مذاق اڑایا کرتے تھے کہ قیامت آنی ہے تو کیوں نہیں آجاتی ان کے برخلاف جو دنیا میں ایمان لائے اور عمل صالح کئے اور پرہیز گاری کی زندگی گزاری وہ جنت میں داخل ہوں گے پھر امکان قیامت پر بطور دلیل بتلایا گیا کہ آسمان وزمین کی ساری نشانیاں اور خود انسان کے اندر کی نشانیاں یہی بتلاتی ہین کہ یہ کارخانہ ایک دن

ختم ہوگا اور قیامت قائم ہوگی اللہ کے تمام رسولوں نے یہی بتایا ہے جنہوں نے ان کی بات سے انکار کیا تباہ ہوئے پھر اس کی تائید میں حضرت ابراہیمؑ۔ قوم لوط۔ قوم فرعون۔ قوم عاد۔ ثمود اور قوم نوح کا ذکر فرمایا گیا اور ماننے والوں اور انکار کرنے والوں کا انجام ذکر فرمایا کہ ان کی کیسی گت دنیا میں بنی اور کیا کیا آفات ان پر آئیں اس لئے اخیر میں سمجھایا گیا کہ اگر آفتوں سے بچنا ہے تو اللہ کی ذات پر یقین کرو اور سمجھ لو کہ زمین آسمان ایک اللہ کے بنائے ہوئے ہیں تم اسی کی پناہ لو اور کسی کی طرف نہ جھکو شرک مت کرو اللہ کا انکار مت کرو وہی تمہیں رزق دیتا ہے اور تمہاری پرورش کے سامان فراہم کرتا ہے اور تم سے یہی چاہتا ہے کہ تم اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرو اس کے مقرر کیے ہوئے راستہ کو اختیار کرو اب جو اللہ کے حکم کو نہیں مانتا اور اپنی خواہش پر چلتا ہے وہ ظالم ہے اور قیامت آنے والی ہے اس دن ان لوگوں سے باز پرس ہوگی اور جب وعدہ کے مطابق وہ دن آجائے گا تو پھر ان منکرین کے بنائے کچھ نہ بنے گی۔ واللہ اعلم!

سورۂ طور

یہ قرآن کریم کی ۵۲ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار ۷۶ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۲ رکوع ۴۹ آیات ۳۱۹ کلمات ۱۳۳۴ حروف ہیں یہ سورہ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی ابتداء لفظ طور سے ہوئی اس کو اس سورہ کا علامتی نام قرار دیا گیا طور سے وہ پہاڑ مراد ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے ہمکلامی کی اور

آپ کو توریت ملی۔

رابط:

سورۂ طور کا سورۂ والذاریات سے ربط یہ ہے کہ پہلی سورۃ یوم موعود کی وعید پر ختم ہوئی اور یہ سورۃ یوم موعود کی وعید سے شروع ہوئی ہے۔ پھر حسب عادت قرآنیہ مؤمنین کے لئے وعدہ مذکور ہے اس سے دونوں سورتوں کے درمیان تناسب ظاہر ہے۔

خلاصۂ سورۃ:

چونکہ یہ سورۃ بھی مکی ہے اس لئے اس میں بھی عقائد سے متعلق مضامین ہیں اس سورۃ کی ابتداء بھی قسمیہ کلام سے فرمائی گئی ہے اور اللہ اپنی مخلوق میں سے ان چیزوں کی قسم کھا کر جو اس کی عظیم الشان قدرت کی نشانیاں ہیں فرماتا ہے کہ انسان اچھی طرح سمجھ لے کہ نافرمانوں کے لئے اللہ کا عذاب آکر رہے گا اور جب وہ آجائے گا تو کسی کی مجال نہیں کہ اسے ہٹا سکیں اور یہ عذاب قیامت کے دن جب آئے گا تو بڑا ہولناک وقت ہوگا آسمان لرزنے اور تھرتھرانے لگے گا پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے اور روئی کے گالے کی طرح اڑتے پھریں گے جب وہ دن آجائے گا تو اس دن اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کا انکار کرنے والوں کی شامت آجائے گی وہ لوگ جنہوں نے کھیل کود میں عمر گنوائی ہوگی وہ اس دن جہنم کی آگ میں دھکیل دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا یہ ہے وہ آگ جس کو تم دنیا میں جھوٹ سمجھتے تھے اب بتاؤ کیا یہ جادو ہے تم دنیا میں اللہ کے رسولوں کو جادوگر اور ان کی باتوں کو جادو کہتے تھے بتاؤ یہ عذاب جہنم کیا ہے کیا ایسے ہی اندھے بنے رہو گے جیسے دنیا میں تھے

اب اس جہنم میں داخل ہو جاؤ اور اس میں خواہ تم چیخو چلاؤ یا خاموش رہو۔ بہر حال تمہیں اسی میں رہنا پڑے گا اور یہ تمہارے ہی کرتوتوں کی سزا ہے ان کے مقابل جو لوگ دنیا میں اللہ پر ایمان لائے اور اللہ کی باتوں کو سچا جانا اور اس کے عذاب سے ڈر کر بری باتوں سے ڈرتے رہے تو ایسے لوگ اس دن یعنی قیامت میں جنت کے باغات میں راحت و آرام سے بیٹھے ہوں گے اور اللہ کی نعمتوں سے لطف اٹھا رہے ہوں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ جو نعمتیں اللہ نے تم کو دی ہیں خوب کھاؤ پیو یہ تمہیں ان نیک کاموں کے بدلے میں ملا ہے جو تم دنیا میں کرتے تھے یہ لوگ آرام سے گدوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے اور ان کو حوریں عطاء کی جائیں گی اور ان کے ساتھ ان کے متعلقین یعنی اہل وعیال کو بھی ملا دیا جائے گا بشرطیکہ انہوں نے بھی ایمان لا کر نیک کام کئے ہوں گے۔ اس روز ہر ایک کے ساتھ انصاف کیا جائے گا اور جیسے جس کے کام دنیا میں تھے ویسے ہی اس کو بدلہ ملے گا۔ نیک لوگوں کے لئے جنت میں صاف ستھرے نوعمر خدمت گزار ہوں گے جو ان کو ہر دم کھانے پینے کی چیزیں جنہیں ان کا دل چاہے گا لا لا کر دینے کے لئے حاضر رہیں گے اور جنتی ایک دوسرے سے کہیں گے کہ دنیا میں ہم ڈرتے تھے کہ معلوم نہیں ہمارا کیا حشر ہوگا اور اللہ سے دعا کرتے تھے کہ ہمیں آگ کے عذاب سے بچائیے سو الحمدللہ اس نے ہمیں بچا لیا وہ بڑا رحیم و کریم ہے۔ سورۃ کے خاتمہ پر رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ لوگوں کو دین و آخرت کی باتیں سناتے رہئے جو بالکل سچی باتیں ہیں۔ اور جو منکرین و مکذبین ان کو جادو شعر اور اٹکل پچو باتیں کہتے ہیں تو ان کا کہنا بالکل غلط ہے یہ تو اللہ کا کلام ہے اگر یہ نہیں مانتے تو اب اللہ کے عذاب کا انتظار کریں وہ ان کو آ کر دبوچ لے گا اور آخرت سے پہلے دنیا میں بھی ان کو سزا ملے گی پس آپ صبر سے اللہ کے حکم کی تعمیل کئے جائیں اللہ

آپ کو برابر دیکھ رہا ہے وہ آپ کی حفاظت فرمائے گا اور آپ اپنے رب کی حمد وثنا میں لگے رہئے۔ واللہ اعلم!

فائدہ:

اس سورۃ کے شروع میں اللہ نے پانچ قسمیں کھائیں ہیں۔ (۱) کوہ طور کی قسم یعنی اس پہاڑ کی قسم جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہمکلامی حاصل ہوئی اور توریت عطاء فرمائی گئی۔ (۲) اس کتاب کی قسم جو کاغذ میں لکھی ہوئی ہے اس کتاب سے بعض نے لوح محفوظ مراد لیا ہے اور بعض نے لوگوں کے اعمال نامے بعض نے تورات بعض نے قرآن کریم یا تمام آسمانی کتب۔ (۳) بیت معمور کی قسم بیت معمور ساتویں آسمان میں فرشتوں کا کعبہ ہے اور ٹھیک دنیا کے خانۂ کعبہ کے مقابل ہے بخاری ومسلم کی روایت ہے کہ شب معراج میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساتویں آسمان پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت معمور کی طرف پہنچایا گیا جہاں پر روز ستر ہزار فرشتے عبادت وطواف کے لئے داخل ہوتے ہیں اور پھر ان کو وہاں دوبارہ جانے کی نوبت نہیں آئی۔ (۴) سقف مرفوع یعنی اونچی چھت کی قسم اس سے مراد آسمان یا عرش عظیم۔ (۵) بحر مسجور کی قسم یعنی ابلتے ہوئے سمندر کی یعنی قسم ہے اسی سمندر کی جو آگ بنا دیا جائے گا جیسا کہ سورۂ تکویر میں ہے ''واذا البحار سجرت۔'' واللہ اعلم!

سورۂ النجم

یہ قرآن کریم کی ۵۳ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۲۳ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۳ رکوع ۶۲ آیات ۵۶۵ کلمات اور ۱۴۵۰ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی ابتداء ہی لفظ والنجم سے ہوئی اس لئے علامت کے طور پر اس سورۃ کا نام النجم مقرر ہوا۔

ربط:

پہلی سورۃ کی طرح اس سورۃ میں بھی توحید و رسالت و بعثت و مجازات کا بیان ہے جس سے دونوں سورتوں میں ارتباط ظاہر ہے۔

خصوصیت:

اس سورۃ کی خصوصیت میں مفسرین نے لکھا ہے کہ یہی سب سے پہلی سورۃ ہے جس میں آیت سجدہ نازل ہوئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدۂ تلاوت کیا اور اس سجدہ میں ایک عجیب سورۃ یہ پیش آئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سورۃ مجمع عام میں تلاوت فرمائی جس میں اہل ایمان و کفار سب شریک تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو اہل اسلام تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں سجدہ کرتے ہی باقی سب لوگوں نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ کیا تعجب کی خبر یہ پیش آئی کہ جتنے کفار و مشرکین تھے وہ بھی سب سجدہ میں گر گئے صرف ایک متکبر شخص نے سجدہ نہیں کیا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے اس شخص کو کفر کی حالت میں مرا ہوا دیکھا ہے۔

فائدہ:

واقعہ معراج کے بعد اس سورۃ کا نزول ہوا اور محقق ارباب سیر و تاریخ کے

نزدیک معراج کا واقعہ ہجرت سے ایک یا ڈیڑھ سال قبل پیش آیا تھا۔

خلاصہء سورۃ:

سورۃ کی ابتداء قسمیہ کلام سے کی گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت وحقانیت کا قسم کے ساتھ اعلان فرمایا کہ نہ آپ سیدھے راستہ سے ہٹے نہ غلط راستے پر چلے اور جو باتیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں وہ اپنی خواہش سے نہیں کہتے بلکہ اللہ کی وحی سے کہتے ہیں اور بتلایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بڑے قوت والے فرشتے یعنی حضرت جبرئیل کے ذریعے اللہ نے اپنی وحی بھیجی اور یہ فرشتہ دو مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی شکل میں نظر آیا۔ ایک اس وقت جب کہ ابتدائے نبوت میں ایک مرتبہ وحی لے کر آئے اور سورۂ مدثر کی شروع کی آئتیں نازل ہوئیں اور دوسری مرتبہ شب معراج میں سدرۃ المنتہیٰ کے قریب اور شب معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں اور ان کے دیکھنے میں نہ آپ نے غلطی اور نہ دل نے سمجھنے میں کوئی کمی کی۔ لہٰذا اے اہل مکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنو اور مانو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ سننا اور اپنے تجویز کردہ دیوی دیوتاؤں کو پوجنا جن کی حقیقت ہی کچھ نہیں محض غلط خیالات کی پیروی ہے انسان کا ہر خیال صحیح نہیں ہوتا بات وہی ٹھیک ہے جو اللہ نے اپنے رسول کی معرفت بتلائی کہ اللہ ہی معبود برحق ہے اس کا کوئی شریک نہیں فرشتے بھی اللہ کے بندے اور مخلوق ہیں جو اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے ہیں جو اللہ نے ان کے لئے مقرر کر دیئے ہیں۔ مشرکین نے فرشتوں کو عورتیں بتا کر ان کی بابت غلط خیال قائم کر لیا ہے اور ان کے عورتوں جیسے نام رکھ کر غلطی اور گمراہی میں پھنسے ہیں پھر آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ اے ہمارے رسول جب یہ لوگ اتنی بات نہیں سمجھتے اپنی ہی بے تکی ہانکے جاتے ہیں اور ہماری باتوں کی طرف توجہ نہیں کرتے ان کے نزدیک بس جو کچھ ہے دنیا ہی ہے حالانکہ انسان کو مرنا ہے اور مرنے کے بعد اس کے اعمال کی جانچ ہونی ہے جن لوگوں نے برے کام کیے ہوں گے ان کو سزا ملے گی اور جنہوں نے اچھے کام کیے ہوں گے انہیں آن کا بہت اچھا بدلہ ملے گا اور اچھے کام کرنے والے وہ ہیں جو دنیا میں بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں اور کاموں سے بچتے ہیں اور گناہوں سے دور بھاگتے ہیں اور جان بوجھ کر ان میں نہیں پھنستے ایسے لوگ نیک لوگ ہیں ان سے اگر چھوٹے قصور ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ بڑی بخشش اور مغفرت والے ہیں۔ ان کی تقصیرات معاف کر دی جائیں گی انہیں باتوں کو سمجھانے کے لئے اور بدکاری سے روکنے کے لئے پہلے بھی اللہ کے رسول آئے اور انہوں نے انسانوں کو کام کی باتیں سمجھائیں اب اخیر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح سمجھانے اور ڈرانے آئے ہیں اور یہ کتاب اللہ کی بھیجی ہوئی آخری کتاب ہے جس میں ساری کام کی باتیں جمع کر دی گئی ہیں کیا اس کتاب کی باتیں سن کر یہ اہل مکہ تعجب کرتے ہیں اور انہیں سن کر ہنستے ہیں حالانکہ اللہ سے ڈر کر رونے کا مقام ہے کیونکہ قیامت آنے والی ہے جس کا صحیح وقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا پس انسانوں کو چاہئے کہ وہ خدا کے سامنے سر ٹیک دیں اور اسی معبود برحق کی بندگی کریں۔ واللہ اعلم!

سورۃ القمر

یہ قرآن کریم کی ۵۴ ویں نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۳۷ نمبر پر ہے۔ اس سورۃ میں ۳ رکوع ۵۵ آیات ۳۴۸ کلمات اور ۱۴۸۲ حروف ہیں یہ

سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی پہلی ہی آیت میں "وانشق القمر" کا جملہ آیا ہے یعنی چاند پھٹ گیا جس میں اشارہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ شق القمر کی طرف اس لئے علامت کے طور پر اس سورۃ کا نام قمر مقرر ہوا۔

فائدہ:

اس سورۃ میں معجزہ شق القمر کا ذکر آیا ہے جس سے اس کا زمانہ نزول متعین ہو جاتا ہے اکثر محدثین ومفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ واقعہ ہجرت سے ۵ سال پہلے مکہ معظمہ میں منیٰ کے مقام پر پیش آیا تھا۔

ربط:

سورۂ قمر کا سورۂ نجم کے ساتھ ربط یہ ہے کہ سورۂ سابقہ کے ختم پر "ازفة الازفة" میں ڈرانے کے واسطے قیامت کے قریب ہونے کا مضمون تھا اور اسی مضمون سے اس غرض انزجار کے لئے اس سورۃ کا اختتام ہوا ہے اس کے بعد اس سورۃ میں واقعہ شق القمر کو ذکر فرمایا چونکہ قرب قیامت کے زاجر ہونے کا مثبت ومؤکد ہے اور اس کے ساتھ مکذبین کا عدم انزجار اور عدم انزجار پر آپ کی تسلی اور ان کی تہدید اہوال قیامت سے مذکور ہے۔

معجزہ شق القمر کے متعلق کسی نے کہا ہے: معجزہ شق القمر کا ہے مدینہ سے عیاں۔ مہ نے شق ہو کر لیا ہے دین کو آغوش میں۔

خلاصۂ سورۃ:

سورۃ کی ابتداء قیامت کے ذکر سے فرمائی گئی کہ قیامت برحق ہے ضرور آکر رہے گی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے سے چاند کا پھٹ کر دو ٹکڑے ہو جانا قیامت کی قطعی نشانی ہے پھر بتلایا گیا کہ ان منکرین پر تعجب ہے کہ ان کو نشانیوں پر نشانیاں دکھلائی جاتی ہیں لیکن یہ ان کو جادو کہہ کر ٹال دیتے ہیں اور اپنی خواہشات کے پیچھے چلتے ہیں۔ منکرین کو سمجھایا گیا کہ نادانوں ہر کام کا وقت مقرر ہے ہر بات اپنے وقت مقرر پر ہو کر رہے گی۔ پھر قیامت کا کچھ حال بیان کیا جاتا ہے کہ جب قیامت آئے گی سب مردے اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور ٹڈی دل کی طرح پھیل جائیں گے اور اللہ کے سامنے حاضر ہونے کے لئے پکارنے والے کی طرف دوڑیں گے اور کہتے جائیں گے کہ آج کا دن بڑا سخت اور کٹھن ہے لیکن آج کی دنیا میں یہ اس دن سے غافل ہیں اور کسی کی نہیں سنتے اور مانتے لیکن اس تکذیب وانکار کا نتیجہ اچھا نہیں پہلی امتوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا اور اس کی سزا پائی یہ بھی اگر خدا کے رسول کو جھٹلاتے رہے تو سزا پائیں گے دیکھو نوح علیہ السلام کی قوم نے نوح کا کہنا نہیں مانا حضرت نوح علیہ السلام کو سمجھاتے سمجھاتے ۹۵۰ سال گزر گئے لیکن وہ لوگ ٹس سے مس نہیں ہوئے آخر کار پانی کا زبردست طوفان آیا اور سب منکرین پانی میں ڈوب کر ہلاک ہو گئے جن کو اللہ نے بچانا تھا وہ سب نوح کی کشتی میں بیٹھ کر بچ گئے تو موجودہ منکرین کو چاہئے کہ ان کے حال سے عبرت حاصل کریں پھر قوم نوح کے بعد عاد ثمود و قوم لوط اور قوم فرعون کے مختصر احوال بیان کر کے بتلایا گیا کہ خدا کے رسولوں کی بات نہ ماننے اور ان کو جھٹلانے سے یہ قومیں کس دردناک عذاب سے دوچار

ہوئیں اور ہر قوم کا انجام بیان کرنے کے بعد بار بار یہ بات دہرائی گئی کہ قرآن کریم نصیحت کا آسان ذریعہ ہے جس سے اگر کوئی قوم سبق لے کر راہ راست پر آجائے تو ان عذابوں کی نوبت نہیں آسکتی جو ان قوموں پر نازل ہوئے۔ قرآن میں صاف صاف سب کچھ سمجھا دیا گیا ہے قیامت آکر رہے گی اور ہر ایک کو اس کے کئے کا پھل ملے گا آج جو گمراہ اپنی بدی سے باز نہیں آتے قیامت میں جب آگ میں منہ کے بل ڈال کر گھسیٹا جائے گا اس دن ان کی آنکھیں کھلیں گی اور ان کے برخلاف متقی پرہیزگار خدا سے ڈرنے والوں کا انجام یہ ہوگا کہ وہ باغوں اور نہروں کے درمیان خوش وخرم رہیں گے اسی جزاء وسزا جنت وجہنم کے ذکر پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا۔ واللہ اعلم!

سورۃ الرحمٰن

یہ قرآن کریم کی ۵۵ ویں سورۃ ہے اور نزول کے اعتبار سے ۹۷ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۳ رکوع ۷۸ آیات ۳۵۱ کلمات اور ۱۶۸۳ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کے پہلے ہی لفظ الرحمٰن کو جو اللہ جل شانہ کا ایک نام ہے سورۃ کا نام قرار دیا گیا اور اس نام کو سورۃ کے مضامین سے بھی گہری مناسبت ہے کیونکہ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ کی بہت سی دنیوی واخروی نعمتوں کا ذکر ہے جو اللہ کی صفتِ رحمت کے مظاہر اور ثمرات ہیں۔

ربط:

سورۂ سابقہ میں زیادہ مضمون قہر (عذاب) کا تھا اور کچھ اول و آخر میں

مضمون نعم (نعمتوں) کا بھی تھا اور اس سورۃ میں زیادہ مضمون نعم کا ہے کچھ دنیویہ اور کچھ اخرویت اور کچھ درمیان میں مضمون قسم کا بھی ہے گرچہ بحیثیت اسباب ہدایت ہونے کے وہ بھی نعم اخرویہ میں داخل ہیں اسی بناء پر مثل نعم کے ان قسم کے بعد بھی ''فبای آلاء ربکما تکذبان'' کوتقریر مضمون کے لئے متفرع فرمایا ہے۔

فائدہ:

یہ آیت تفریعیہ اس سورۃ میں اکتیس جگہ آئی ہے اور چونکہ ہر جگہ آلاء کا مصداق جدا ہے اس لئے یہ تکرار محض نہیں ہے محض لفظی مشارکت ہے اور تکرار ظاہری کی وجہ سے اس میں افادۂ تاکید بھی ہے اور اس قسم کا تکرار جو کہ قند مکرر سے شیریں تر ہے عرب وغیر عرب کے کلام میں بکثرت بلانکیر مستعمل ہے۔

شان نزول:

بیان کیا گیا ہے کہ جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم خدائے رحمان کا ذکر فرماتے تو کافر کہتے کہ ہم رحمان کو نہیں جانتے ہم تمہارے کہنے سے رحمٰن کو کیسے سجدہ کرنے لگیں اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی اور فرمایا کہ سنو رحمٰن ہی ہے جس نے اپنی رحمت سے یہ قرآن نازل فرمایا وغیرہ وغیرہ۔

خلاصۂ سورۃ:

سورۃ کے شروع میں فرمایا گیا کہ سنو یہ رحمٰن ہی ہے جس نے اپنی رحمت سے یہ قرآن نازل فرمایا انسان کو بنایا اور اس کو بولنا سکھایا چاند سورج ایک مقررہ طریقہ سے بنائے چھوٹے بڑے پودے اور درخت اگائے دنیا کا نظام عدل وانصاف پر قائم کیا ترازو کو عدل کی علامت بنائی تا کہ لین دین میں کمی زیادتی نہ ہو زمین میں

بہت سے مزہ دار پھل خوشبودار پھول اور غلہ واناج جانوروں کا چارہ اگایا ہے انسانوں اور جنات تم ان میں سے کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے پھر انسانوں کی پیدائش پر غور کرو جنات کی خلقت کو دیکھو نظام عالم پر غور کرو سمندروں اور دریاؤں کو دیکھو ہر ایک کے پانی کا علیحدہ مزہ ہے ان سمندروں اور دریاؤں میں سے موتی مونگے نکلتے ہیں بڑے بڑے جہاز اور کشتیاں ان پر چلتی ہیں پھر دنیا میں ہر چیز کے لئے اللہ نے فنا رکھی ہے جتنے روئے زمین پر ہیں سب فنا ہو جائیں گے اور صرف پروردگار عالم کی ذات جو عظمت اور بزرگی والی ہے باقی رہ جائے گی زمین و آسمان میں جتنی مخلوق ہیں ان سب کی ضرورت کی چیزیں اللہ دیتا ہے ہر وقت ہر لحہ وہ کسی نہ کسی کام میں رہتا ہے کسی کو مارنا کسی کو جلانا کسی کو بیمار کرنا کسی کو تندرست کرنا کسی کو بڑھانا کسی کو گھٹانا کسی سے لینا کسی کو دینا کسی کو عزت دینا کسی کو ذلت دینا یہ سب اللہ ہی کی شان ہے زمین و آسمان میں ہر جگہ اللہ ہی کی حکومت ہے کسی میں یہ طاقت نہیں کہ اللہ کی حکومت کی سرحد سے باہر چلا جائے پھر آخرت میں تمام انسان اور جنات کو اپنے اپنے کاموں کا بدلہ ملے گا۔ اللہ نے دوزخ اور جنت دونوں بنا رکھی ہیں اچھے لوگ جنت میں اور برے لوگ دوزخ میں جائیں گے جنت میں دائمی راحت اور عیش و عشرت کا سلسلہ ہوگا اور جہنم میں آگ دہک رہی ہوگی تو اے انسانوں و جنات بتاؤ تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کا انکار کرو گے۔ دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں ایک اللہ کی شان رحمانی کا ظہور ہیں تو کیا ان نعمتوں کے ہوتے ہوئے بھی اللہ کا انکار کر سکتے ہو اور اس کے رحمٰن ہونے میں شک کرتے ہو بڑا بابرکت نام ہے پروردگار عالم کا جو بڑی عظمت والا اور احسان والا ہے۔ واللہ اعلم!

فائدہ:

تیرھویں پارہ سورۂ ابراہیم میں حق تعالیٰ نے فرمایا "وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها" کہ اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو تو شمار نہ کرسکو گے مگر انسان و جنات کو یاد دلانے کے لئے اس سورۃ میں اللہ رب العزت نے دنیا و آخرت کی متعدد نعمتوں کو ذکر فرمایا ہے اور ۳۱ مرتبہ جنات و انسان سے خطاب کر کے یہ پوچھا کہ تم اللہ کی کون کون سی نعمتوں سے منکر ہو جاؤ گے۔

فائدہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے سامنے یہ سورۃ تلاوت فرمائی صحابہ خاموشی کے ساتھ سنتے رہے اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے تو جنات ہی جواب دینے میں اچھے رہے وہ ہر مرتبہ "فبای آلاء ربکما تکذبان" کے جواب میں کہتے تھے "لا بشیء من نعمک ربنا نکذب فلک الحمد" اے ہمارے رب ہم تیری نعمتوں میں سے کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے تیرے ہی لئے تمام تعریفیں ہیں۔ اس لئے اس آیت کے جواب میں یہی جملہ کہنا چاہئے۔

سورۂ الواقعہ

یہ قرآن کریم کی ۵۶ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۴۶ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۳ رکوع ۹۶ آیات ۳۸۴ کلمات اور ۱۷۶۸ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کا نام پہلی ہی آیت "اذا وقعت الواقعة" سے ماخوذ ہے واقعہ بمعنی واقع ہونے والی اس سے مراد یہاں قیامت ہے یہ پوری سورۃ قیامت کے واقع ہونے کی خبر اور قیامت کے لرزہ خیز حالات و کیفیات پر مشتمل ہے اس لئے بطور علامت اس کا نام واقعہ مقرر ہوا۔ روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ آپ بوڑھے ہوگئے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں مجھے سورۂ ہود نے اور سورۃ واقعہ اور والمرسلات وعم یتساءلون نے اور اذا الشمس کورت نے بوڑھا کردیا چونکہ ان سورتوں میں قیامت کے احوال مذکور ہیں۔

ربط:

یہ سورۃ باعتبار مضامین کے سورۂ سابقہ کے ساتھ تقریباً متماثل ہے اور باعتبار ترتیب کے تقریباً متقابل ہے چنانچہ پہلی سورۃ میں قرآن کا ذکر اول میں ہے اور اس سورۃ کے آخر میں وہاں نعم دنیویہ کا ذکر جو دلائل قدرت بھی ہیں۔ بعد قرآن کے آیا ہے اور یہاں ایسے امور کا ذکر قبل قرآن کے آیا ہے وہاں دنیوی نعمتوں کے ذکر کے بعد قیامت و نار و جنت کا ذکر آیا ہے یہاں ان کا ذکر نعم دنیویہ سے پہلے آیا ہے اور بالکل ختم کے قریب معاد کی تفصیل کو اجمالاً لایا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ اجمال و تفصیل میں تغایر نہیں یہی دونوں سورتوں میں تناسب ہے۔

فضائل سورۃ:

ایک روایت میں ہے کہ جو شخص سورۂ حدید اور سورۂ واقعہ اور سورۂ رحمٰن پڑھتا

ہے وہ جنت الفردوس کے رہنے والوں میں پکارا جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ سورۂ واقعہ سورۃ الغنیٰ ہے یعنی اس سے غنا (مالداری) حاصل ہوئی ہے اس کو پڑھو اور اپنی اولاد کو پڑھاؤ۔ ایک روایت میں ہے کہ اس سورۃ کو اپنی بیبیوں کو سکھلاؤ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی اس کے پڑھنے کی تاکید منقول ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو حضرت عثمان ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے پوچھا کہ آپ کو کیا شکایت ہے فرمایا اپنے گناہوں کی شکایت ہے۔ پھر پوچھا کہ آپ کو کیا خواہش ہے فرمایا کہ اپنے رب کی رحمت کی خواہش ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا کسی طبیب کو بھیجدوں فرمایا کہ طبیب ہی نے تو بیمار ڈالا ہے۔ پوچھا کچھ مال بھیجدوں فرمایا مجھے مال کی کوئی حاجت نہیں۔ حضرت عثمان نے فرمایا کہ آپ کے بعد آپ کی بچیوں کے کام آئے گا فرمایا کہ کیا میری بچیوں کی نسبت آپ کو افلاس کا ڈر ہے سنئے میں نے اپنی بچیوں کو کہہ دیا ہے کہ وہ رات کو سورۂ واقعہ پڑھا کریں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو شخص سورۂ واقعہ کو ہر رات پڑھ لیا کرے اسے ہرگز فاقہ نہیں پہنچے گا۔

خلاصۂ سورۃ:

اس سورۃ کی ابتداء قیامت کے ذکر سے اس طرح فرمائی گئی ہے کہ قیامت میں زمین کپکپانے لگے گی پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں گے اور غبار بن کر اڑنے لگیں گے پھر بتلایا گیا کہ اس دن انسانوں کے تین گروہ ہوجائیں گے ایک سابقین یعنی خاص

بڑے مرتبہ والے لوگ دوسرے عام صالحین تیسرے وہ مجرمین جو آخرت کے منکر رہے۔ پھر ان تینوں گروہوں کے ساتھ جو معاملہ آخرت میں کیا جائے گا اسے تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا۔ سابقین جو مقربین الٰہی میں سے ہوں گے ان کا وہ اعزاز و اکرام ہوگا کہ وہ سونے اور جواہرات کے جڑاؤ تختوں پر بیٹھے ہوں گے اور شاہانہ طرز سے آمنے سامنے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے ان کے سامنے کمسن خدمت گزار جو ہمیشہ ایک ہی عمر کے رہیں گے کھانے پینے کا سامان لئے حاضر رہیں گے خوبصورت حوریں انہیں عطاء کی جائیں گی ہر طرف سے انہیں سلام ہی سلام کی آوازیں اور دل خوش کرنے والی باتیں سنائی دیں گی۔ دوسرا گروہ اصحاب الیمین یعنی عام جنتیوں کا ہوگا جو میوے سے لدے ہوئے سایہ دار درختوں کے نیچے اونچے اونچے مسندوں پر بیٹھے ہوں گے ان کے پاس چشمے بہہ رہے ہوں گے پاکیزہ ہم عمر بیویاں ان کے ساتھ ہوں گی اور ہر طرح راحت و آرام کا سامان ہوگا۔ تیسرا گروہ اصحاب الشمال یعنی منکرین آخرت و کفار و مشرکین کا ہوگا جن کا حال نہایت خستہ و خراب ہوگا گرم جھلسنے والی ہوا کھولتا ہوا پانی دھویں کی تہیں کھانے کے لئے زقوم (سیہنڈ) پینے کے لئے حمیم (گرم پانی) اور طرح طرح کے جہنم کے عذاب اور سزائیں ان کے لئے ہوں گی۔ ان تینوں گروہوں کے انجام کو بیان فرما کر اصل مضمون توحید اور معرفت الٰہی کو بیان فرمایا گیا کہ اے انسانوں تم اپنے پیدا کرنے والے کو کیوں نہیں مانتے اور اس پر ایمان کیوں نہیں لاتے اس نے تمہیں ایک قطرۂ ناپاک یعنی نطفہ سے پیدا کیا اور پھر تمہارے لئے موت مقرر کی اور مرنے کے بعد پھر دوبارہ زندہ کرے گا اس کی قدرت کی نشانیاں دیکھ کر اسے پہچانوں کھیتی سے غلہ پیدا کرنے والا وہی ہے میٹھا پانی دینے والا وہی ہے آگ اسی نے پیدا کی جس سے تم فائدہ اٹھاتے ہو اس کی حرارت اور تیزی دیکھ کر کبھی

جہنم کی آگ کو بھی یاد کر لیا کرو۔ پھر انسانوں کو قسم کھا کر خطاب فرمایا گیا کہ یہ قرآن بڑے مرتبہ والی کتاب ہے جس سے نیک دل اور پاک وصاف لوگ ہی فائدہ اٹھاتے ہیں یہ اللہ نے نازل کی ہے اسے مانو اس پر ایمان لاؤ اس کے مطابق زندگی بسر کرو ورنہ بڑی خرابی ہونے والی ہے بس اللہ ہی کی حمد وثنا وفرمانبرداری میں لگے رہو۔ واللہ اعلم!

سورۃ الحدید

یہ قرآن کریم کی ۵۷ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار ۹۴ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۴ رکوع ۲۹ آیت ۵۸۶ کلمات اور ۲۵۹۹ حروف ہیں یہ سورۃ مدنی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کے تیسرے رکوع میں ''وانزلنا الحدید'' کے الفاظ آئے ہیں کہ ہم نے لوہے کو پیدا کیا حدید کے معنی لوہے کے ہیں۔ اس لئے علامت کے طور پر اس سورۃ کا نام حدید قرار پایا۔

ربط:

سورۂ سابقہ کا خاتمہ اور اس سورۃ کا شروع دونوں تسبیح پر مشتمل ہیں وہاں امر تھا یہاں پر خبر ہے اور اس خبر سے مقصود دوسرے افعال وصفات کی خبر کے ساتھ اثبات توحید ہے۔ فرمایا گیا ''ہوالاول والآخر والظاہر والباطن'' اس کے متعلق کسی نے کیا خوب کہا ہے:

یہ عجب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

ایسے ہی کسی نے کہا ہے۔

بے حجابی یہ کہ ہر شئ میں جلوہ آشکار
اس پر گھونگٹ یہ کہ صورت آج تک نادیدہ ہے

فائدہ:

یہ سورۃ حدید اور چار آگے آنے والی سورتیں سورۂ حشر۔ سورۂ تغابن سورۂ صف۔ سورۂ جمعہ جن کے شروع میں لفظ سبح یا یسبح آیا ہے ان سورتوں کو حدیث میں مسبحات فرمایا گیا ہے۔

فضائل:

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ان مسبحات میں ایک آیت ایسی ہے جو ہزار آیتوں سے افضل ہے۔ علامہ ابن کثیر نے حدیث نقل کرنے کے بعد اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ وہ افضل آیت سورۂ حدید کی یہ آیت ہے۔ ''ھوالاول والآخر والظاہر والباطن وھو بکل شئ علیم۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کبھی تمہارے دل میں اللہ تعالیٰ اور دین حق کے بارے میں شیطان کوئی وسوسہ ڈالے تو یہ آیت آہستہ سے پڑھ لیا کرو۔ وہ وسوسہ دور ہو جائے گا۔

خلاصہ سورۃ:

اس سورۃ کا نزول صلح حدیبیہ ۶ھ اور فتح مکہ ۸ھ کے درمیان ہوا ہے اس سورۃ میں اولا اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفات ذکر فرمائی گئی ہیں تاکہ سامعین کو یہ احساس

ہو جائے کہ کس عظیم ہستی کی طرف سے ان کو مخاطب بنایا جا رہا ہے۔ اور تا کہ جو اسلام میں داخل ہو چکے وہ خدا کو اچھی طرح پہچان لیں اور جو اسلام میں داخل نہیں ہو سکے وہ اس کی بزرگی۔ بڑائی اور عظمت شان سن کر اس کا مقرر کیا ہوا دین یعنی اسلام اختیار کر لیں اسی سورۃ میں بتلایا گیا کہ اللہ کی پاکی اور اس کی تسبیح ہر چیز بیان کر رہی ہے خواہ آسمانوں میں ہو یا زمین میں اور ہر جگہ اسی کی حکومت و سلطنت ہے وہی مارتا ہے جلاتا ہے اسے ہی ہر چیز پر قدرت حاصل ہے اسے ہر چیز کا علم ہے اسی نے ساری کائنات کو پیدا فرمایا اور ہر وقت تمہارے ساتھ ہے وہی آسمان و زمین کا مالک ہے دن رات کا ظہور اسی کی قدرت کی نشانی ہے۔ اس لئے حکم ہوا کہ اس پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مانو پھر انفاق فی سبیل اللہ یعنی اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب اور تلقین فرمائی گئی کہ جو مال اللہ نے تم کو دے رکھا ہے اس کو اس کی راہ میں خرچ کرو اور سمجھایا گیا کہ دیکھو مال آنی جانی چیز ہے۔ پہلے دوسروں کے پاس تھا اور تمہارے پاس ہے جیسے پہلے چھوڑ کر چلے گئے ویسے ہی تم بھی چھوڑ کر چلے جاؤ گے اس مال کو اللہ کی راہ میں لگانا اگرچہ ہر حال میں قابل قدر ہے۔ مگر جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے اپنا مال خرچ کیا ان کے لئے بعد میں خرچ کرنے والوں سے زیادہ اجر ہے کیونکہ پہلے ضرورت زیادہ تھی یہ اللہ کا انسانوں پر احسان ہے کہ اس نے اپنا رسول تمہارے پاس بھیجا تا کہ تمہیں وہ جہالت کی اندھیریوں میں سے نکال کر علم و یقین کی روشنی میں لائے پھر بتلایا گیا کہ جو کچھ بھی تم اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے وہ گویا ایسا ہے جیسا کہ تم اللہ کو قرض دے رہے ہو اور یقین رکھو کہ وہ تمہارا قرض پورا چکا دے گا اور اپنے فضل سے بہت کچھ دے گا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور جو لوگ دنیا میں اللہ کو نہیں مانتے اور اس کے رسول کی تعلیم و ہدایت پر نہیں چلتے ان کا

قیامت میں برا حال ہوگا وہ مدد کے لئے چلائیں گے اور فریاد کریں گے لیکن ان کو صاف جواب دیدیا جائے گا۔ پھر فرمایا گیا کہ دیکھو دنیا میں کچھ نہیں رکھا ہے ایک عارضی بہار اور تھوڑے دن کا کھیل تماشہ ہے جو کچھ ہے وہ اصل میں آخرت کی زندگی ہے دنیا کا انتظام عارضی انتظام ہے اور اس میں ساری ضرورت وسہولت کی چیزیں رکھ دی گئی ہیں تاکہ اطمینان سے فارغ البال ہوکر اللہ کی عبادت میں لگو اور جو مال تمہارے پاس ہے اللہ کی راہ میں خرچ کرو مال و دولت کے جمع ہونے پر مت اتراؤ بلکہ اس سے خود نفع اٹھاؤ اور دوسروں کو نفع پہنچاؤ عدل وانصاف قائم رکھو سارے رسول یہی سکھاتے چلے آئے ہیں اس لئے تم اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر یقین کرو اور رسول کی اتباع کر کے بلند درجات حاصل کرو یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس پر چاہے اپنا فضل کرے وہی بڑے فضل والا ہے۔ واللہ اعلم!

سورۃ المجادلۃ

یہ قرآن کریم کی ۵۸ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۱۰۵ پر ہے اس سورۃ میں ۳ رکوع ۲۲ آیات ۴۷۹ کلمات اور ۲۱۰۳ حروف ہیں یہ سورۃ مدنی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی پہلی آیت میں ''قد سمع اللہ قول التی تجادلک فی زوجھا'' آیا ہے لفظ مجادلہ یہ تجادل سے ماخوذ ہے۔

مجادلہ کے معنی ہیں بحث وتکرار چونکہ اس روایت میں ان صحابیہ کا ذکر ہے جنہوں نے اپنے شوہر کے ظہار کا قصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش

کر کے بار بار اصرار کیا تھا کہ آپ ایسی کوئی صورت بتائیں جس سے ان کی اور ان کے بچوں کی زندگی تباہ ہونے سے بچ جائے اور یہ ظہار کی صورت جو عربوں میں ایام جاہلیت میں طلاق کی صورت سمجھی جاتی تھی اس کے باعث میاں بیوی میں علیحدگی واقع نہ ہو اللہ نے ان صحابیہ عورت کے اصرار کو لفظ مجادلہ سے تعبیر فرمایا اور اس لئے یہی اس سورۃ کا نام قرار پایا۔ مدینہ میں ۵ھ یا اس سے قریب زمانہ میں اس سورۃ کا نزول ہوا۔

ربط:

سورۂ سابقہ کا خاتمہ مضمون رسالت پر تھا اور اس سورۃ کا مفتح یعنی ابتداء مسائل توحید سے ہے نیز پہلی سورۃ کے ختم پر اہل ایمان پر فضل اخروی کا بیان تھا اور اس سورۃ کے شروع میں فضل دنیوی کا بیان ہے۔ بایں طور کہ مسئلہ ظہار میں جو پہلے شدت تھی اس کو رفع فرمادیا پس توجہ فضل دونوں سورتوں میں مشترک ہے۔ لہٰذا تناسب ظاہر ہے۔

شان نزول:

ابتدائی آیات کا شان نزول یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے غصہ میں ایک بار اپنی بیوی کو یوں کہہ دیا کہ تو میرے حق میں ایسی ہے جیسے میری ماں کی پشت مجھ پر حرام ہے اور زمانۂ جاہلیت میں اس لفظ سے طلاق سے بڑھ کر تحریم ابدی سمجھی جاتی تھی کہ عورت ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی۔ خولہؓ تحقیق حکم کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قدیم دستور کے مطابق فرمادیا کہ میری رائے میں تو اپنے شوہر پر حرام ہوگئی وہ یہ سن کر واویلا

کرنے لگی کہ میرا اور میرے بچوں کا گزر کیسے ہوگا اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اور فرمایا گیا کہ ظہار سے حقیقی حرمت نہیں ہوجاتی البتہ ظہار کرنے سے گنہگار ہوگا اور بغیر کفارہ ادا کئے ہوئے صحبت اور دواعی صحبت حرام ہے اور اگر کفارہ کے درمیان مثلاً روزے رکھتے ہوئے درمیان میں صحبت کرلی تو از سر نو کفارہ ادا کرنا ہوگا۔ اور کفارہ ادا کرنے کے بعد وہ عورت شوہر کے لئے حلال ہوجائے گی۔

فائدہ:

کفارہ ظہار تین چیزوں میں سے ایک ہے (۱) غلام آزاد کرنا۔ (۲) اگر غلام کے آزار کرنے پر قدرت نہ ہوتو دو مہینے کے پے در پے روزے رکھنا۔ (۳) اگر اس کی طاقت نہ ہوتو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

خلاصۂ سورۃ:

اس سورۃ میں مسلمانوں کومختلف مسائل کے متعلق ہدایات دی گئی ہیں شروع سورۃ میں ظہار کے شرعی احکام بیان کیے گئے ہیں اسلام سے پہلے ایام جاہلیت میں عرب میں یہ قاعدہ تھا کہ اگر کوئی شخص غصہ یا لڑائی میں اپنی بیوی سے کہہ دے کہ تو میری ماں ہے تو وہ ساری عمر کیلئے اس پر حرام ہوجاتی اسی طرح اگر ماں نہ کہے مگر ماں کے کسی حصہ بدن سے جس کا دیکھنا اس کے لئے منع ہے اپنی بیوی کو تشبیہ دے مثلاً بیوی کو یوں کہہ دے کہ تو مجھ پر ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ تو زمانہ جاہلیت میں ایسا کہنا طلاق سے بھی زیادہ سخت اور قطع تعلق کا اعلان سمجھا جاتا تھا طلاق کے بعد تو رجوع کی گنجائش ہوسکتی تھی مگر ان کلمات کے بعد رجوع کا کوئی امکان ہی نہ تھا۔ اس سورۃ میں اس جاہلیت کی رسم کا ہمیشہ کے لئے فیصلہ فرما دیا اور بتلا دیا گیا کہ بیوی کو

ماں کہنے یا ماں کے ساتھ تشبیہ دینے سے بیوی کو طلاق نہیں ہو جاتی البتہ خاوند اس کے پاس نہیں جا سکتا جب تک کہ اپنے اس قول کا کفارہ نہ دے دے اس کے بعد کفارہ ادا کرنے کی صورتیں بیان فرمائی گئیں اور مسلمانوں کو بڑی تاکید کے ساتھ متنبہ کیا گیا کہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود کو توڑنا یا اپنی مرضی سے کچھ اور قوانین بنا لینا ایمان واسلام کے منافی حرکتیں ہیں جس کی سزا دنیا میں بھی ذلت اور رسوائی ہے اور آخرت میں بھی اس پر سخت باز پرس ہوگی۔ اسی ذیل میں بتلایا گیا کہ اللہ کو انسانوں کے ہر ایک کام کا علم ہے اور وہ ہر وقت ہر جگہ آدمی کے ساتھ ہے قیامت کے دن ہر ایک کا عمل اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا اور اس کے جزاء وسزا ملے گی پھر مسلمانوں کو مجلسی تہذیب اور اس کے آداب سکھائے گئے پھر مدینہ میں مسلم معاشرہ میں منافقین کا گروہ ملا ہوا تھا اس لئے منافقوں کو ان کی ناشائستہ حرکات سے روکا گیا اور مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ تم خفیہ بات چیت فقط نیک کاموں کے واسطے کرو گناہ اور رسول کی نافرمانی کے منصوبے گھڑنے کے لئے خفیہ مشورہ ہرگز مت کرو جو جھوٹی قسمیں کھانے والے منافقین کو تادیب وتنبیہ فرمائی گئی اور آدمیوں کو دو گروہوں میں تقسیم کیا گیا ایک اللہ والے دوسرے شیطان والے پھر ان دونوں گروہوں کی صفات بیان فرمائی گئیں کہ شیطان والے وہ ہیں جو اللہ اور رسول کی نافرمانی کرتے ہیں اللہ کے مقرر کیے ہوئے راستے سے بھاگتے ہیں یہ لوگ سراسر گھاٹے میں ہیں اور آخرت میں ناکام ہوں گے اور اللہ والے وہ ہیں جو اللہ کے مقرر کیے ہوئے طریقہ کی پابندی کرتے ہیں اور خدا کے مخالفوں سے دوستی نہیں کرتے اور دین کے معاملے میں کسی اور کا تو درکنار خود اپنے باپ بھائی اولاد کنبہ برادری تک کی پرواہ نہیں کرتے یہی سچے مومن ہیں انہیں سے اللہ راضی ہے اور آخرت میں یہی کامیاب اور فلاح پانے والے ہیں اسی پر سورۃ کو ختم

فرمایا گیا، واللہ اعلم!

سورۃ الحشر

یہ قرآن کریم کی ۵۹ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۱۰۱ نمبر پر ہے اس سورہ میں ۳ رکوع ۲۴ آیات ۴۵۵ کلمات اور ۲۰۱۶ حروف ہیں یہ سورۃ مدنی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی دوسری آیت میں حشر کا لفظ آیا ہے حشر کے لفظی معنی ہیں لوگوں کو اکھٹا کرنا اور ان کو گھیرنا اس سورۃ میں یہود کے اکھٹا کرنے اور ان کو گھیرنے اور گھروں سے نکالنے کا ذکر ہے اس لئے اس سورہ کا علامتی نام سورۂ حشر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس سورۃ کا نام سورۂ بنی نضیر بیان فرمایا ہے کیونکہ یہ پوری سورۃ غزوہ بنی نضیر ہی کے متعلق نازل ہوئی۔

ربط:

پہلی سورۃ کے اکثر حصہ اخیرہ میں منافقین کی مذمت اور کفار یہود سے دوستی رکھنا مذکور تھا اس سورۃ کے اکثر حصہ اولیہ میں یہود کی بعض عقوبت اور منافقین کی دوستی کا ان کے کام نہ آنا مذکور ہے اور بہ مناسبت خصوصیت عقوبت مذکورہ کہ جلا وطنی ہے درمیان میں فئے کے بعض احکام بیان فرمائے گئے اور اخیر حصہ میں مسلمانوں کو کفار مذکورین جیسے اعمال سے نفرت دلائی گئی ہے اور اسی غرض سے آخرت کی تیاری اور احکام الٰہیہ کی مخالفت سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے جس کی تاکید وتقویت کے لئے اپنے

صفات جلال و جمال کو ذکر فرمایا ہے اور مضامین آپس میں ایک دوسرے کے مناسب ہیں جس سے دونوں سورتوں کا ربط ظاہر ہے۔

فائدہ:

اکثر مفسرین و محدثین کا اتفاق ہے کہ اس سورۃ میں جن اہل کتاب کا واقعہ مذکور ہے وہ بنونضیر ہیں جو یہود کا ایک بڑا قبیلہ تھا اور مدینہ سے جانب مشرق دو میل پر واقع تھا بڑی بڑی جائدادوں باغات اور سرسبز زمینوں اور مضبوط قلعوں کا مالک تھا، ہجرت کے چوتھے سال ان پر مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت حملہ کیا جو غزوہ بنونضیر کے نام سے مشہور ہے۔ واقعہ اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بستی میں ان کو خون بہا میں شریک کرنے کی غرض سے تشریف لے گئے واقعہ یہ ہوا تھا کہ عمر بن امیہ ضمری کے ہاتھ سے دو خون ہو گئے تھے آپ نے سوچا کہ اگر بنونضیر بھی خون بہا کے چندہ دینے میں شریک ہو گئے تو بہتر ہے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جگہ بٹھلایا کہ بہتر ہے ہم انتظام کئے دیتے ہیں اور باہم مشورہ کیا کہ کوئی شخص اوپر چڑھ کر چکی کا پتھر آپ پر چھوڑ دے کہ آپ کا کام تمام ہو جائے فوراً وحی سے آپ کو معلوم ہو گیا آپ وہاں سے اٹھ آئے اور کہلا بھیجا کہ تم نے نقض عہد کیا ہے دس روز کی تم کو مہلت ہے اس مدت کے اندر جہاں چاہو چلے جاؤ ورنہ جو شخص اس مدت کے بعد نظر آئے گا اس کی گردن ماردی جائے گی انہوں نے چلے جانے کا ارادہ کیا تو عبداللہ ابن ابی منافق نے ان کو کہلا بھیجا کہ تم کہیں نہ جانا میرے ساتھ دو ہزار آدمی ہیں وہ اپنی جان دے دیں گے مگر تم کو آنچ نہ آنے دیں گے۔ چنانچہ ان لوگوں نے وہاں سے نکلنے سے انکار کر دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

صحابہؓ کو لے کر ان کے قلعہ کا محاصرہ کرلیا وہ لوگ قلعہ بند ہوگئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درخت کٹوا دیئے اور جلا دیئے آخر تنگ ہو کر انہوں نے نکل جانا منظور کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنا اسباب لے جا سکتے ہو لے جاؤ مگر ہتھیار نہیں لے جا سکتے۔ منافقین یہ سب کچھ دیکھتے رہے اور خاموش بیٹھے رہے وہ لوگ کچھ شام کو کچھ خیبر کو نکل گئے اور بوجہ حسد کے اپنے مکانات کے کڑی تختے سب نکال لے گئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں ان کو دیگر یہود کے ساتھ خیبر سے ملک شام کی طرف نکال دیا یہ دونوں جلاوطنی حشر اول اور حشر ثانی کہلاتی ہیں، واللہ اعلم!

خلاصہ سورۃ:

سورۃ کی ابتداً اللہ کے پاک ذکر سے فرمائی گئی اور بتلایا گیا کہ آسمان و زمین میں جو بھی مخلوقات ہیں سب خواہ قالاً یا حالاً اپنی زبان اور اپنے طریقہ سے اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اللہ زبردست اور حکمت والا ہے۔ چنانچہ اس غلبہ اور حکمت کے آثار میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ اس نے اہل کتاب یعنی یہود بنی نضیر کو پہلی بار ان کے قلعوں سے نکال دیا یعنی وہ پہلے ہی حملہ میں اپنے مکانات اور قلعے چھوڑ کر بھاگ نکلے پھر فرمایا گیا کہ اے مسلمانوں تم کو یہ اندازہ نہ تھا کہ اتنی جلدی اور آسانی سے وہ ہتھیار ڈالدیں گے اور نہ انہیں کو خیال تھا کہ مٹھی بھر بے سروسامان لوگ اس طرح ان کا قافیہ تنگ کردیں گے وہ اس وہم وگمان میں تھے کہ مسلمان ہمارے قلعوں تک پہنچنے کا حوصلہ نہیں کرسکیں گے مگر انہوں نے دیکھ لیا کہ کوئی طاقت اللہ کے حکم کو نہ روک سکی ان کے اوپر اللہ کا حکم وہاں سے پہنچا جہاں سے ان کو گمان بھی نہ تھا یعنی خدا

تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور ان کی یہ حالت حرص و حسد کی بناء پر ہوئی کہ اپنے مکانوں کے کڑی تختے کواڑ کو اکھاڑنے لگے تاکہ کوئی چیز مسلمانوں کے ہاتھ نہ لگے۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے کہ جو تباہی ان کو مسلمانوں کے ہاتھوں پہنچی وہ انہیں کی بدعہدیوں اور شرارتوں کا نتیجہ تھی۔ آگے فرمایا کہ اہل بصیرت کے لئے اس واقعہ میں بڑی عبرت ہے اللہ نے دکھلا دیا کہ کفر و ظلم و شرارت و بدعہدی کا انجام کیسا ہوتا ہے اور یہ کہ محض ظاہری اسباب پر تکیہ کر کے اللہ کی قدرت سے غافل ہو جانا کسی عقلمند کا کام نہیں ہے۔

سورة الممتحنہ

یہ قرآن کریم کی ۶۰ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار ۹۱ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ۲ رکوع ۱۳ آیات ۳۷۰ کلمات ۱۵۶۳ حروف ہیں یہ سورۃ مدنی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کے دوسرے رکوع میں ایمان والوں کو خطاب کر کے حکم دیا گیا ہے کہ جب مسلمان عورتیں تمہارے پاس ہجرت کر کے آئیں "فامتحنوھن" تو ان کا امتحان کر لیا کرو اسی نسبت سے اس سورۃ کا نام ممتحنہ مقرر ہوا جس کے معنی ہیں امتحان لینے والی سورۃ یہ سورۃ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی زمانہ میں نازل ہوئی۔

ربط:

سورۂ سابقہ میں منافقین کی یہود سے دوستی کرنے کی مذمت تھی اس سورۃ

کے اول و آخر میں مسلمانوں کو کفار سے تعلقات۔ دوستی اور بالخصوص مشرکات عورتوں سے تعلق نکاح رکھنے کی ممانعت ہے اور مشرکات و مؤمنات میں تمایز کے لئے صرف اظہار ایمان پر اکتفا کرنے کا اشارہ ہے۔

شان نزول:

اکابرین مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس سورۃ کا نزول اس وقت ہوا جب مشرکین مکہ کے نام حضرت حاطبؓ کا ایک خط پکڑا گیا تھا واقعہ یہ کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے لئے جہاد کا ارادہ کیا تو حاطب بن ابی بلتعہ نے جو کہ اہل بدر سے ہیں اور رہنے والے یمن کے ہیں مکہ میں آکر رہنے لگے تھے ان کے بھائی اور والدہ اولاد اور اہل و عیال و اموال سب مکہ میں تھے انہوں نے اہل مکہ کے نام ایک خط لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر چڑھائی کرنے والے ہیں اور یہ خط ایک عورت کو دے دیا کہ مکہ والوں کو پہنچادے آپ کو وحی سے یہ بات معلوم ہوگئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ اور چند صحابہؓ کو حکم دیا کہ فلاں جگہ وہ عورت ملے گی اس سے وہ خط لے آؤ یہ گئے اور وہ عورت ملی اور ان کے دھمکانے ڈرانے سے وہ خط اس نے دے دیا یہ حضرات اس سے لے کر آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطبؓ سے پوچھا انہوں نے کہا واقعی یہ خط میرا ہی لکھا ہوا ہے لیکن خدا نہ کرے میں نے مخالفت اسلام کے سبب یہ خط نہیں لکھا بلکہ میں جانتا تھا کہ اسلام کو تو اس سے کوئی ضرر نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو ضرور غالب کرنے والا ہے آپ کو ضرور فتح ہوگی اور میرا نفع ہوجائے گا کہ اہل مکہ اس خط کا احسان مانکر میرے اہل و عیال و اموال کی حفاظت کریں گے اور ان کو ایذا و ضرر نہ پہنچائیں گے کیونکہ میری ان سے اور کوئی قرابت ہے

نہیں جس کی وجہ سے وہ میری رعایت کرتے بلکہ میں محض اجنبی پردیسی مسافر تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا اور آپ نے ان کی گردن مارنے کی اجازت چاہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اہل بدر میں سے ہیں اور اللہ نے اہل بدر کے گناہ معاف فرمادیئے ہیں اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

خلاصہ سورۃ:

اس سورۃ میں مسلمانوں کو کفار کے ساتھ تعلقات سے متعلق اصولی طور پر یہ ہدایت کی گئی کہ وہ کفار جو مسلمانوں سے برسرپیکار ہیں ان سے ہر طرح پر ترک موالات ضروری ہے لیکن جو غیر مسلم جنگ نہیں کر رہے ہیں ان سے احسان کرنے اور انصاف کرنے کا حکم ہے انہیں باہمی تعلقات میں سے ایک اہم معاشرتی مسئلہ کا فیصلہ بھی اس سورۃ میں فرمایا گیا۔ مکہ میں بعض مسلمان عورتیں ایسی تھیں جن کے شوہر کافر تھے مسلمان عورتیں کسی نہ کسی طرح ہجرت کرکے مدینہ پہنچ جاتی تھیں اسی طرح مدینہ میں بہت سے مسلمان مرد ایسے تھے جن کی بیویاں کافرہ تھیں اس سلسلہ میں یہ حکم نازل ہوا کہ جب ایسی عورتیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتی ہیں اپنے خاوندوں سے الگ ہوکر مدینہ آویں تو اس کا امتحان لے کر پورا اطمینان کرلینا چاہئے اگر وہ مخلصانہ طور پر مسلمان معلوم ہوں تو ان کے نکاح پہلے کافر خاوندوں سے باقی نہیں رہ سکتے۔ البتہ ان کے کافر خاوندوں نے جو ان پر خرچ کیا ہے وہ ان کو دے دینا چاہئے پھر کافر عورتوں سے مسلمان مردوں کے نکاح کو سختی سے روکا گیا۔ اخیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کی گئی کہ جو مؤمن عورتیں آپ سے بیعت کرنا چاہیں تو ان سے اس بات پر بیعت لیجئے کہ وہ شرک نہ کریں گی۔ چوری نہ کریں گی زنا نہ کریں گی نہ اپنے بچوں کو

قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان کی اولاد دلاویں گی اور مشروع باتوں میں وہ آپ کے خلاف نہ کریں گی گویا جو برائیاں جاہلیت میں عرب معاشرہ میں عورتوں کے اندر پھیلی ہوئی تھیں ان بڑی بڑی برائیوں سے بچنے کا عہد لیا جائے اور اس بات کا اقرار کرایا جائے کہ آئندہ وہ شریعت اسلامیہ کے احکام کے موافق زندگی گزاریں گی۔ اخیر سورۃ میں پھر ایمان والوں کو تاکید فرمائی گئی کہ وہ ان لوگوں سے دوستی نہ کریں جن پر اللہ نے غضب کیا ہے۔ واللہ اعلم!

سورۃ الصّف

یہ قرآن کریم کی ۶۱ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۱۰۹ ہے اس سورۃ میں ۲ رکوع ۱۴ آیات ۲۲۳ کلمات اور ۹۹۱ حروف ہیں یہ سورۃ مدنی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی تیسری آیت میں جہاد کرنے والوں کی صفت ان الفاظ میں بیان فرمائی گئی "الذین یقاتلون فی سبیلہ صفاً کانھم بنیان مرصوص" کہ اللہ کو یہ بات بہت محبوب ہے کہ لوگ راہ حق میں اللہ کے دشمنوں سے جہاد کے لئے اس طرح ڈٹ کر کھڑے ہوجاتے ہیں جیسے کہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار۔ اس کی مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۃ الصف مقرر ہوا۔

ربط:

سابقہ سورۃ میں کفار سے دوستی نہ رکھنے کا ذکر تھا اس سورۃ میں کفار سے

مقابلہ (جنگ) کا ذکر ہے اور کچھ مضمون تبعیت میں مذکور ہے۔

شان نزول:

روایت میں ہے کہ ایک جگہ صحابہ کرام جمع تھے آپس میں کہنے لگے کہ ہم کو اگر معلوم ہو جائے کہ کونسا کام اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے تو ہم وہی کام اختیار کریں گے۔ مسند احمد کی روایت میں ہے عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں کہ ہم صحابہ آپس میں بیٹھے یہ تذکرہ کر رہے تھے کہ کوئی جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کرے کہ خدا کو سب سے زیادہ محبوب عمل کونسا ہے مگر ابھی کوئی کھڑا نہ ہوا تھا کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد پہنچا اور ہم میں سے ایک ایک کو بلا کر حضور کے پاس لے گیا جب ہم سب جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پوری سورۃ کی تلاوت کی جس میں بتلایا گیا کہ جہاد کا عمل اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے۔

خلاصۂ سورۃ:

سورۃ کی ابتداء میں تمام ایمان لانے والوں کو خبردار کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات نہایت ناپسند ہے کہ لوگ زبان سے کہیں کچھ اور کریں کچھ اور یہ بات نہایت محبوب ہے کہ لوگ راہ حق میں اللہ کے دشمنوں سے جہاد کے لئے اس طرح صف بنا کر کھڑے ہو جائیں جیسا کہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار پھر بتلایا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں یہی عادت تھی کہ زبان سے بڑے بڑے دعوے کرتے اور کہتے کہ ہم بڑے بڑے کام کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں جب آپ حکم دیں تو ہم جان پر کھیل جائیں لیکن موقع آتا تو صاف جواب دے دیتے جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اذیت پہنچتی ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کیا جب حضرت عیسیٰ

علیہ السلام نے فرمایا کہ دیکھو میں اللہ کا رسول ہوں مجھ سے پہلے جو رسول آئے ان کو سچا کہتا ہوں اور اپنے بعد خاتم النبیین کے آنے کی بشارت دیتا ہوں تم ان کی فرمانبرداری کرنا تو انہوں نے زبانی تو بڑے بڑے دعوے کئے کہ ہم اس آخری رسول کی نصرت وحمایت کریں گے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور نشانیوں سے صاف معلوم ہوگیا کہ آپ وہی رسول ہیں جن کی تشریف آوری کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خبر دی تھی تو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ معاذ اللہ یہ تو بڑے جادوگر ہیں اور صاف انکار کر دیا ان کی اس بدعملی کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ گمراہی میں بڑھتے گئے اور ظالموں میں ان کا شمار ہوا۔ یہ سنا کر مسلمانوں کو متنبہ کیا گیا کہ اپنے رسول اور اپنے دین کے ساتھ تمہاری روش وہ نہ ہونی چاہئے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام وعیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل کی رہی۔ مسلمانو تمہارا رسول اور دین سچا ہے یہ یہود و نصاریٰ دشمنان دین اور مشرکین دین حق کے نور کو بجھانے کی کتنی ہی کوشش کریں لیکن یہ دین پوری شان کے ساتھ دنیا میں پھیل کر رہے گا اور دوسرے دینوں پر غالب آکر رہے گا۔ پھر مسلمانوں کو بتایا گیا کہ دنیا و آخرت کی کامیابی کا راستہ صرف ایک ہے وہ یہ کہ اللہ اور اس کے رسول پر سچے دل سے ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں جان مال سے جہاد کرو اس کا ثمرہ آخرت میں یہ ملے گا کہ خدا کے عذاب سے نجات ملے گی گناہوں سے مغفرت ہوگی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت حاصل ہوگی۔ اخیر میں اہل ایمان کو تلقین کی گئی کہ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے اللہ کی راہ میں ساتھ دیا اور محنت و تکلیف اٹھا کر دین عیسوی کو پھیلایا ایسے ہی تم بھی اللہ کے دین اسلام کے مددگار بنو تمہیں بھی ان کی طرح اللہ کی مدد حاصل ہوگی۔ واللہ اعلم!

سورة الجمعه

یہ قرآن کریم کی ۶۲ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۱۱۰ ہے اس سورۃ میں ۲ رکوع ۱۱ آیات ۱۷۶ کلمات اور ۷۸۷ حروف ہیں یہ سورۃ مدنی ہے۔

وجہ تسمیہ:

سابقہ سورۃ الصف میں توحید و رسالت کا اثبات تھا اور قوم موسیٰ کا ذکر تھا کہ وہ کس طرح مذمت اور قتل وعید کے مستحق ہوئے اور اسی سورۃ کے اول میں توحید و رسالت کا اثبات اور مکذبین میں سے یہود کا جو بعنوان قوم موسیٰ اوپر کی سورۃ میں مذکور ہے مستحق مذمت و وعید ہونا مذکور ہے اور چونکہ ان یہود کا اصل مرض حب دنیا تھا اس لئے مسلمان کو اس سے بچانے کے لئے دوسرے رکوع میں احکام جمعہ کے ضمن میں آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے کا امر اور عکس سے نہی کا حکم ہے۔ بس دونوں سورتوں کے اخیر میں تجارت کا ذکر ہے اول میں تجارت دینیہ کا اور دوسری میں تجارت دنیویہ کا جس سے دونوں سورتوں کا باہمی ارتباط ظاہر ہے۔

خلاصۂ سورۃ:

اس سورۃ میں اولاً اس احسان کو یاد دلایا گیا جو رسالت محمدی کی شکل میں دنیا پر کیا گیا اس کے ساتھ اس حقیقت کو بھی سمجھایا گیا کہ اب راہ نجات اور تزکیہ نفس کی واحد راہ تعلیمات نبوی اور طریق نبوی ہے اللہ نے اس کو اپنا بڑا فضل و احسان بتلایا کہ رہتی دنیا تک تمام انسانوں کی ہدایت کا سامان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ

پورا فرما دیا۔ اب اگر لوگوں نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا تو وہ یقیناً اس گدھے کی طرح ہیں جو کتابوں کا انبار پیٹھ پر لادے پھرتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ ان میں کیا ہے پھر یہود اہل کتاب کی حالت بتلائی گئی کہ انہوں نے یہی کیا کہ ان پر تورات کی پابندی کی ذمہ داری ڈالی گئی مگر انہوں نے اس کے احکام کی پرواہ نے کی اور من مانی تحریفیں کرتے رہے اور باوجود اس کے دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارے سوا کوئی اللہ کا دوست نہیں جنت ہمارے ہی لئے ہے اس پر ان یہود سے کہا گیا کہ اگر یہی بات ہے تو پھر تم مرنے کی تمنا کیوں نہیں کرتے دنیا کی دولت سمیٹنے میں کیوں لگے رہتے ہو لیکن جس موت سے یہ بھاگتے ہیں وہ آ کر رہے گی اور ان کو مر کر اللہ کے سامنے پیش ہونا ہوگا۔ آگے اہل ایمان کو خطاب کیا گیا کہ وہ اپنے جمعہ کے ساتھ وہ معاملہ نہ کریں جو انہوں نے اپنے یوم السبت کے ساتھ کیا تھا مسلمانوں کے لئے جمعہ کا دن اکٹھے ہو کر نماز پڑھنے کا ہے لہٰذا جب جمعہ کی نماز کے لئے اذان دی جائے تو کاروبار اور دوسرے دھندے چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہو اور مسجد میں حاضر ہو کر خطبہ سنو ہاں جب نماز پوری کر چکو تو اپنے کاروبار مشاغل اور کمائی میں لگو لیکن اللہ کی یاد ہر وقت رہے اسی میں تمہاری نجات و کامیابی ہے۔ واللہ اعلم!

سورۃ المنافقون

یہ قرآن کریم کی ۶۳ ویں سورۃ ہے اور نزول کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۱۰۴ پر ہے۔ اس سورۃ میں ۲ رکوع ۱۱ آیات ۱۸۳ کلمات اور ۸۲۱ حروف ہیں۔ یہ سورۃ مدنی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی پہلی ہی آیت میں "اذا جاءک المنافقون" آیا ہے یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ کے پاس منافقین آتے ہیں" چونکہ اس سورۃ میں منافقین کے اقوال اور طرز عمل پر تبصرہ فرمایا گیا ہے اس لئے اس سورہ کا نام ہی منافقون مقرر ہوا۔

ربط:

پہلی سورۃ میں یہود کا ذکر تھا اس سورۃ میں منافقین کا ذکر ہے اور اکثر منافق یہودی تھے۔ نیز سورۃ کے اخیر میں آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے کا ذکر تھا وہی اس سورۃ کے اخیر میں ہے اس سے دونوں سورتوں کے درمیان ربط ظاہر ہے۔

شان نزول:

غزوہ بنی المصطلق میں انصار و مہاجرین میں تکرار ہو گیا تھا اس پر عبداللہ ابن ابی بن سلول بگڑا کہ تم نے ان پردیسیوں کو روٹیاں کھلا کھلا کر بگاڑ دیا ہے۔ اب مدینہ پہنچ کر ان لوگوں کو خرچ دینا بند کر دو یہ خود ہی مدینہ سے چلے جاویں گے اور یہ بھی کہا کہ ہم عزت دار ہیں ہم مدینہ سے ان ذلت والوں کو نکال دیں گے۔ یہ بات حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ صحابی نے سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر کہہ دی آپ نے ابی بن سلول اور اس کے رفقاء کو بلا کر پوچھا وہ صاف مکر گیا اور قسمیں کھانے لگا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بڑا رنج ہوا اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اور چونکہ ابی ابن سلول کے اس قول کو سب منافقین پسند کرتے تھے لہٰذا سب کی طرف اس کی نسبت کی گئی۔

خلاصۂ سورۃ:

اس سورۃ میں اللہ نے منافقین کا جھوٹ بولنا ظاہر فرمایا۔ ان کے متعلق بتلایا کہ یہ منافقین منہ پر تو یہ کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں لیکن دل میں اس کا انکار کرتے ہیں اور یہ لوگ پرلے درجہ کے جھوٹے ہیں جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ان سے کام چل جائے گا اور مسلمان انہیں سچا سمجھ کر ان کی بات مان لیں گے ان کی زبان پر ایمان اور دل میں کفر ہے ان کا ڈیل ڈول تو خاصا ہے مگر دل بڑا بودار اور کمزور ہے یہ بزدل اور ڈرپوک لوگ ہیں اور اس پر شیخیاں مارتے پھرتے ہیں کہ ہمارے برابر کوئی نہیں یہی کہتے پھرتے ہیں ان مہاجرین کو مالی امداد مت دو یہ تنگ آکر خود ہی بھاگ جائیں گے اور ایک سفر میں ان کے سردار (ابی بن سلول) نے یہ بھی کہا کہ مدینہ پہنچتے ہی ہم سارے معزز لوگ ان ذلیل اور پست مہاجر مسلمانوں کو نکال باہر کریں گے اس کے اس قول پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ان منافقین کا جہل محض ہے عزت وذلت سب اللہ کے ہاتھ میں ہے عزت والے اللہ اور اس کے رسول اور مؤمنین ہی ہیں۔ اخیر میں اہل ایمان کو تلقین فرمائی گئی کہ ان بے وقوفوں کی طرح تم دنیا کے مال اور اولاد ہی میں جی لگا کر مت بیٹھ جانا ایسا نہ ہو کر مال اور اولاد کی محبت میں پھنس کر اللہ کی یاد کو چھوڑ بیٹھو اور اس مال کو اللہ کی خوشنودی میں خرچ کرو ورنہ مرتے وقت پچھتاؤ گے اور اس وقت خرچ کرنے کی تمنا غیر مفید ہوگی کیونکہ اللہ میعاد آنے کے بعد پھر کسی کو مہلت نہیں دیتے اور اللہ تمہارے سب کاموں سے خوب واقف ہے۔ واللہ اعلم!

سورۃ التغابن

یہ قرآن کریم کی ۶۴ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۱۰۸ ہے۔ اس سورۃ میں ۲ رکوع ۱۸ آیات ۲۴۷ کلمات اور ۱۱۳۲ حروف ہیں یہ سورۃ مدنی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کے پہلے رکوع میں قیامت کو یوم التغابن کہا گیا ہے جس کے معنی ہیں ہار جیت کا دن زندگی کی بازی کی ہار جیت کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔ اس مناسبت سے قیامت کے دن کو یوم التغابن کہا گیا اور اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام تغابن ہوا۔

ربط:

سورۂ سابقہ کے اخیر میں تحصیل آخرت کی ترغیب اور تعطیل آخرت سے ترہیب ہے۔ اس سورۃ میں اہل تحصیل آخرت کی مجازرۃ کی تفصیل ہے اور مضمون ترغیب وترہیب کی تکمیل ہے جس سے دونوں سورتوں کا ربط ظاہر ہے۔

خلاصۂ سورۃ:

اس سورہ کا خاص موضوع ایمان واطاعت کی دعوت ہے اور اخلاق حسنہ کی تعلیم ہے سورۃ کی ابتداء اللہ رب العزت کی تقدیس سے فرمائی گئی ہے اور ارشاد ہوا کہ زمین وآسمان کی ہر چیز اللہ کی پاکی بیان کررہی ہے۔ حقیقت میں تمام کائنات پر بادشاہی اسی کی ہے اوراس کا حکم چلتا ہے اور ساری خوبیاں اور کمالات اسی کے اندر جمع

ہیں اسی نے انسان کو پیدا کیا پھر انسانوں میں سے بعض نے تو اللہ کو مانا اور اس پر ایمان لائے اور بعض انکار کر بیٹھے۔ ان منکرین کی عبرت کے لئے بتلایا گیا کہ ان کو ان لوگوں کا حال معلوم نہیں جو ان سے پہلے ہو چکے ہیں ان پر اللہ کی نافرمانیاں کرنے سے اس دنیا ہی میں بڑی بڑی مصیبتیں پڑیں اور ابھی آخرت کا عذاب ان کو مزید بھگتنا ہے ان کے پاس سمجھانے کے لئے اللہ کے رسول آئے جنہوں نے اپنے رسول ہونے کی صاف صاف نشانیاں پیش کیں لیکن ان منکرین نے یہ ہی کہا کیا ہم اپنے ہی جیسے ایک انسان کو اپنا ہادی اور پیشوا بنالیں جس کے نتیجہ میں وہ چشم زدن میں غارت کر دیئے۔ پھر منکرین جو یہ کہتے تھے کہ قیامت کوئی چیز نہیں نہ اب تک آئی نہ آئے گی اس کی تردید میں قسمیہ کلام کے ساتھ کہا گیا کہ قیامت تو ضرور آئے گی اور اے منکرین تمہیں اس وقت اپنے اعمال کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ اس لئے اللہ کو اور اس کے رسول کو مانو کلام الٰہی کی روشن آیات کو مانو ورنہ قیامت کے دن سخت خسارہ میں رہو گے اس دن ایمان والے جنت میں جائیں گے اور بدکار کافر جہنم میں دھکیل دیئے جائیں گے پھر اس سورۃ کے نزول کے زمانہ میں چونکہ مسلمان سخت مصائب و شدائد میں گرفتار تھے اس لئے اہل ایمان کو بتلایا گیا کہ جو مصیبت آتی ہے وہ اللہ کے حکم سے آتی ہے ایمان والے اس کی غرض و غایت کو سمجھ لیتے ہیں اور منکر و کافر مارے مارے پھرتے ہیں۔ آگے فرمایا گیا کہ تمہارے مال و اولاد تمہارے دشمن ہو سکتے ہیں ان کی وجہ سے کوئی نیک کام مت چھوڑو ان کے ذریعہ تمہاری آزمائش مقصود ہے اپنا مال اللہ کے واسطے دوسروں کے لئے خرچ کرو اور یہ سمجھو کہ گویا تم اللہ کو قرض دے رہے ہو وہ بڑا فیاض ہے تمہارا سارا قرض چکا دے گا اور اپنے فضل سے اور بھی زیادہ دے گا۔ واللہ اعلم!

سورة الطلاق

یہ قرآن کریم کی ۶۵ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۹۹ ہے اس سورۃ میں ۲ رکوع ۱۲ آیات ۲۹۸ کلمات اور ۱۲۳۷ حروف ہیں یہ سورۃ مدنی ہے۔

وجہ تسمیہ:

چونکہ اس سورۃ میں طلاق کے متعلق چند خاص احکام بیان فرمائے گئے ہیں اس مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۂ طلاق مقرر ہوا۔ اس سورۃ کا زمانۂ نزول سورۂ بقرہ کے بعد ۶ھ کے قریب ہے چونکہ بعض احکام طلاق سورۂ بقرہ میں بیان ہوئے تھے اس سورۃ میں مزید احکام طلاق کے متعلق بیان فرمائے گئے۔

ربط:

سورۂ سابقہ کے اخیر میں بیوی اور اولاد کا دشمن ہونا مذکور تھا۔ چونکہ بعض وقت خیال عداوت مانع ہوجاتا ہے ان کے حقوق واجبہ ادا کرنے کا بالخصوص جب کہ ظاہری مفارقت بھی ہوجائے اس سورۃ میں مطلقہ ازواج کے متعلق احکام اور اولاد رضیع کے احکام کے بیان سے اس کی اصلاح ہوگئی کہ جب مفارقت (جدائی) پر بھی حقوق کی رعایت واجب ہے تو موافقت کی صورت میں بطریق اولیٰ اس کا وجوب ہوگا۔ اور چونکہ ان احکام کے ضمن میں چار جگہ تقویٰ کا حکم اور ترغیب ہے۔ اس لئے دوسرے رکوع کا مضمون اس کی تائید میں ہے نیز اس سے اس بات پر بھی دلالت ہے کہ معاملات دنیویہ میں بھی احکام شرعیہ کی رعایت واجب ہے۔ برخلاف زعم بعض

جہلاء کے۔ واللہ اعلم!

شان نزول:

روایت میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "مر ابنک فلیراجعها" کہ اپنے بیٹے کو رجعت کا حکم فرمادیں اور جب وہ حیض سے پاک ہوجائے تو اگر چاہیں طلاق دے دیں۔

خلاصۂ سورۃ:

نکاح وطلاق کی شرعی حیثیت اسلام میں بڑی اہمیت رکھتی ہے نکاح کو اسلام نے صرف ایک معاملہ اور معاہدہ ہی نہیں رکھا ہے بلکہ اس کو ایک گونہ عبادت قرار دیا ہے اور چونکہ معاملہ ازدواج کی وابستگی پر عام نسل انسانی کی درستگی موقوف ہے اس لئے قرآن کریم میں عائلی مسائل کو تمام دوسرے دنیوی مسائل ومعاملات سے زیادہ اہمیت دی ہے اس سورۃ کا اصل مضمون عائلی زندگی سے متعلق طلاق کی بابت چند احکام و مسائل کی تعلیم ہے اس کے بعد عمومی طور پر ہر قسم کے احکام اور شریعت کے حدود سے سرکشی و نافرمانی پر برے نتائج سے آگاہ کیا گیا ہے۔ یا یوں کہئے کہ پہلے رکوع میں طلاق کے متعلق احکامات کا بیان ہے اور دوسرے رکوع میں عام احکام کی نافرمانی سے ڈرایا گیا ہے کہ ایسے لوگوں کا انجام گزشتہ نافرمان اقوام کی طرح ہوتا ہے اس کے بعد تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین فرمائی گئی اور فرمایا گیا کہ شریعت کے قوانین قرآن حکیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف سمجھا دیئے تاکہ تم جہالت کے اندھیرے سے نکل کر علم وہدایت کے اجالے میں آجاؤ اور فرمایا گیا کہ اس فرمانبرداری کے بدلہ

میں تمہیں آخرت میں بہشت کے باغات میں جگہ دی جائے گی جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔ واللہ اعلم!

سورۃ التحریم

یہ قرآن کریم کی ٦٦ ویں سورۃ ہے اور اس کا شمار ترتیب نزولی کے اعتبار سے نمبر ۱۰۷ ہے اس سورۃ میں ۲ رکوع ۱۲ آیات ۲۵۳ کلمات اور ۱۱۲۴ حروف ہیں یہ سورۃ مدنی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورہ کی ابتداء میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حلال چیز کے کھانے سے قسم کھا کر اس کو اپنے اوپر حرام فرمالیا تھا اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۃ التحریم متعین ہوا چونکہ تحریم کے لفظی معنی ہیں حرام کر دینا۔

ربط:

پہلی سورۃ میں طلاق پر مرتب ہونے والے احکام کا بیان تھا اس سورۃ میں ازواج مطہرات کو تخویف بالطلاق ہے یعنی طلاق سے ڈرایا گیا ہے اور جس سابقہ سورۃ کے خاتمہ پر اطاعت کی عام تاکید تھی اسی طرح اس سورۃ میں ازواج کو خطاب کے بعد رجوع الی اللہ کی تاکید ہے اس سے ربط و تناسب ظاہر ہے۔

شان نزول:

روایت میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ

عصر کے بعد سب ازواج مطہرات کے یہاں کچھ دیر کے لئے تشریف لے جاتے۔
ایک روز حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے یہاں کچھ دیر لگی معلوم ہوا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد پیش کیا تھا اس کے نوش فرمانے میں وقفہ ہوا پھر کئی روز یہ معمول رہا ازواج مطہرات کو چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی محبت تھی اور ہر ایک چاہتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جتنا زیادہ ہو سکے اس کے یہاں قیام فرمائیں اس لئے حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے مل کر تدبیر کی کہ آپ وہاں شہد کھانا چھوڑ دیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے حضرت حفصہؓ سے کہا کہ حضور ہم میں سے جس کے پاس تشریف لائیں وہ یوں کہے کہ آپ نے مغافیر نوش فرمایا ہے مغافیر ایک گوند کی قسم ہے جس میں کچھ بدبو ہوتی ہے چنانچہ ایسا ہی کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے شہد کھایا ہے۔

اس پر کہا گیا کہ شاید کوئی شہد کی مکھی مغافیر کے درخت پر بیٹھی ہو اور اس کا عرق اس نے چوس لیا ہو جس سے شہد میں بھی اس کی بو آگئی ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی کہ میں اب شہد نہیں کھاؤں گا نیز یہ خیال فرمایا کہ زینبؓ کو اس کی اطلاع ہوگی تو خواہ مخواہ رنجیدہ خاطر ہوں گی اس لئے حضرت حفصہؓ کو منع فرمایا کہ اس کی اطلاع کسی کو نہ کرنا مگر حضرت حفصہؓ نے چپ کے سے حضرت عائشہؓ کو اطلاع کر دی یہ بھی کہہ دیا کہ اور کسی سے نہ کہنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے بذریعہ وحی مطلع فرما دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہؓ سے فرمایا کہ تم نے عائشہ کو اطلاع کی حالانکہ تم کو منع کر دیا گیا تھا وہ تعجب سے کہنے لگیں کہ آپ سے کس نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے مطلع کر دیا ہے۔

فائدہ:

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ قرآن پاک میں اس بات کا کوئی ذکر نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر کس چیز کو حرام کیا تھا اور کیوں حرام کیا تھا اور نہ یہ ذکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس زوجہ سے کیا خفیہ بات کہی تھی اور انہوں نے اس کو کس سے بیان کر دیا تھا اور نہ ہی ان واقعات کو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے بیان فرمایا اور نہ خود ازواج مطہرات نے اس قصہ کو کسی سے ذکر کیا سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے۔ لہٰذا ان آیات پر مجمل طور پر ایمان رکھنا کافی ہے۔ واللہ اعلم!

خلاصہ سورۃ:

سورۃ کی ابتداء اس واقعہ کے ذکر سے فرمائی گئی اور رسول کو خطاب فرمایا گیا کہ اللہ نے آپ کے اوپر جس چیز کو حلال کیا ہے آپ اس کو اپنے اوپر حرام نہ فرمائیں پھر فرمایا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی زوجہ مطہرہ سے کوئی بات راز میں رکھنے کے لئے کہی تھی مگر انہوں نے کسی دوسری زوجہ سے وہ بات کہہ دی جس کی خبر اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دی اور ازواج مطہرات کو نصیحت فرمائی گئی کہ وہ توبہ و استغفار کریں ورنہ اللہ کے رسول کو تم سے بہتر ازواج مل سکتی ہیں اس کے ساتھ عام مسلمانوں کو نصیحت فرمائی گئی کہ وہ اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے بچائیں اور کوئی گناہ نادانستہ ہو جائے تو فوراً توبہ کرنی چاہئے۔ اہل و عیال سے متعلق چونکہ اس سورۃ میں خاص احکام و ہدایات ہیں اس لئے یہ بھی سمجھایا گیا کہ محض خاندانی وجاہت نجات کے معاملہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی آخرت کی کامیابی و کامرانی کے لئے ایمان

واطاعت ضروری ہے اس امر کو ذہن نشین کرانے کے لئے ثبوت کے طور پر حضرت لوط کی بیوی کا قصہ بیان فرمایا گیا اور اس کے مقابلہ میں فرعون کی بیوی حضرت آسیہ ایسے ہی حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ واللہ اعلم!

سورۃ الملک

یہ قرآن کریم کی ۶۷ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۷۷ ہے اس سورۃ میں ۲ رکوع ۳۰ آیات ۳۳۵ کلمات اور ۱۳۵۹ حروف ہیں یہ سورہ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی ابتداء میں "تبارک الذی بیدہ الملک" کا جملہ آیا ہے یعنی بڑا عالی شان ہے وہ جس کے قبضہ میں تمام بادشاہت ہے اس سورۃ کا نام ملک اسی جملہ سے ماخوذ ہے حدیث پاک میں اس سورہ کا نام منجیہ اور وافیہ بھی آیا ہے اس واسطے کہ یہ سورۃ اپنے پڑھنے والے کو قبر کے عذاب سے بچاتی ہے اور نجات بخشتی ہے اور قیامت کے ہول اور صعوبتوں سے محفوظ رکھتی ہے۔

ربط:

سورۂ سابقہ میں حقوق رسالت کا بیان تھا اس سورۃ میں حقوق توحید اور ان کے ایفاء و اخلال پر جزا و سزا کا بیان ہے نیز سورۂ سابقہ کے اخیر میں بعض اہل سعادت و شقاوت کا ذکر تھا اور اس سورۃ میں مطلقاً سعداء اور اشقیاء کا ذکر ہے جس سے دونوں سورتوں میں ربط ظاہر ہے۔

فضائل سورۃ:

حدیث شریف میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر شب کو سونے سے پہلے اس سورۃ کو ضرور پڑھتے تھے۔

مسند احمد میں ایک روایت ہے جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کریم میں ۳۰ آیتوں کی ایک سورۃ ہے جو اپنے پڑھنے والوں کی سفارش کرتی ہے یہاں تک کہ اسے بخش دیا جائے اور وہ سورۃ تبارک الذی بیدہ الملک ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ یہ سورۃ ہر مسلمان کے دل میں ہو یعنی یہ سورۃ ہر مسلمان حفظ کرلے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مردہ کو جب قبر میں رکھتے ہیں اور عذاب کے فرشتے آتے ہیں یہ سورۃ اپنے پڑھنے والے کی مدد کرتی ہے اور ان فرشتوں کو منع کرتی ہے اگر وہ عذاب کے فرشتے مردہ کے پاس پیروں کی طرف سے آنے کا ارادہ کرتے ہیں تو یہ سورۃ ان کو ادھر سے منع کرتی ہے اور کہتی ہے کہ میں ادھر سے تم کو نہ آنے دوں گی اس واسطے کہ اس شخص نے کھڑے ہوکر مجھ کو نماز میں پڑھا ہے اور اگر وہ فرشتے سر کی جانب سے آنے کا ارادہ کرتے ہیں تو یہ سورۃ ادھر سے بھی منع کرتی ہے اور کہتی ہے کہ اس شخص نے مجھ کو اپنے منہ سے پڑھا ہے سو میں تم کو اس طرف سے بھی آنے نہ دوں گی۔ اسی طرح دائیں اور بائیں جانب سے آنے سے بھی روکتی ہے اور کہتی ہے کہ میں تم کو ادھر سے بھی نہ آنے دوں گی اس

واسطے کہ اس شخص نے مجھے اپنے سینہ میں محفوظ کیا ہے۔

ترمذی شریف میں حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ بعض صحابہؓ نے ایک جگہ خیمہ لگایا ان کو علم نہ تھا کہ اس جگہ قبر ہے اچانک خیمہ لگانے والوں نے اس جگہ سورۂ تبارک الذی پڑھتے ہوئے سنا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سورۃ اللہ کے عذاب سے روکنے والی ہے۔

خلاصۂ سورۃ:

سورۃ کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی توحید وصفات سے کی گئی ہے اور بتلایا گیا کہ سارے جہان کی بادشاہی اللہ کے دست قدرت میں ہے اسی نے تم کو زندگی بخشی اور وہی تم کو موت دے گا اور اس مرنے جینے کا مقصد امتحان ہے کہ اس عارضی زندگی میں کون اچھے کام کرتا ہے اور کون برے کام کرتا ہے۔ پھر بتلایا گیا کہ یقین کرو کہ ساری جہاں میں حکم اللہ ہی کا چلتا ہے ہر طرف اسی کی قدرت کا ظہور ہے ساتوں آسمان اسی نے پیدا کئے جو ایک دوسرے کے اوپر چھائے ہوئے ہیں اور ان میں ہر بات ایک مضبوط نظام اور قاعدے کے موافق چل رہی ہے جس میں کوئی خلل یا خلاء نہیں ہے ہر چیز کو اس نے قاعدے اور طریقہ سے بنایا ہے اور ہر چیز اپنی اپنی مناسب جگہ موجود ہے اور اپنا کام پورا کر رہی ہے۔ پھر بتلایا گیا کہ جتنا اس کی مخلوقات کو غور سے دیکھو گے حیرت بڑھتی جائے گی تم دیکھتے دیکھتے تھک جاؤ گے لیکن اس کے عجائبات ختم نہ ہوں گے دیکھو تمہارے قریب کے آسمان میں ستارے روشن چراغوں کی طرح روشن ہیں ان کو اللہ نے شیطانوں کے مارنے کا ذریعہ بھی بنایا ہے جو اوپر چڑھ کر غیب کی باتیں سننے کی کوشش کرتے ہیں یہ شیاطین انسانوں کو سوائے غلط اور گمراہی کے اور کچھ

نہیں بتاتے اب جو لوگ ان کی پیروی کریں گے وہ انہیں کے ساتھ جہنم رسید ہوں گے اور جب یہ منکرین گروہ در گروہ جہنم میں داخل کئے جائیں گے تو جہنم کا جوش و خروش دیکھ کر ان کے ہوش اڑ جائیں گے جہنم کے نگہبان فرشتے ان سے کہیں گے کہ کیا دنیا میں تمہیں ڈرانے والے نہیں آئے تھے اس کا جواب وہ حسرت و ندامت سے دیں گے کہ ڈرانے والے تو ضرور آئے تھے مگر ہم نے ان کا کہنا نہیں مانا ان کو جھوٹا سمجھا اگر ہم سمجھ لیتے اور رسولوں کی بات مان لیتے تو آج جہنمیوں کے ساتھ جہنم میں نہ جھونکے جاتے ان کے برخلاف اللہ سے ڈرنے والے بندے اس دن چین و آرام سے ہوں گے اور ان کو بڑا اجر ملے گا کیونکہ وہ دنیا میں اپنے رب کو دیکھے بغیر اس پر ایمان لائے اور اس سے ڈرتے رہے۔ آگے انسانوں کو نصیحت کی گئی کہ ہر حال میں اللہ کی رحمت کے امید وار رہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نہ ماننے والوں کو دنیا میں بڑی بڑی سزائیں دی ہیں پھر تمام انسانوں کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ تم خود ہی سوچو ایک شخص منہ اٹھائے ہوئے سیدھے راستہ پر چل رہا ہے دوسرے منہ اوندھا اٹھائے گرتا پڑتا ادھر ادھر بھٹکتا پھر رہا ہے تو کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں ظاہر ہے کہ ہرگز نہیں۔

اس لئے اللہ اور اس کے رسول کی بات مانو قیامت پر یقین کرو وہ ضرور آئے گی۔ رہا اس کا وقت تو وہ اللہ ہی جانتا ہے کہ کب آئے گی لیکن جب آئے گی تو پھر منکروں کی خیر نہ ہوگی ہول کے مارے ان کے چہرے بگڑ جائیں گے آخر میں منکروں کو سمجھایا جاتا ہے کہ تم مسلمانوں کی فکر چھوڑ دو اپنی فکر کرو کہ اللہ کے عذاب سے کیسے بچو گے مسلمانوں کا تو والی اللہ ہے وہی ان کے سارے کام بنائے گا تم سوچو کہ تمہیں اس کے عذاب سے کون بچائے گا۔ واللہ اعلم!

سورۃ القلم

یہ قرآن کریم کی ۶۸ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۲ پر ہے اس سورۃ میں ۲ رکوع ۵۲ آیات ۳۰۶ کلمات اور ۱۲۹۵ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی ابتداء ہی میں " ن والقلم وما یسطرون " فرمایا گیا یعنی قسم ہے قلم کی اور اس کی جو وہ فرشتے لکھتے ہیں یہاں قلم سے مراد وہ قلم ہے جس سے تمام مخلوق کی تقدیریں لوح محفوظ میں لکھ دی گئی ہیں اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۃ قلم ہوا۔ اس سورۃ کا دوسرا نام سورۃ نون بھی ہے۔

ربط:

سورۃ سابقہ میں زیادہ تر روئے سخن منکرین توحید کی طرف تھا اور اس سورۃ میں زیادہ روئے سخن طاعنین فی النبوت کی کی طرف ہے اور چونکہ انکار نبوت کفر ہے اس لئے کفار کی عقوبت دنیویہ واخرویہ کا مضمون بھی بعض آیات میں آیا ہے۔

شان نزول:

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خلعت نبوت سے سرفراز ہوئے اور آپ پر وحی آنا شروع ہوئی اور وضو ونماز کا طریقہ آپ کو غیب سے سکھلایا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین حق کا ظاہر کرنا شروع کیا تو اہل بیت اور ایمان لانے والے مسلمانوں میں نماز پڑھنا رائج ہوا

اور یہ باتیں نئی نئی جو مکہ والوں نے کبھی نہ دیکھی تھیں ان کا چرچہ ہونے لگا اور اکثر کفار نے کہنا شروع کیا کہ نعوذ باللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو دیوانے ہو گئے اور اپنے گھر والوں کو بھی دیوانہ کر ڈالا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی باتوں سے رنج ہوتا تھا تب اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کے لئے یہ سورۃ نازل فرمائی اور دو مرتبہ قسم کھا کر فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہرگز دیوانہ نہیں ہیں بلکہ آپ کی عقل تمام مخلوقات کی عقل پر ترجیح رکھتی ہے اور ان لوگوں کو آگے چل کر معلوم ہو جائے گا اور آپ خود بھی دیکھ لیں گے کہ پاگل اور دیوانے خود یہی لوگ تھے جو معاذ اللہ آپ کو دیوانہ کہتے ہیں۔

خلاصۂ سورۃ:

اس سورۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت صداقت وعظمت کا بیان ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی رسالت پر مخالفین کے جو شکوک و اعتراضات تھے ان کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ اخلاق و کردار کے لحاظ سے برے لوگ کون ہیں ان سے کنارہ کشی کی تعلیم تقویٰ وصبر وثبات کے ساتھ صراط مستقیم پر ثابت قدم رہنے اور اللہ کی طرف ہر حال میں رجوع کرنے کی تعلیم دی گئی ہے منکرین حق اور رسالت محمدیہ کی تکذیب کرنے والوں کو عذاب آخرت کی وعید سنائی گئی ہے۔

سورۃ الحاقہ

یہ قرآن کریم کی ۶۹ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۷۸ نمبر پر ہے۔ اس سورۃ میں ۲ رکوع ۵۲ آیات ۲۶۰ کلمات اور ۱۱۳۴ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی ابتداء ہی لفظ الحاقہ سے ہوئی ہے جس کے لفظی معنی ہیں وہ چیز جو ہو کر رہے۔ ایسے ہی حاقہ کے معنی حق اور ثابت کے بھی ہیں یہاں اس سے مراد قیامت کا دن ہے جس میں جزاء و سزاء واقع ہو کر رہے گی اس لئے اس سورۃ کا نام سورۂ الحاقہ ہوا۔

ربط:

پہلی سورۃ میں اثبات رسالت کے ساتھ کفار کی مجازاۃ کا بیان تھا اس سورۃ میں مجازاۃ کی تحقیق اور اس کا وقت اور مواقعات مذکور ہیں اور ختم سورۃ میں حقانیت قرآن کا بیان ہے۔

خلاصۂ سورۃ:

اس سورۃ میں قیامت کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور دنیا والوں کو صاف طور پر بتایا گیا کہ دنیا ایک روز ختم ہو کر رہے گی اور اس کے بعد ایک دوسرے جہاں سے پالا پڑے گا اس لئے دنیوی زندگی اس حقیقت کو مدنظر رکھ کر بسر کرنی چاہئے جن لوگوں نے قیامت اور آخرت کو نہیں مانا اور بے فکری کے ساتھ جو دل میں آیا دنیا میں کرتے رہے ان کو ان کے بداعمال کی سزا اول تو دنیا ہی میں مل گئی اور مرنے کے بعد جب انہیں دوسرے جہاں سے واسطہ ہوگا تو ان کی بہت ہی بری گت بنے گی اور ایک وقت ایسا یقینی آئے گا جب صور پھونکا جائے گا اور ایک ہولناک آواز پیدا ہوگی جس سے آسمان کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اور زمین کا چپہ چپہ زلزلہ سے لرز جائے گا پہاڑ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور تمام انسان دوبارہ زندہ کر کے خدا کے حضور میں

پیش کیے جائیں گے وہاں ان کی ساری چھپی اور کھلی باتیں ظاہر ہو جائیں گی بدی اور نیکی سب آنکھوں کے سامنے آجائیں گی اور ہر ایک کو اس کا اعمال نامہ اس کے ہاتھ میں پکڑا دیا جائے گا کسی کے دائیں ہاتھ میں اور کسی کے بائیں ہاتھ میں جس کے داہنے ہاتھ میں اس کا اعمال نامہ آئے گا وہ اسے خوشی خوشی دوسروں کو دکھائے گا اور کہے گا کہ مجھ کو معلوم تھا کہ مجھ سے میرے اعمال کا حساب لیا جائے گا اور میں دنیا میں ایسے کاموں سے بچتا تھا جن سے پکڑ کا اندیشہ تھا ایسا شخص جنت میں داخل ہوگا اور جہاں پھلوں سے لدے ہوئے باغات ہوں گے اور وہ ان کے اندر ہمیشہ ناز و نعمت اور چین و آسائش میں رہے گا اور جس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں آئے گا وہ کہے گا کہ کاش مجھے نہ ملا ہوتا تا کہ اپنے کرتوتوں کا حساب نہ دینا پڑتا کاش میں ہمیشہ مرا ہی پڑا رہتا آج نہ دنیا کی دولت میرے کام آئے گی اور نہ میری حکومت و سلطنت مجھے بچا سکے گی۔ فرشتوں کو حکم ہوگا اس مردود کو پکڑو گلے میں طوق ڈالو اور کھینچتے ہوئے لے جاؤ اور جہنم میں ڈال دو اور زنجیروں میں جکڑ دو یہ وہی تو ہے جو دنیا میں اللہ کا انکار کرتا تھا اور محتاجوں و مسکینوں کی خبر نہ لیتا تھا کہ آج اس کی مدد اور خبر گیری کرنے والا کوئی نہ ہوگا اور اس کو کھانے پینے کو غسلین (زخموں کا دھوون) ملے گا۔ اخیر میں سمجھایا گیا کہ اے انسانو میں (اللہ) قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ قرآن میری بھیجی ہوئی سچی کتاب ہے اور اسے کسی نے خود نہیں گھڑ لیا اور یہ پرہیز گاروں کے لئے ہدایت ہے لیکن اللہ کو علم ہے کہ تم میں سے بہت سے انسان اس کی قدر نہ کریں گے وہ آخر کار پچھتائیں گے کہ افسوس ہم نے پہلے ہی قرآن کو کیوں نہ مان لیا۔ بہر حال سمجھداروں کے لئے یہ قرآن بالکل یقینی حقیقت ہے۔ واللہ اعلم!

سورۃ المعارج

یہ قرآن کریم کی ۷۰ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار ۷۹ ہے۔ اس سورۃ میں ۲ رکوع ۴۴ آیات ۲۳۰ کلمات اور ۹۷۷ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورہ کی تیسری آیت میں معارج کا لفظ آیا ہے معارج معراج کی جمع ہے جس کے لفظی معنی ہیں درجات، زینہ سیڑھیاں مگر یہاں مراد ہے آسمان جو ایک کے اوپر ایک ہے اور اس پر فرشتے چڑھتے اترتے ہیں۔ اس لفظ معارج کو سورۃ کا نام قرار دیا گیا۔

ربط:

سورۃ سابقہ کی طرح اس سورۃ میں بھی مجازات کا اور بعض اعمال موجبہ مجازات کا بیان ہے جس سے دونوں سورتوں میں ارتباط ظاہر ہے۔

شان نزول:

مفسرینؒ نے اس سلسلہ میں ایک روایت لکھی ہے کہ ایک کافر نضر بن حارث نے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا خدایا اگر محمد برحق ہے اور جو کچھ وہ کہتا ہے وہ تیرے پاس سے ہے تو تو ایک پتھر مجھ پر برسا یا مجھ کو دردناک عذاب میں مبتلا کر اس پر یہ سورۂ مبارکہ نازل ہوئی۔

خلاصۂ سورۃ:

جیسا کہ شان نزول سے معلوم ہوا کہ نضر بن حارث نے جو قرآن کے حق ہونے کی صورت میں عذاب کی درخواست کی تھی اولاً اس کا جواب ارشاد فرمایا گیا کہ یہاں کی سزا کیا ہے اصل سزا کا انتظار کرو جو ایسے دن میں واقع ہوگی جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی مراد یوم قیامت ہے۔ اس سلسلہ میں بتلایا گیا کہ ان کفار کی نگاہ قیامت تک نہیں پہنچتی اور اس کے آنے کو محال کہتے ہیں لیکن اللہ کے نزدیک وہ قریب ہی آگئی ہے اور جب قیامت آئے گی تو بڑا ہولناکی کا سماں ہوگا کہ آسمان پگھل جائے گا اور پہاڑ اون کی طرح اڑنے لگیں گے اور ایسا نفسی نفسی کا سماں ہوگا کہ لوگ اپنے قریبی رشتہ داروں تک کو نہ پوچھیں گے ہر ایک کو اپنی جان کی پڑی ہوگی اور مجرم اس روز چاہے گا کہ میری اولاد۔ بیوی، بھائی کنبہ قبیلہ بلکہ ساری دنیا مجھ سے لے لیں مگر کسی طرح میری جان چھوڑ دیں لیکن یہ ہرگز نہ ہوگا وہاں تو مجرموں کو دہکتی ہوئی آگ سے پالا پڑے گا اور جہنم ان لوگوں کو پکارے گی جو دنیا میں اللہ اور رسول کی بات نہ سنتے تھے کوئی سمجھاتا تو پیٹھ موڑ کر چل دیتے تھے اور دنیا کے ساز و سامان جمع کرنے میں لگے رہتے تھے روپیہ پیسہ بخل کے باعث گن گن کے رکھتے تھے اور دنیا ہی میں پھنسے رہتے تھے ذرا سی تکلیف ہوئی تو بے صبری سے چلا اٹھتے اور جب فارغ البالی ہوئی تو کنجوسی اور بخل سے کام لیتے ایسے لوگوں کو نار جہنم سے واسطہ پڑے گا اور قیامت میں نجات انہیں کو نصیب ہوگی جو ہمیشہ نماز کے پابند رہیں گے مسکین محتاج اور نادار کی مالی امداد کرتے رہے ہوں گے قیامت پر ایمان رکھتے ہوں گے اور اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہوں گے اور اپنی شرمگاہوں کی ناجائز امور سے حفاظت کرتے رہے ہوں گے

امانت دار ہوں گے اور اپنے قول و قرار کا خیال رکھا ہوگا ایسے لوگ اکرام کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے انسان کی نجات کی یہی صورت ہے اور کفار کا یہ خیال کہ بغیر ایمان اور عمل صالح کے انہیں آرام و آسائش والے باغ مل جائیں گے ایسا کبھی نہیں ہوسکتا اور عنقریب وہ دن آنے والا ہے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے جب آجائے گا تو سب اپنی قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے اور ان کو بتلا دیا جائے گا کہ یہ ہے وہ دن جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا اور جس کو تم جھٹلاتے تھے۔ واللہ اعلم!

سورۂ نوح

یہ قرآن کریم کی ۷۱ویں سورۃ ہے اور اس کا شمار ترتیب نزولی کے اعتبار سے بھی نمبر ۷۱ پر ہے اس سورۃ میں ۲ رکوع ۲۸ آیات ۲۳۱ کلمات اور ۹۷۴ حروف ہیں یہ سورہ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

چونکہ اس پوری سورۃ میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر ہے اس لئے اس سورۃ کا نام ہی نوح مقرر ہوا۔

فائدہ:

قرآن کریم میں صرف دو سورتیں ایسی ہیں جن میں مسلسل ایک خاص ذکر کے علاوہ دوسرا ذکر نہیں۔ ایک سورۂ یوسف کہ اس میں صرف حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ مذکور ہے اور ایک یہ سورہ نوح کہ اس میں قصۂ نوح کے سوا اور کچھ مذکور نہیں ہے۔

رابط:

سورۂ سابقہ میں موجبات عقوبت کا بیان تھا ان میں سے ایک رسول کی تکذیب بھی ہے۔ اس سورۃ نوح میں حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کے ضمن میں اس کا بیان ہے نیز مذکورہ سورۃ سابقہ کے ساتھ اس سورۃ میں کفر پر استحقاق عقوبت دنیویہ کا بھی اثبات ہے۔

نیز آپ کو تسلی دینا ہے کہ مشرکین مکہ کی طرح قوم نوح نے بھی اپنے پیغمبر کی تکذیب کی تھی لہذا آپ تنگ دل نہ ہوں۔

خلاصۂ سورۃ:

کفار مکہ کی سرکشی اور نبی آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و ہدایات پر تمسخر اور آپ کے فرمائے ہوئے وعدوں کی تکذیب وتکفیر حد کو پہنچ گئی تھی اس لئے کفار مکہ کو ان کے سرکش اور نافرمان قوم کا عبرتناک واقعہ سنایا گیا جو نوح علیہ السلام کی نبوت کے زمانہ میں گزرا۔ چنانچہ اس سورۃ میں بتایا جاتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ہر طریقہ سے سمجھایا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو دین حق کی دعوت دی اور خدا کے احکام پر چلنے اور اس کی عبادت کرنے کی نصیحت کی لیکن قوم نے آپ کی نصیحتوں کو مان کر نہ دیا بلکہ الٹا حضرت نوح کو طرح طرح سے ستایا آپ پر آوازے کسے اور آپ کا مذاق اڑایا آپ کو ملک بدر کرنے کی دھمکی دی آخر کار ۹۵۰ سال کی طویل مدت تک برابر قوم کو دعوت دین دیتے رہے اور تبلیغ حق کرتے رہنے کے بعد سوائے معدودے چند افراد کے جو ایمان لائے پوری قوم سرکشی پر اصرار کرتی رہی تو حضرت نوح علیہ السلام نے ان کے حق میں بددعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ

سے التجا کی کہ دنیا میں یہ لوگ اسی طرح رہتے چلے گئے تو سوائے شر وفساد اور کفر و شرک ظلمت و گمراہی اور فسق و فجور کے کچھ باقی نہ رہے گا اس لئے ان کافروں میں سے ایک بھی زندہ مت چھوڑ چنانچہ نوح علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور ایسا عالمگیر طوفان آیا کہ تمام کافر ڈوب کر مر گئے اور صرف وہی مؤمن بچے جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار ہو گئے تھے اور دنیا کی آئندہ نسل انہیں سے چلی۔

فائدہ:

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان مؤرخین نے ۱۲۰۰ سال کا فاصلہ لکھا ہے حضرت آدم علیہ السلام کے بعد نبی تو ہوئے مگر پہلے نبی جن کو رسالت سے نوازا گیا حضرت نوح علیہ السلام ہی تھے۔

فائدہ:

نبی اور رسول میں یہی فرق ہے کہ نبی ہر صاحب وحی کو کہتے ہیں لیکن رسول کے لئے صاحب وحی ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب شریعت ہونا بھی ضروری ہے چنانچہ انبیاء اولوالعزم کا سلسلہ بھی حضرت نوح علیہ السلام سے شروع ہوا اور وحی الٰہی سے سرتابی کرنے والوں پر اول عذاب حضرت نوح علیہ السلام کے وقت سے شروع ہوا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت سے پہلے تمام قوم خدا کی توحید اور صحیح مذہبی روشنی سے نا آشنا ہو چکی تھی اور حقیقی خدا کی جگہ خود ساختہ بتوں کی پرستش ان کا شعار ہو گیا تھا۔

فائدہ:

دنیا میں بت پرستی کی ابتداء کب اور کس طرح ہوئی اس کے متعلق لکھا ہے

کہ حضرت آدم علیہ السلام کی آٹھویں پشت تک کوئی کافر نہ تھا سب خدا پرست اور شرک سے پاک تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے سلسلۂ نسب میں جب حضرت ادریس علیہ السلام کی وفات ہوئی تو اس کے بعد بنی آدم میں بت پرستی شروع ہوئی اور سبب اس کا یہ ہوا کہ حضرت ادریس کے سب بیٹے اولیاء اللہ اور نیک بخت تھے اور ہر ایک نے اپنی عبادت کے واسطے ایک عبادت خانہ بنایا تھا اس میں خود بھی عبادت کرتے تھے اور لوگوں کو بھی عبادت خانہ میں حاضر ہونے اور حق تعالیٰ کے ذکر و بندگی میں مشغول رہنے کی نصیحت کیا کرتے تھے چنانچہ بہت لوگ وہاں حاضر رہتے اور ان کی تعلیم کے بموجب نہایت ذوق وشوق سے عبادت کرتے اور ان کی صحبت اور حضوری کی برکت سے عبادت میں ان کو لذت اور شوق حاصل ہوتا جب ان کا انتقال ہوا تو لوگوں کو نہایت رنج و ملال ہوا اور ان میں آپس میں اکثر اس بات کا ذکر رہتا کہ جو مزہ عبادت کا ہم کو ان بزرگوں کی صحبت میں حاصل ہوتا تھا اب وہ بات میسر نہیں آتی ابلیس لعین جو کہ انسان کا جانی دشمن ہے موقع کو غنیمت جان کر ایک بوڑھے بزرگ کی شکل میں ان کے پاس پہنچا اور کہا کہ تمہارے رنج کے دفع ہونے کی ایک تدبیر میں تم کو بتلاتا ہوں وہی عبادت میں لذت تم کو پھر حاصل ہونے لگے گی۔ اور وہ تدبیر یہ ہے کہ ان بزرگوں کی شکلیں پتھر سے تراشو اور ان بزرگوں کے کپڑے ان تصویروں کو پہنا کر عبادت خانہ کی محراب میں اپنے سامنے کھڑا کرلو اور یہ سمجھ لو کہ یہ ہم کو دیکھتے ہیں۔ اس قول کے بموجب کہ اللہ کے ولی مرتے نہیں ان لوگوں کو یہ تدبیر بہت پسند آئی اور تصویروں کو بنا کر عبادت خانہ میں رکھا اور یہ دستور بنا لیا کہ عبادت کے بعد جو شخص عبادت خانہ سے باہر جائے تو ان تصویروں کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دے کر جائے تاکہ اس شخص کی حاضری عبادت نماز میں ان بزرگوں کی روحوں کے

نزدیک ثابت ہو جائے اور وہ اس بات کی گواہی دیں اور ہماری سفارش کریں۔ ہوتے ہوتے اس امر نے ایسا رواج پایا کہ عبادت اور ذکر تو بالکل موقوف ہو گیا بس ان تصویروں کا فقط ہاتھ پاؤں چومنا باقی رہ گیا۔ پھر تھوڑے دنوں کے بعد قدم بوسی کے عوض زمین بوسی اور سجدہ شروع ہو گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے والد لوگوں کو برے کام سے منع کرتے لیکن کوئی ان کی بات کو نہ سنتا یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے پیغمبر بنا کر ان لوگوں کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔ واللہ اعلم!

سورۃ الجن

یہ قرآن کریم کی ۷۲ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۴۰ پر ہے اس سورۃ میں ۲ رکوع ۲۸ آیات ۲۸۷ کلمات اور ۱۱۲۶ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی ابتداء ہی میں جنات کی ایک جماعت کے متعلق بتلایا گیا کہ انہوں نے قرآن سنا اور اس پر ایمان لائے اور پھر اپنی قوم میں جا کر ایمان و اسلام کی تبلیغ کی اس واقعہ کے ذکر کی بناء پر اس سورۃ کا نام سورۃ الجن متعین ہوا۔

ربط:

سورۂ سابقہ میں قصۂ کفر سے ترہیب تھی کفار کے ایمان نہ لانے پر اس سورۃ میں جنات کے ایمان لانے سے ترغیب ہے۔ کفار معاصرین کو ان امور پر ایمان لانے کی اس طور پر کہ ناری الاصل باوجود علو و غلو کے ایمان لائے تو ترابی الاصل

باوجود انحفاظ کے کیوں ایمان نہیں لائے ترغیب وترہیب کے اس تقابل سے دونوں سورتوں کا ربط ظاہر ہے۔

شان نزول:

اس سورۃ کے شان نزول میں امام احمد، ترمذی، بخاری مسلم وغیرہ کبار محدثین نے مختلف احادیث نقل کی ہیں جن کا خلاصہ و مطلب بمعہ اس تشریح کے جو کتب سیر میں ہے یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برسوں قریش مکہ کو سمجھایا اور دین حق کی دعوت دی اور ان کی سختیوں اور ایذاؤں کو بڑے استقلال سے برداشت کیا مگر من حیث القوم ان کا کفر پر اصرار رہا۔ آپ نے یہ خیال کر کے کہ چلو قریش مکہ ایمان نہیں لائے تو باہر کے لوگوں کو ہی نصیحت کی جائے اس غرض سے پہلے طائف تشریف لے گئے وہاں کے بااثر سرداروں سے ملاقات کی اور اسلام کی اعانت و نصرت کے سلسلہ میں گفتگو فرمائی مگر یہ طائف کے سردار انتہائی بدسلوکی کے ساتھ پیش آئے اور آپ کو شہر سے نکال دیا اور اوباشوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا اس طائف کے سفر میں دردناک اور انتہائی غمناک واقعات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آئے۔ الغرض ان طائف کے ظالموں نے طائف سے باہر جانے پر مجبور کیا تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عکاظ کا قصد فرمایا جہاں ایک بڑا بازار یا منڈی لگا کرتی تھی جہاں مختلف جگہوں اور قبیلوں کے لوگ باہم خرید و فروخت کیا کرتے تھے آپ راستہ میں مقام نخلہ میں ٹھہرے اور صبح کی نماز ادا فرمائی نماز میں جو قرآن پاک کی تلاوت فرمائی تو اس کو جنات کی ایک جماعت نے سنا جو اس تلاش اور جستجو میں گھومتے پھر رہے تھے کہ ان پر آسمانی خبریں بند ہونے کا سبب کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے

سرفراز ہونے سے جنات آسمان پر جاتے تھے اور آسمان والوں کی باتیں جو دنیا کی تدابیر سے متعلق ہوتیں ان کو چوری چپ کے سن آئے اور لوگوں سے بتلاتے تاکہ لوگ ان جنات کی غیب دانی کے معتقد ہوجائیں اور ان کی پرستش کریں اور کاہنوں کو جو عرب میں ان جنات کے خادم اور پجاری تھے نذرو نیاز لاکر دیویں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی بنا کر مبعوث فرمائے گئے تو جنات کا یہ نظام درہم برہم ہوگیا اور آسمان پر جانے سے جنات کو ممانعت ہوگئی اور فرشتے نگہبانی کو مقرر ہوگئے کہ جو جنات چوری چھپکے آسمان پر جانے کا قصد کریں ان پر آگ کے انگاروں سے مار پڑے تو جنات حیرت میں تھے کہ یہ کیا نظام الٹ پلٹ ہوگیا ہے۔ اس کے لئے جنات کی ٹولیاں مختلف ملکوں اور مقامات میں چکر لگاتی پھرتی تھی کہ ایک جماعت نو جنات کی مقام نخلہ میں جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں تلاوت قرآن فرمارہے تھے پہونچ گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سن کر ششدر رہ گئے اور بڑے غور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت سنتے رہے جب سن چکے تو کہنے لگے کہ واللہ یہ چیز ہے جس سے ہم کو اوپر رسائی نہیں ہوتی یہ اللہ کا کلام ہے اور اسی کی حفاظت کے لئے جنات کو اوپر سے باتیں لاکر کاہنوں سے کہہ دینے سے بند کردیا گیا ہے کہ کہیں جنات کوئی آیت سن کر اور اس میں کچھ ملا کر کاہنوں سے نہ کہہ دیں اور وہ لوگ قرآن کے برابر کلام بنانے کا دعویٰ نہ کر بیٹھیں الغرض وہ جنات خود بھی ایمان لے آئے اور اپنی قوم کو بھی جاکر ہدایت کی اس واقعہ کی خبر اللہ نے بذریعہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی اور یہ سورۃ نازل ہوئی۔

فائدہ:

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جنات کے متعلق ضروری چیزیں بیان کردی جائیں۔ لفظ جن کے معنی لغت میں پوشیدہ کے ہیں یہ بھی اور مخلوقات کی طرح اللہ کی ایک مخلوق ہے ان کی پیدائش آگ سے ہوئی جیسا کہ اول انسان حضرت آدم کی پیدائش مٹی سے ہوئی حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے زمین پر جنات موجود تھے انسانوں کی طرح اب یہ بھی احکام شرعیہ کے مکلّف ہیں چونکہ یہ عام طور پر انسانوں کی نظروں سے غائب رہتے ہیں اس لئے اکثر فلسفیوں اور نیچریوں دھریوں نے ان کے وجود کا انکار کیا ہے لیکن کسی چیز کا نظر نہ آنا یا اس کی کیفیت کا ہمیں معلوم نہ ہونا اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں ہے تمام ارباب مذاہب کے نزدیک جو کسی آسمانی مذہب کے قائل ہیں جنات کا وجود مسلم ہے اور قرآن کریم و آحادیث متواترہ کے نصوص جب صراحت کے ساتھ جنات کے وجود کو ثابت کر رہے ہیں اور بہت سی حدیثوں میں رویت جن کا ذکر بھی موجود ہے تو پھر کسی مسلمان کو ان کا وجود ماننے سے انکار کرنا ہرگز زیبا نہیں ہے۔ قادیانیوں نے جہاں قرآن میں جن کا لفظ آیا ہے اس سے انسان ہی مراد لئے ہیں جس کی وجہ سے ان کو جگہ جگہ گمراہ کن اور مضحکہ خیز تاویلات کرنی پڑیں۔ الغرض انسانوں کی طرح جنات میں بھی پیدائش اور موت اور مذکر و مؤنث اور نیک و بد اور کافر و مسلم کا سلسلہ جاری ہے۔

خلاصہ سورۃ:

اس سورۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا کہ جنات کی ایک جماعت نے قرآن سنا اور کہنے لگے کہ یہ عجیب کلام ہے جو نیک راہ دکھاتا ہے۔ پھر وہ

جماعت اس قرآن پر ایمان لے آئی اور شرک سے توبہ کرلی اور پھر اپنی قوم میں جا کر ایمان و اسلام کی دعوت دی پھر بتلایا گیا کہ انسانوں کی طرح جنات کا بھی یہی خیال تھا کہ اللہ کسی کو دوبارہ زندہ نہیں کرے گا۔ پھر مساجد کی حرمت کا بیان فرمایا گیا کہ مساجد اللہ کی عبادت کی جگہیں ہیں یہاں شرک کرنا بڑا گناہ ہے یہ غالباً خانہ کعبہ کی طرف اشارہ ہے کہ مشرکین نے اس میں بت رکھ کر اس کے احترام کو ٹھیس پہنچائی تھی پھر بتلایا گیا کہ رسول کا کام تبلیغ و دعوت دینا ہے ماننا نہ ماننا انسان کا اپنا کام ہے لیکن جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے پھر بتلایا گیا کہ عالم الغیب صرف خدا کی ذات ہے اسی بناء پر قیامت کا علم صرف اللہ کو ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ اپنے علم غیب میں سے جس رسول کو جس قدر مناسب سمجھتا ہے عطا فرماتا ہے یعنی رسالت کی تبلیغ کے لئے جتنی ضرورت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو اس قدر علم عطا فرماتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب!

سورۃ المزمل

یہ قرآن کریم کی ۷۳ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے نمبر ۳ پر ہے۔ اس سورۃ میں ۲ رکوع ۲۰ آیات ۲۰۰ کلمات اور ۸۶۴ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی ابتدا ہی "یا ایھا المزمل" کے خطاب سے ہوئی ہے اس لئے سورۃ کا نام مزمل قرار پایا مزمل لغت عرب میں اس شخص کو کہتے ہیں جو بڑے کشادہ کپڑے مثلاً چادر و کمبل وغیرہ کو اپنے اوپر لپیٹ لے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ نماز تہجد اور قرآن کریم کی تلاوت کے لئے جتنا اس وقت نازل ہوا تھا

رات کو اٹھتے تو ایک دراز کمبل اوڑھ لیتے تھے تاکہ سردی سے حفاظت رہے اور نماز کی حرکات میں کسی طرح کا حرج واقع نہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سورۃ میں مزمل کے خطاب سے مخاطب فرمایا گیا کہ اے کمبل یا چادر اوڑھنے والے۔ اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام مزمل مقرر ہوا۔

فائدہ:

علماء نے لکھا ہے کہ کمبل پوشی حضرات انبیاء علیہم السلام کا طریقہ رہا ہے خصوصاً حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کا اور ہمیشہ صلحاء کا یہ لباس رہا ہے اور اسی لئے اہل اللہ فقراء میں خرقہ پوشی کی ایک سنت جاری ہے اور یہ لباس اس بات کی علامت ہے کہ اس کے اوڑھنے والے نے اپنے مولیٰ کی عبادت کا التزام کیا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ اس سورۃ کا نام مزمل اس واسطے رکھا گیا کہ اس سورۃ میں خرقہ پوشی کے لوازمات اور اس کی شرطیں بیان فرمائی گئی ہیں۔ (۱) رات کے جاگنے میں بڑی کوشش کرنا اور قرآن کریم کو تہجد کی نماز میں پڑھنا کہ اپنے نفس کے ساتھ بڑا اجتہاد ہے رات کے وقت عبادت میں مشقت ہوتی ہے اور نفس پامال ہوتا ہے لیکن دل جمعی خوب ہوتی ہے۔ (۲) دن کو بھی ہر وقت اپنے مالک کی بندگی میں مشغول رہنا۔ (۳) حق تعالیٰ کے ذکر پر مداومت کرنا اور اس کے نام سے ہمیشہ اپنی زبان کو شادکام رکھنا۔ (۴) اللہ کے سوا سب علاقوں کو کاٹنا اور ترک کرنا (۵) ہر امر میں بھروسہ اور اعتماد اللہ پر کرنا۔ (۶) اللہ کی مخلوق کی ایذا اور ظلم کو سہنا۔ (۷) اہل دنیا کی صحبت سے احتراز کرنا لیکن ان کی خیر خواہی میں کمی نہ کرنا۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کمبل اوڑھنے والے ہیں اور آپ کے متعلق یہ سب

کام فرمائے گئے۔

ربط:

سورۂ سابقہ میں کفار کو امور ثلثہ توحید۔ رسالت و مجازاۃ پر ایمان لانے کی ترغیب تھی۔ اس سورۃ میں کفار کے ایمان نہ لانے پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تسلیہ ہے اور تقویت تسلیہ کے لئے آیت "فاصبر علیٰ ما یقولون و سبح بحمد ربک" نازل ہوئی اسی کے ساتھ آپ کو کثرت ذکر اور قیام لیل کا امر فرمایا گیا اور اس مجموعہ کے ضمن میں امور ثلثہ مذکورہ کا اثبات بھی ہے جس سے دونوں سورتوں کا ربط ظاہر ہے۔

شانِ نزول:

روایت میں آتا ہے کہ ابتدائے نبوت میں قریش مکہ نے دارالندوہ میں جمع ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مشورہ کیا کہ آپ کی حالت کے مناسب کوئی لقب آپ کے لئے تجویز کرنا چاہئے کہ سب اس پر متفق رہیں اور اسی نام کو لے کر مکہ سے باہر نکلیں اور وہ نام اطراف ملک میں مشہور ہو جائے۔ کسی نے کہا آپ کاہن ہیں پھر رائے قرار پائی کہ آپ کاہن نہیں ہے کسی نے مجنوں کہا پھر اس کو بھی آپس میں غلط قرار دے دیا پھر ساحر کہا اس کو بھی رد کر دیا اور بعض کہنے لگے کہ ساحر اس لئے درست ہے کہ آپ دوست کو دوست سے جدا کر دیتے ہیں۔ معاذ اللہ۔ آپ کو جب یہ خبر پہنچی تو رنج ہوا اور آپ رنج کی حالت میں کپڑا اوڑھ کر لیٹ گئے جیسا کہ اکثر سوچ و غم میں آدمی ایسا کر لیتا ہے اس پر حق تعالیٰ نے آپ کو "یا ایھا المزمل" سے خطاب فرمایا۔ اور آپ کی تسلی فرمائی کہ آپ ان کفار کی باتوں پر رنج نہ کریں۔

خلاصۂ سورۃ:

اس سورۃ میں آپ کو کفار کی باتوں پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا اور فرمایا گیا کہ آپ رات میں اٹھ کر اللہ کی یاد کیجئے اور تقریباً آدھی رات یا اس سے کچھ کم وبیش نماز پڑھئے اور جتنا قرآن پاک نازل ہو چکا ہے نماز میں خوب ٹھہر ٹھہر کر ایک ایک حرف الگ الگ کر کے پڑھئے اور اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ سب سے یکسو ہو کر اللہ کی طرف متوجہ رہا کریں کیونکہ اس کے سوا آپ کا اور اس سارے جہاں کا کوئی پالنے والا نہیں اس لئے اپنے سب کام اسی کے سپرد کیجئے اور یہ کفار ومشرکین جو باتیں آپ کی نسبت کہتے ہیں ان پر آپ صبر وتحمل کریں۔ پھر بتلایا گیا کہ یہ دنیا میں مگن رہنے والے اگر آپ کی بات نہیں سنتے اور الٹا ایذا پہنچاتے ہیں ان کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیجئے وہ ان سے خود نمٹ لے گا اور اس نے ان کی سزا کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے بس وقت آنے کی دیر ہے اور وہ قیامت کا دن قریب ہے جب کہ زمین اور پہاڑ زلزلہ سے لرز کر پاش پاش ہو جائیں گے اس کے بعد عام انسانوں سے خطاب کر کے فرمایا گیا کہ اللہ نے تمہارے پاس اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہاری ہدایت کے لئے بھیجا ہے جیسا کہ فرعون کے پاس اس کی ہدایت کے لئے رسول کو بھیجا تھا فرعون نے اللہ کے رسول کی بات نہ مانی اور وہ بری طرح تباہ ہوا اگر تمہیں دنیا وآخرت کی مصیبتوں سے بچنا ہے تو اس کی ایک صورت ہے کہ اللہ کے رسول کو مانو اور قرآن کی ہدایت کے موافق چلو ورنہ قیامت کا دن بڑا ہولناک ہے وہ ضرور آکر رہے گا۔ بہرحال یہ قرآن اللہ نے تمہارے سمجھانے اور یاد دلانے کے لئے بھیج دیا ہے اور اس میں بھلائی کی ساری باتیں سمجھا دی گئی ہیں اب جو چاہے اس راستہ کو اختیار کرے اور

اپنے رب کی رضا مندی حاصل کرے۔ آگے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا گیا کہ اے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے دیکھ لیا کہ آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے ہمارے حکم کی تعمیل کی اور راتوں کی عبادت میں لگے رہے کبھی دو تہائی رات کے قریب کبھی آدھی رات اور کبھی ایک تہائی نماز میں کھڑے کھڑے گزار دی سو اللہ تعالیٰ اب اس شب بیداری کے حکم میں تخفیف فرماتے ہیں۔ اب جتنا جس سے آسانی سے ہو سکے نماز و قرآن رات میں پڑھ لیا کرے اور اس تخفیف کی وجہ یہ ہے کہ اللہ جانتے ہیں کہ تم میں سے بعض کمزور بھی ہوں گے بعض روزی اور کمائی د فکر میں یا علم دین سیکھنے میں سفر کرتے ہوں گے۔ پھر کچھ لوگ خدا کی راہ میں جہاد کریں گے ان حالات میں پہلے حکم کی پابندی دشوار ہوگی اس لئے اس قیام لیل کے حکم میں تخفیف کی گئی مگر فرض نمازوں کا پابندی کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے اور جو کچھ کماؤ اس میں سے مفلسوں اور ناداروں کے لئے کچھ حصہ نکال دو اور حاجتمندوں پر حسب مقدور خرچ کرتے رہو اور یہ سمجھ لو کہ جو کچھ تم دوسروں کی مدد کے لئے خرچ کرو گے یہ گویا اللہ کو قرض دے رہے ہو جسے اللہ تعالیٰ بہت بڑھا چڑھا کر ادا کرے گا اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے رہا کرو وہ تمہارے قصور معاف کر دے گا کیونکہ وہ غفور الرحیم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سورۃ المدثر

یہ قرآن کریم کی ۷۴ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے نمبر ۴ پر ہے اس سورۃ میں ۲ رکوع ۵۶ آیات ۲۵۶ کلمات اور ۱۰۳۵ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی ابتداء ہی "یاایھا المدثر" سے ہوئی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدثر کہہ کر خطاب فرمایا گیا مدثر عرب میں اس شخص کو کہتے ہیں جو ایک لمبا چوڑا کپڑا اپنے پہنے ہوئے کپڑوں کے اوپر اوڑھ لے جیسے چادر، کمبل، رضائی لحاف وغیرہ جس سے سردی دور ہوسکے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ گھر آکر حضرت خدیجہؓ سے فرمایا کہ مجھے گرم کپڑا کمبل وغیرہ اوڑھا دو اور آپ کپڑا اوڑھ کر لیٹ گئے اس لئے آپ کو "یاایھا المدثر" سے خطاب فرمایا اور اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۂ مدثر قرار پایا۔

ربط:

سورۂ سابقہ میں آپ کا تسلیہ مقصود تھا اور انذار کفار تبعاً مذکور تھا اس سورۃ میں انذار کفار مقصوداً اور تسلیہ تبعاً ارشاد ہے یہی وجہ ہے کہ سورۃ سابقہ میں آیات تسلیہ زیادہ اور آیات انذار کم تھیں اور اس سورۃ میں آیات انذار زیادہ اور آیات تسلیہ کم ہیں اس تقریر سے ربط واضح ہے۔

شانِ نزول:

احادیث میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کا سلسلہ شروع ہوا تو غار حرا میں جہاں آپ خلوت میں عبادت کے لئے کئی کئی دن رات قیام فرماتے۔ سب سے پہلے ۳۰ ویں پارہ کی سورۂ علق کی ابتداء کی آیات نازل ہوئیں اس کے بعد کسی مصلحت وحکمت خداوندی سے کچھ عرصہ تک کوئی وحی نازل نہ ہوئی اس عرصہ کے بعد ایک مرتبہ دفعتہً ایک میدان میں ایک زور کی آواز آسمان کی طرف سے

سنائی دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر اٹھا کر اوپر دیکھا تو جبرئیل علیہ السلام اپنی اصل شکل و ہیئت میں ایک نورانی تخت پر آسمان و زمین کے درمیان بیٹھے ہیں یہ پہلی مرتبہ تجلی ملکوت جب آپ پر ظاہر ہوئی تو آپ کو ہیبت محسوس ہوئی اور آپ گھبرا کر گھر تشریف لے آئے اور حضرت خدیجہؓ سے فرمایا کہ مجھے گرم کپڑا کمبل وغیرہ اڑھا دو چنانچہ آپ کپڑا اوڑھ کر لیٹ گئے اسی حالت میں سورۂ مدثر کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں اور بقیہ سورۃ کا بعد میں نزول ہوا۔

خلاصہ سورۃ:

اس سورۃ کا خاص مضمون کفار و مشرکین کو قیامت و آخرت میں عذاب الٰہی سے ڈرانا ہے جس میں بتایا گیا کہ جو آیات الٰہی کی مخالفت و انکار کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تکبر اور عناد برتتے ہیں اور قرآن کی حقانیت سے منہ موڑتے ہیں ان کو آخرت میں جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ پھر جہنم کی حقیقت بتلائی گئی کہ وہ کیسی ہولناک ہے اور اس کے عذاب کتنے سخت ہیں اور جن فرشتوں کے ذمہ اس کا انتظام و انصرام ہے وہ کیسے سخت ہیں کہ وہ کسی کی رعایت نہ کریں گے اور نہ کسی پر رحم کریں گے۔ پھر بتلایا گیا کہ جہنم کوئی بے حقیقت یا معمولی چیز نہیں ہے بلکہ بڑے ڈر کی چیز ہے اور جب ان کفار سے جو جہنم میں داخل ہوں گے پوچھا جائے گا کہ تم کن وجوہ سے اس جہنم میں داخل ہوئے تو وہ کہیں گے کہ افسوس ہم دنیا میں ایمان لا کر نہ نماز پڑھنے والوں میں تھے اور نہ غریبوں اور مسکینوں کو کھانا کھلا کر ان پر رحم کرنے والوں میں سے تھے اور ہم ان لوگوں کے ساتھ تھے جنہوں نے دین کا مذاق بنا رکھا تھا اور ہم اس قیامت و آخرت کو جھٹلایا کرتے تھے یہی ہمارے جہنم میں داخل ہونے کی

وجوہات ہیں یہ تمام آخرت میں ہونے والے واقعات بتلا کر اخیر میں نصیحت سے اعراض کرنے والوں کو سمجھایا گیا کہ انہیں کیا ہوگیا کہ وہ نصیحت کی باتوں سے اس طرح بھاگتے ہیں جیسا کہ شیر سے ڈر کر گدھے بھاگتے ہیں۔ بہرحال تمام باتیں صاف صاف سب کو بتلادی گئیں اور سمجھا دی گئیں اب خواہ کوئی مانے یا نہ مانے مگر یہ حقیقت ہے کہ جس کے عذاب سے ڈرنا چاہئے وہ وہی خدا ہے جو لوگوں کے گناہوں اور خطاؤں کو معاف کردیتا ہے اگر اس سے معافی طلب کی جائے۔ اللھم اعف عنا!

سورۃ القیامۃ

یہ قرآن کریم کی ۷۵ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۳۱ ہے اس سورۃ میں ۲ رکوع ۴۰ آیات ۱۶۴ کلمات اور ۶۸۲ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی ابتداء ہی ''لا اقسم بیوم القیامۃ'' کے جملہ سے ہوئی یعنی قسم ہے قیامت کے دن کی تو اس سورۃ کی ابتداء قیامت کی قسم سے فرمائی گئی اور بعد میں بھی قیامت کے حالات اور قیامت کے ثبوت میں مختلف دلائل دیے گئے ہیں اس مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۂ قیامہ ہوا۔

ربط:

سورۃ سابقہ کے ختم کے قریب ارشاد ہے ''کلا بل لا یخافون الآخرۃ'' اور اس سے پہلے کچھ احوال آخرت بھی مذکور ہیں۔ اس سورۃ میں بھی آخرت کے احوال کی

تفصیل ہے اور تبعاً مقدمۂ آخرت یعنی موت کے وقت کا بھی حال مذکور ہے جس سے دونوں سورتوں کا ربط ظاہر ہے۔

شان نزول:

روایت میں ہے کہ ایک کافر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ تم جو ہم کو قیامت آنے سے ڈرایا کرتے ہو تو اس کا کچھ حال تو بیان کرو تاکہ میں سنوں اور دیکھوں کہ میری عقل میں قیامت کا وقوع آتا ہے یا نہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ قیامت کا حال اس سے بیان فرمایا کہ جتنے مردہ ہیں سب اس دن زندہ کئے جاویں گے اور جو کچھ دنیا میں کیا ہے اس کا حساب دینا پڑے گا۔ اس پر اس بدنصیب نے کہا کہ یہ ایسی بات ہے کہ اگر میں اپنی آنکھ سے بھی دیکھ لوں تو بھی یقین نہ کروں اور یوں کہوں کہ یہ سب نظر بندی اور خیالات ہیں۔ حقیقت کچھ نہیں کیا ہزاروں سال کے مردوں کی ہڈیاں جو تمام جہاں میں پھیل چکی ہوں گی ان کو خدا جمع کر کے زندہ کرے گا۔ اس پر یہ سورۃ اس کافر کے وقوع قیامت کو بعید اور محال جاننے کے رد میں نازل ہوئی۔

خلاصۂ سورۃ:

اس سورۃ کا خاص مضمون اثبات قیامت ہے اور ان لوگوں کو خبردار متنبہ کرنا ہے جو قیامت کے قائل نہیں اور دنیا ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں ان کو بتلایا گیا کہ قیامت کا دن بڑے معرکہ کا دن ہے وہ ضرور آ کر رہے گا اس میں انسان کو ذرا شک و شبہ نہ کرنا چاہئے انسان یہ گمان کرتا ہے کہ جو مر گیا اور اس کی ہڈیاں گل سڑ گئیں تو خدا ان کو دوبارہ جمع ہی نہیں کر سکتا حالانکہ اللہ اس پر پوری طرح قادر ہے کہ وہ گلی سڑی ہڈیوں کو

جوڑ کر پھر دوبارہ انسان کو جیتا جاگتا کھڑا کردے۔ پھر بتلایا گیا کہ جب قیامت آئے گی تو انسان مارے گھبراہٹ کے جائے پناہ تلاش کرے گا مگر منکرین قیامت کو کہیں جگہ نہیں ملے گی اور اس دن انسان اپنے اعمال کا پھل ونتیجہ دیکھے گا لہٰذا منکرین کو چاہئے کہ وہ قیامت کے ماننے میں حیلہ و بہانہ نہ کریں بلکہ اس دن کی آفتوں سے بچنے کی تیاری کریں اور تیاری خدا کو ماننا اور اس کے احکام کو بجالانا ہے۔ اور یہ احکام سب قرآن میں بتلادئے گئے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا ہے۔ آگے بتلایا گیا کہ منکرین قیامت کے انکار کی اصل وجہ یہ ہے کہ لوگ دنیا کے فائدوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور فوری فوائد کے خواہشمند ہیں اس لئے آخرت سے غافل ہیں۔ انسان اتنا تو جانتا ہے کہ اسے ایک دن موت سے ضرور واسطہ پڑنا ہے نہ اس سے کوئی خود بچ سکتا ہے نہ دوسرے کو بچا سکتا ہے بس یہی وہ وقت ہے جب آخرت کی طرف روانگی شروع ہوجائے گی اور آدمی اپنے رب سے ملنے کے لئے ہانک دیا جائے گا لہٰذا انکار آخرت کا خیال بالکل غلط ہے۔ انسان خود اپنی ہستی اور طریقہ پیدائش کو دیکھے کہ کس طرح ایک قطرۂ ناپاک سے اللہ تعالیٰ نے اسے ٹھیک ٹھاک انسان ماں کے پیٹ میں بنایا پھر مذکر یا مؤنث بنا کر پیدا فرمایا تو جو قدرت والی ذات انسان کو پہلی بار پیدا کرسکتی ہے کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ مردوں کو پھر دوبارہ قیامت میں زندہ کرکے کھڑا کردے اور یقیناً ایسا ہی ہوگا۔ واللہ اعلم!

سورۃ الدہر

یہ قرآن کریم کی ۷۶ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۹۸ ہے۔ اس سورۃ میں ۲ رکوع ۳۱ آیات ۲۴۶ کلمات اور ۱۰۹۹ حروف ہیں یہ

سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی پہلی آیت میں لفظ دہر آیا ہے جس کے معنی ہیں زمانہ دراز یا طویل مدت اس سے سورۃ کا نام ماخوذ ہے۔ نیز اس سورۃ کا نام دہر اس واسطے بھی ہے کہ اس سورۃ کے شروع میں دہر کے باطل عقیدہ کا ذکر فرمایا گیا ہے دہر کے باطل عقیدہ رکھنے والے جن کو دہریہ کہا جاتا ہے ان کے باطل عقیدہ کا حاصل یہ ہے کہ اس جہاں میں کچھ تجددات اور انقلابات ہو رہے ہیں سب گردش زمانہ اور آسمان کے ستاروں کے تاثرات سے ہوتے ہیں بعض وضع و حالت دن رات میں تبدیلی ہو جاتی ہے بعض مہینہ میں بعض برس میں اور بعض زمانۂ دراز میں انقلابات عظیمہ رونما ہو جاتے ہیں آبادیاں جنگل سے اور جنگل آبادیوں سے خشکی تری سے اور تری خشکی سے تبدیل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح انسان و حیوان پیدا ہوتے ہیں اور جو پیدا تھے وہ مٹ جاتے ہیں اور ایک نوع بدل کر دوسری نوع بن جاتی ہے تو اس سورۃ میں اس دہر کے باطل عقیدہ کا رد فرمایا گیا ہے اور توحید کا ثبوت کیا گیا ہے۔

فائدہ:

اس سورۃ کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث و مفسر دہلوی نے لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اس سورہ کا دوسرا رکوع بلاشبہ مکی ہے البتہ پہلے رکوع میں احتمال ہے کہ مدنی ہے۔

ربط:

سورۂ سابقہ میں زیادہ تر مجازات کا اثبات اور کچھ مجازات کی تفصیل تھی اس

سورۃ میں زیادہ تر مجازات کی تفصیل ہے جس میں ترغیب کے لئے جزائے ایمان کا بیان ہے اور اول و آخر میں اس کا کچھ امکان و اثبات ہے اس کے ساتھ ساتھ انسان کا مکلف ہونا بھی ارشاد ہے اور چونکہ کفار کے انکار مجازات سے آپ کو رنج ہوتا تھا اس لئے آپ کی تسلی بھی فرمائی گئی۔

خلاصۂ سورۃ:

اس سورۃ میں انسان کو بتایا گیا کہ ایک زمانہ اس پر ایسا بھی گزرا کہ جس میں اس کا نام ونشان بھی نہ تھا پھر اللہ نے اسے اپنی قدرت سے رحم مادر میں بنایا اور اسے سننے اور دیکھنے کی قوتیں عطاء فرمائی ارادہ و اختیار دے کر دنیا میں بھیجا تاکہ اس کی آزمائش کی جائے کہ وہ اپنی قوتوں سے کام لیتا ہے پھر اللہ نے اپنی کتابوں اور رسولوں کے ذریعہ آگاہ کردیا کہ اس دنیا میں کیا اس کے لئے مفید ہے اور کیا مضر ہے اب جو انسان اپنے اختیار و ارادہ سے اللہ کے بتلائے ہوئے مفید کاموں کو دنیا میں کرے گا اور اس کا شکرگزار بندہ بنے گا اسے آخرت میں چین و راحت کی دائمی زندگی نصیب ہوگی اور جو اللہ کی ہدایات کے موافق عمل نہیں کرے گا اسے آخرت میں نہایت تکلیف دہ اور دکھ بھری زندگی نصیب ہوگی اور طوق و زنجیروں میں جکڑ کر اسے جہنم کی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔ جنت کی دائمی نعمتیں انہیں نصیب ہوں گی جو دنیا میں اپنے فرائض کا ذمہ لیتے ہیں اور ان کو بحسن و خوبی ادا کرتے ہیں اور قیامت کی جواب دہی سے ڈرتے ہیں اور خوف کھاتے ہیں اور اللہ کی محبت میں محتاجوں یتیموں اور قید میں پھنسے ہوئے لوگوں کی مدد کرتے ہیں اور اپنے مال میں سے ان کو کھانا کھلاتے ہیں اور یہ کام محض اللہ کی رضا کے لئے کرتے ہیں ایسے لوگوں کو اللہ قیامت

کی آفات و پریشانیوں سے بچالے گا اور ان کے چہرے خوشی و مسرت سے تروتازہ ہوں گے۔ اور وہ شاہانہ لباس میں بادشاہوں کی طرح مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے اور وہاں جنت میں نہ گرمی کی تپش نہ سردی کی شدت ہوگی سرسبز و شاداب پھلوں سے لدے ہوئے باغات ہوں گے اور خدام ان کی خدمت کے لئے موجود ہوں گے جو طرح طرح کی کھانے اور پینے کی لذیذ چیزیں ان کو پیش کریں گے وہاں عجیب خوشگوار شربت کے چشمے ہوں گے الغرض جنتی کو نعمت ہی نعمت اور حکومت کی بڑی شان ہوگی اور ان کو بتلایا جائے گا کہ یہ سب بدلہ ہے دنیا میں تمہارے نیکو کار ہونے کا آگے بتلایا گیا کہ لوگوں کے ایسی بہشت اور جنت میں جانے کا طریقہ یہ ہے کہ دنیاوی زندگی میں کتاب وسنت کی پیروی کریں اور اللہ کے احکام کے مطابق زندگی بسر کریں اس کی حمد وثنا کرتے رہیں مگر اکثر لوگ آخرت سے غافل ہوکر دنیا کے سازو سامان سمیٹنے میں لگے ہوئے ہیں کیونکہ دیکھ رہے ہیں کہ یہاں دنیا میں ابھی ابھی مل جاتا ہے اور آخرت کس نے دیکھی ہے جب مرکھپ گئے اور مٹی میں مل گئے تو پھر کیسی دوبارہ زندگی۔ اس پر بتلایا گیا کہ انسان کو پہلے بھی اللہ ہی نے پیدا کیا اور جب وقت آئے گا تو پھر ان کو دوبارہ پیدا کر کے اٹھا دینا اس کو کیا دشوار ہے۔ بہرحال کسی پر زبردستی نہیں ہے اللہ نے قرآن بھیج کر کامیابی کا راستہ دکھلا دیا۔ اب جو چاہے اپنے رب کے راضی کرنے کا راستہ اختیار کرے لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسان کا چاہنا بھی جبھی ہوسکتا ہے جب اللہ چاہے اور وہ ہر ایک کے ظاہر و باطن سے خوب واقف ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ مصلحت کس کام میں ہے اس علم اور حقیقت شناسی کی رو سے وہ جسے چاہتا ہے ہدایت بخش کر اپنی رحمت میں داخل کرلیتا ہے اور جس کو چاہے کفر وظلم میں پڑا رہنے دیتا ہے جن کے لئے جہنم کا عذاب تیار ہے۔

سورۃ والمرسلات

یہ قرآن کریم کی ۷۷ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۳۳ پر ہے اس سورۃ میں ۲ رکوع ۵۰ آیات ۱۸۱ کلمات اور ۸۴۶ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورہ کی ابتداء ہی ''والمرسلات عرفاً'' سے ہوئی ہے اسی سے سورۃ کا نام ماخوذ ہے۔

ربط:

سورۃ سابقہ میں قیامت کا وقوع اور تفصیل اسباب و کیفیات مجازات مذکور تھی اس سورۃ میں بھی یہی مضمون ہے۔ بس اتنا فرق ہے کہ وہاں ترغیب کا مضمون تھا اور یہاں ترہیب کا مضمون ہے اسی وجہ سے اس سورۃ میں دس جگہ ''ویل للمکذبین'' مذکور ہے اور چونکہ متعلق تکذیب متعدد ہے اس لئے معنیً تکرار نہیں ہے۔

فائدہ:

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم منیٰ کے غار میں تھے جب یہ سورہ اتری حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تلاوت فرما رہے تھے اور میں یہ سن کر یاد کر رہا تھا ناگہاں ایک سانپ ہم پر کودا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے مارو ہم گو جھپٹے لیکن وہ نکل گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری سزا سے وہ بچ گیا جیسا کہ تم اس کی برائی سے محفوظ رہے۔ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورۃ

مکہ میں نازل ہونے والی ابتدائی سورتوں میں سے ہے۔

خلاصۂ سورۃ:

اس سورۃ کا مضمون بھی قیامت و آخرت ہے اور قسمیہ کلام کے ساتھ فرمایا گیا کہ قیامت ضرور واقع ہو کر رہے گی جب کہ پہلے ساری دنیا فنا و نیست و نابود ہو جائے گی۔ آسمان پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا پہاڑ فضا میں اڑتے پھریں گے پھر سب حساب و کتاب کے لئے دوبارہ زندہ کیے جاویں گے تمام رسول مقررہ وقت پر اپنی اپنی امتوں کو لے کر دوبارہ اللہ رب العزت کے حضور حاضر ہوں گے یہ سب باتیں قیامت کے دن کے لئے اٹھا کر رکھ دی گئی ہیں اور وہی فیصلہ کا دن ہے جس میں انسان کے اعمال کا فیصلہ ہوگا۔ اس لئے انسان کا کام یہی ہے کہ دنیا میں اللہ کو اس کی قدرت کاملہ کے نمونوں سے پہچانے جس نے انسان کو پیدا کیا زمین کو بنایا اور پہاڑوں سے اسے مضبوط کیا اور اس میں طرح طرح کی نعمتیں انسان کے لئے رکھ دی اور اگر انسان نے اللہ کی باتوں کو جھٹلایا اور اس کے رسولوں کی تکذیب کی تو ایسے منکر کو سخت سزا ملے گی جہنم میں اسے داخل کیا جائے گا یہاں آرام و راحت کی کوئی صورت نہ ہوگی بلکہ طرح طرح کے عذاب اور دکھ ہوں گے آگ کے بڑے اونچے اونچے شعلے اس میں نکل رہے ہوں گے اور اس دن کوئی عذر یا بہانہ نہ سنایا جائے گا اس لئے اس دن کے عذاب سے اگر بچنا چاہتے ہو تو اللہ کی فرمانبرداری اختیار کرو اس دن فرمانبردار بندے سرسبز باغات خوشگوار چشموں کے درمیان ہر طرح کی راحت و لطف اٹھا رہے ہوں گے کھانے پینے کے لئے ہر قسم کے میوے و پھل موجود ہوں گے اور ان سے کہہ دیا جائے گا کہ خوب کھاؤ پیو یہ اس کا بدلہ ہے کہ جو تم نے دنیا میں اللہ کی فرمانبرداری اختیار کی

لیکن اس دن ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کے احکام کو دنیا میں جھٹلایا تھا بری شامت آئے گی کہ ان کا یہ دنیوی عیش بس چند روزہ ہے۔ افسوس کہ ان لوگوں سے لاکھ کہا کہ اللہ کے آگے سر جھکاؤ اس کے احکام کو بجالاؤ مگر ان کے کان پر جوں نہیں رینگتی اس قدر صاف صاف اور واضح باتوں کے بعد اب انہیں کن باتوں کا انتظار ہے جنہیں یہ مانیں گے۔

سورۃ النباء

یہ قرآن کریم کی ۷۸ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۸۰ ہے۔ اس سورۃ میں ۲ رکوع ۴۰ آیات ۱۷۴ کلمات اور ۸۰۱ حروف ہیں۔ یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی ابتداء "عم یتسائلون عن النباء العظیم" سے ہوئی نبأ کے معنی خبر کے ہیں اور نباء عظیم کے معنی ہیں بڑی خبر چونکہ اس سورۃ میں قیامت کے وقوع کی خبر اور واقعات جزا وسزا کا بیان فرمایا گیا ہے جو کہ خبر عظیم ہے اس مناسبت سے اس کا نام سورۃ النباء مقرر ہوا۔

ربط:

اس سورۃ میں سورۃ سابقہ کی طرح قیامت کا امکان وقوع اور واقعات جزاء وسزا مذکور ہیں جس سے دونوں سورتوں کے درمیان ربط ظاہر ہے۔

شان نزول:

روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے بعد کفار اہل مکہ کو قیامت کی خبر دی کہ ایک دن وہ آنے والا ہے جس میں یہ دنیا بالکل ختم اور فنا کردی جائے گی اور پھر تمام انسان دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جاویں گے اور ان کو ان کے نیک و بداعمال کی سزا ملے گی نیک اعمال کی جزا میں لوگ جنت میں جائیں گے اور برے اعمال کی سزا میں جہنم میں ڈالے جاویں گے۔ جنت میں ہر طرح کا راحت و آرام ہوگا اور جہنم میں ہر طرح کے مصائب اور عذاب وتکالیف ہوں گے ان باتوں کو کفار مکہ سن کر استہزاء وانکار کے طور پر آپس میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہؓ سے سوال کرتے کہ ہاں صاحب وہ قیامت کب آئے گی اور اتنی دیر کیوں ہورہی ہے یہ کیونکر ہوگا کہ بوسیدہ ہڈیاں پھر زندہ ہوں گی منکرین قیامت کے ان سوالات اور تعجب پر اس سورۃ کا نزول ہوا۔

خلاصۂ سورۃ:

اس سورۃ کا مرکزی مضمون قیامت، حشر ونشر اور جزاء وسزا کے متعلق ہے۔ کفار ومشرکین جو قیامت وآخرت کے منکر تھے ان کے شک وتردد وانکار کی تردید فرمائی گئی اور پھر اللہ کی چند قدرتوں کے بیان کرنے کے بعد قیامت کے واقع ہونے کی دلیل دی گئی کہ جب اللہ رب العزت اپنی قدرت سے پانی کے ذریعہ مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے تو انسانوں کو زندہ کرنا اس کی قدرت کے لئے کیا مشکل ہے پھر قیامت کے دن کے کچھ احوال بیان فرمائے گئے کہ اس دن آسمان پھٹ جائے گا اور پہاڑ روئی کی طرح ہوا میں اڑے پھریں گے تو جب ایسی سخت اور مستحکم چیزوں کا یہ حال

ہوگا تو دوسری چیزیں کس شمار میں ہیں اور دنیا کی کوئی مضبوط سے مضبوط چیز کسی کو پناہ نہ دے سکے گی۔ پھر منکرین قیامت کے لئے جہنم کے سخت ترین عذابوں کا ذکر فرمایا گیا ان کے برخلاف جو لوگ دنیا میں اللہ سے ڈرتے رہے اور اس کے احکام کی پیروی کرتے رہے ان کے لئے جنت کی طرح طرح کی نعمتیں ہوں گی پھر قیامت کے دن اللہ کی جلال و بزرگی اور بڑائی کا حال بیان فرمایا گیا کہ اس دن بلا اجازت کسی کو زبان کھولنے کی ہمت نہ ہوگی اور فرشتے بھی صف بستہ کھڑے ہوں گے۔ اس دن انسان وہ سب کچھ دیکھ لے گا جو اس نے موت سے پہلے دنیا کی زندگی میں کیا ہوگا اس دن کفار و منکرین قیامت میں اپنی بدحالی کو دیکھ کر تمنا کریں گے۔ کاش وہ مٹی ہوتے اور عذاب آخرت سے بچ جاتے۔

سورۃ والنازعات

یہ قرآن کریم کی ۷۹ ویں سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۸۱ ہے۔ اس سورۃ میں ۲ رکوع ۴۶ آیات ۱۸۱ کلمات اور ۷۹۱ حروف ہیں۔ یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کا پہلا لفظ والنازعت ہے جس کے معنی ہیں قسم ہے کھینچنے والوں کی اکثر مفسرین نے وہ فرشتے مراد لئے ہیں جو کافروں کی جان سختی سے نکالتے ہیں۔ اسی ابتدائی لفظ کی مناسبت سے اس سورۃ کا نام نازعت ہے۔

ربط:

سورۃ سابقہ کی طرح اس سورۃ میں بھی واقعات اور "ءانتم اشد خلقا" میں اور "ھل اتاک" الآیہ میں مکذبین کی تخویف اور ان کی تکذیب پر آپ کا تسلیہ مذکور ہے۔

شانِ نزول:

ہٹ دھرم معاند اور ضدی کفار اپنی عقل کے آگے فرمودۂ خلاق عالم کو کچھ بھی خیال میں نہ لاتے تھے۔ حالانکہ قیامت کا حادثہ بار بار ان کو قرآن سے سنایا جاتا تھا اور قدرت خداوندی نے ان کو آشنا کرایا جاتا تھا مگر وہ معاند کفار جب بھی کہتے یہی کہتے کہ ہماری سمجھ میں تو قیامت کا آنا ٹھیک معلوم نہیں ہوتا اس لئے اس سورۃ کو نازل فرما کر بتاکید اثبات قیامت فرمایا۔

خلاصۂ سورۃ:

اس سورۃ کا اصل مضمون آخرت و قیامت سے متعلق ہے قرآن کریم کی نظر میں انسان کی تمام بڑی خرابیوں کی جڑ آخرت کا انکار یا اس سے غفلت ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کی دعوت کا ایک بڑا حصہ ثبوت آخرت اس کے مناظر و حالات اور وہاں پیش آنے والے واقعات سے متعلق ہے یہ سورۃ اس مکی دور میں نازل ہوئی جب کفار مکہ کو دوبارہ زندہ ہونے اور آخرت کے قائم ہونے سے بڑا تعجب ہو رہا تھا اور وہ اس حقیقت کو ماننے کے لئے تیار نہ تھے اس سورۃ میں قسمیہ کلام کے ساتھ فرمایا گیا کہ قیامت ضرور آئے گی اور جس روز آئے گی تو زمین پر لگاتار زلزلے آئیں گے اور دنیا کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا اس دن دل لرز رہے ہوں گے آنکھیں جھکی ہوئی

ہوں گی یہ منکرین آج یقین نہیں کرتے بلکہ یوں کہتے ہیں کہ میاں مرجانے اور ہڈیاں گل سڑ جانے کے بعد کیا کوئی زندہ ہوا ہے یہ کوئی عقل میں آنے والی بات ہے۔ ہم تو اس کو نہیں مانتے کہ اس زندگی کے بعد کوئی دوسری بھی زندگی ہے چنانچہ ایسے لوگوں کے لئے فرعون کا ذکر کیا گیا کہ پچھلی تاریخ گواہ ہے کہ خدا کے باغیوں اور حق کے مخالفوں کو بڑی بڑی سزائیں بھگتنا پڑیں اور بتلایا گیا کہ فرعون باوجود اپنی انتہائی طاقت وقوت وحکومت وسلطنت کے اس کو کس طرح منہ کی کھانی پڑی اور وہ کس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں ناکام رہا اس کو انکارِ حق کی یہ سزا ملی کہ سمندر میں اپنے لاؤ لشکر سمیت ڈوب کر ہلاک ہوا اور آخرت میں عذاب جہنم علیحدہ اس کے لئے تیار ہے۔ اس واقعہ سے منکرین کو سمجھایا گیا کہ وہ فرعون کے انجام سے عبرت حاصل کریں اور آخرت و قیامت کے منکر نہ بنیں جس قدرت والے خدا نے اتنا بڑا عظیم الشان آسمان بنا کر کھڑا کر دیا اور زمین و پہاڑ، میدان چاند سورج پیدا کئے تو اس کے نزدیک دوبارہ انسانوں کو پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔ اخیر میں بطور قطعی فیصلہ کے سنایا گیا کہ جس نے دنیا میں اللہ اور اس کے رسول کے فرمان و احکام کو نہ مانا اور سرکشی و بناوٹ کی اور دنیاوی زندگی کا متوالا بنا رہا تو اس کا ٹھکانا مرنے کے بعد جہنم ہے۔ اس کے برخلاف جو دنیا میں اللہ سے ڈرا اور ڈر کر گناہوں اور نافرمانیوں کو اس نے چھوڑ دیا تو ایسے شخص کا ٹھکانہ مرنے کے بعد جنت ہے لہٰذا یہ لوگ قیامت کو بعید نہ سمجھیں جس روز یہ اسے دیکھیں گے تو یہ خیال کریں گے کہ وہ دنیا میں صرف ایک صبح یا ایک شام رہے یعنی اس وقت قیامت کو اتنا جلد آنے والا خیال کریں گے مگر پھر اس وقت کا سمجھنا کچھ کام نہ آئے گا۔

سورۂ عبس

یہ قرآن کریم کی ۸۰ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۲۴ ہے اس سورۃ میں ارکوع ۴۲ آیات ۱۳۳ کلمات اور ۵۵۳ حروف ہیں۔ یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی ابتداء "عبس و تولی" سے ہوئی عبس کے معنی ہی اس نے تیوری چڑھائی وہ ترش رو ہوا وہ چیں بجبیں ہوا چونکہ اس سورۃ کے نزول کا سبب ہی عبوس تھا جیسا کہ شان نزول سے معلوم ہوگا۔ اس لئے اس سورۃ کا نام ہی عبس مقرر ہوا۔

ربط:

پہلی سورۃ کی طرح اس سورۃ میں بھی قیامت کا مضمون زیادہ ہے اگرچہ اور مضامین بھی مذکور ہے۔ مگر مضمون قیامت سے دونوں سورتوں میں ارتباط ظاہر ہے۔

فائدہ:

اس سورۃ کا ایک نام سورۃ السفرۃ اور ایک نام سورۃ الاعمیٰ بھی ہے۔

شان نزول:

روایت میں ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں تشریف رکھتے تھے اور آپ کے پاس سرداران قریش و روسائے مشرکین جیسے عتبہ بن شیبہ اور ربیعہ بن شیبہ ابوجہل بن ہشام امیہ بن خلف وغیرہ بیٹھے تھے اور آپ ان کو

دین اسلام کی خوبی اور شرک و بت پرستی کی برائی سمجھا رہے تھے اور کمال توجہ سے ان کے ساتھ باتوں میں مشغول تھے اتنے میں ایک نابینا صحابی ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور قطع کلام کر کے اپنی طرف متوجہ کرنے لگے اور کہنے لگے یا رسول اللہ فلاں آیت کس طرح ہے۔ آنحضرت صلیٰ اللہ علیہ وسلم کو اس بے وقت و بے محل سوال سے ناگواری ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف التفات نہ فرمایا اس حال میں اس سورۃ کی یہ ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔ روایت میں آتا ہے کہ جوں جوں آپ حضرت جبرئیل کی زبان سے ان آیات کو سنتے جاتے تو آپ خوف زدہ ہوتے جاتے یہاں تک کہ "کلا انها تذکرہ" جب آپ نے سنا تو آپ سمجھ گئے کہ یہ خفگی محض نصیحت کے واسطے ہے۔ ازراہ مہربانی وعنایت ہے ان آیات کے نزول کے بعد آپ حضرت ابن ام مکتوم کے گھر تشریف لے گئے ان سے اپنا عذر بیان فرمایا اور ان کو لے کر گھر تشریف لائے اور اپنی چادر مبارک بچھا کر اس پر ان کو بٹھایا اور ہمیشہ ان کا اکرام فرماتے رہے۔

خلاصہ سورۃ:

ابتداء میں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کے واقعہ کا ذکر فرمایا گیا اس کے بعد ہدایت فرمائی گئی کہ جو طالب صادق بن کر حاضر خدمت ہو اور دین کو اخلاص کے ساتھ حاصل کرنا چاہے ایسا شخص التفات اور توجہ کا مستحق ہے بہ نسبت ان مغرور اور متکبر اشخاص کے جو اپنے غرور شیخی کی وجہ سے حق کی پرواہ نہیں کرتے ایسے لاپرواہ اور متکبروں کے اسلام قبول کر لینے کی فکر میں اس قدر انہماک کی ضرورت نہیں کہ سچے طالب آپ کی توجہ سے محروم رہ جائیں۔ اس کے بعد قرآن کریم کی بڑائی بیان فرمائی

گئی کہ یہ نعمت عظمیٰ اللہ نے محض اپنے فضل سے اپنے بندوں کے لئے اتاری ہے تو چاہئے کہ اس کی طرف پوری توجہ کی جائے پھر مغرور انسانوں کے غرور کو باطل کرنے کے لئے بتلایا گیا کہ انسان ایک نہایت ہی حقیر چیز یعنی قطرہ منی سے پیدا کیا گیا پس جب انسان کی اصل قطرہ منی ہے تو اس کو کہاں زیب دیتا ہے اور یہ انسان کی نہایت درجہ کمینہ حرکت ہے کہ اسقدر محتاج و بے بس ہونے کے باوجود اپنے منعم حقیقی کا شکر ادا نہ کرے اور احسان فراموش ہو اس کے بعد حق تعالیٰ نے اپنی چند ظاہری نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے جن کے بغیر انسان کی زندگی ممکن نہیں تاکہ یہ نعمتیں حق شناسی اور ایمان کا باعث ہوں اس کے بعد قیامت کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ اس وقت ان کفار کو ناشکری کا مزہ معلوم ہو جائے گا اس دن نفسی نفسی کا عالم ہوگا خواہ دنیا میں کسی کا کوئی کیا قریبی و عزیز ہوگا اس دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا ماں باپ بیوی حتیٰ کہ اولاد سب آنکھیں پھیرلیں گے اس دن صرف اعمال رفیق ہوں گے جن لوگوں کے پاس اعمال صالحہ ہوں گے وہ اس دن ہشاش بشاش ہوں گے اور فاسق و فاجر اور کافر و منکر اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے ظلمت میں ڈوبے ہوئے ہوں گے اور ان کے چہروں پر کدورت اور سیاہی چھائی ہوئی ہوگی۔ خلاصہ یہ کہ اس سورۃ میں انسان کی ابتدائی حالت حیٰوۃ و ممات اور آخرت کی کیفیت اور جزا و سزا کا نقشہ مختصر اور دلکش پیرایہ میں ذکر کیا گیا ہے۔

سورۃ التکویر

یہ قرآن کریم کی ۸۱ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۷ ہے۔ اس سورۃ میں ا رکوع ۲۹ آیات ۱۰۴ کلمات اور ۴۳۶ حروف ہیں یہ سورۃ

مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی ابتداء "اذا الشمس کورت" سے ہوئی کہ جب سورج لپیٹ دیا جائے گا یعنی وہ بے نور ہو جائے گا۔ اسی جملہ سے سورۃ کا نام ماخوذ ہے۔

ربط:

اس سورۃ میں بھی قیامت کے واقعات کا بیان کرنا مقصود ہے اور آخر میں قرآن کریم کی حفاظت کا تذکرہ ہے تا کہ لوگ قیامت کی تیاری کریں۔

فائدہ:

صحیح حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص چاہے کہ قیامت کے دن کو دنیا میں آنکھوں سے دیکھے تو اس کو چاہئے کہ وہ یہ تین سورتیں پڑھے اذا الشمس کورت، اذا السماء انفطرت، اذا السماء انشقت ایک روایت میں ہے کہ ایک روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر اس قدر جلد بڑھاپے کے آثار کیوں ظاہر ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ان پانچ سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔ سورۂ ہود، سورۂ واقعہ، سورۂ والمرسلات، سورۂ عم یتسائلون اور سورۂ اذا الشمس کورت۔ ان سورتوں میں منکرین اور مخالفین پر عذاب الٰہی کا ذکر ہے مجھ کو اس کے سننے سے اپنی امت کا غم ہوتا ہے اور غم کی خاصیت یہ ہے کہ آدمی کو بوڑھا کر دیتا ہے۔

خلاصۂ سورۃ:

اس سورۃ کا مرکزی مضمون آخرت پر ایمان لانے کی دعوت دینا ہے اور آخرت پر یقین یہ اسلام کی جان ہے قرآن میں بار بار اس کا ذکر آتا ہے تاکہ مؤمن کے ذہن سے کسی وقت آخرت کا تصور اوجھل نہ ہونے پائے۔ اس سورہ میں قیامت و آخرت کے مناظر نہایت مؤثر انداز میں بیان فرمائے گئے۔ بتلایا گیا ہے کہ دنیوی زندگی ناپائیدار ہے اور یہ کارخانۂ عالم ایک دن درہم برہم ہوکر فنا ہونے والا ہے کائنات کا یہ سارا نظام الٹ پلٹ ہوجائے گا اور خدا کی عدالت میں سب کو حاضر ہونا ہے جب کہ انسانوں کے تمام اعمال کی پوچھ گچھ ہوگی اور اس کے نتیجہ میں انسانوں کا گروہ دو حصوں میں بٹ جائے گا ایک وہ جن کے لئے جنت ہوگی دوسرے وہ جن کے لئے جہنم ہوگی۔ اب وہ کفار و منکرین جو قیامت اور آخرت کا مذاق اڑاتے ہیں ان کو قسمیہ کلام کے ساتھ بتلایا گیا کہ تم سے جو اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کہہ رہے ہیں یہ عین حقیقت کے مطابق ہے ان باتوں میں نہ کسی جنون کو دخل ہے اور نہ شیطانی اثر کو یہ سب باتیں دو جہاں کے مالک کی طرف سے ہیں اور بالکل سچ ہیں جو اس کی ہدایت پر چلے گا اسے آخرت میں جنت ملے گی اور جو نہیں مانے گا اسے جہنم میں جانا پڑے گا۔ یہ قرآن سارے جہان والوں کے لئے نصیحت ہے جو سیدھی راہ چلنا چاہے اس سے فائدہ اٹھالے۔

سورۃ الانفطار

یہ قرآن کریم کی نمبر ۸۲ کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول اس کا ۸۲ ہے۔ اس سورۃ میں ارکوع ۱۹ آیات ۸۰ کلمات ۳۳۴ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی ابتداء "اذا السماء انفطرت" سے ہوئی ہے یعنی جب آسمان پھٹ جائے گا انفطار کے معنی پھٹ جانے کے ہیں۔ اس سورۃ میں قیامت کے دن آسمان کے پھٹ جانے کا ذکر ہے اس مناسبت سے سورۃ کا نام سورۂ انفطار ہوا۔

ربط:

اس سورۃ میں سابقہ سورۃ کی طرح قیامت ومجازاۃ کا بیان ہے اور درمیان میں غفلت پر تنبیہ ہے جس سے ماقبل سے اس کا ربط واضح ہے۔

خلاصہ سورۃ:

اس سورۃ کا بھی مرکزی مضمون قیامت وآخرت اور وہاں کی جزا وسزا سے متعلق ہے اس دنیا میں انسان کی اصلاح کے لئے قیامت وآخرت پر ایمان لانے کی اسلام کی نظر میں بڑی اہمیت ہے اس لئے قرآن کریم کثرت سے قیامت وآخرت کا ذکر کرتا ہے اور بار بار وہاں کے حالات کا نقشہ پیش کرتا ہے تاکہ انسان کو اس حقیقت کا پورا یقین ہوجائے اور یہ وہ اچھی طرح سمجھ لے کہ ایک دن ایسا آنا ہے جب کہ دنیا کا یہ سارا نظام درہم برہم ہوکر ازسر نو ترتیب دیا جائے گا اس دن انسان کے اچھے برے اعمال سب سامنے رکھ دیئے جاویں گے اگر کسی کے ذہن میں اعمال کی جزا وسزا کا یقین نہ ہو تو انسان اس دنیا ہی کی لذت اور عیش وآرام کا فریفتہ ہوکر اپنے پیدا کرنے والے اور منعم حقیقی کو نہ صرف بھول جاتا ہے بلکہ اس کا نافرمان اور باغی ہوجاتا ہے۔ چنانچہ اس سورۃ میں پہلے قیامت کے بعض حالات کی طرف اشارہ ہے پھر فرمایا

گیا کہ یہی وہ دن ہوگا جب ہر شخص کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ دنیا میں اس نے جو کچھ کیا تھا اس کا انجام کیا ہوا۔ پھر انسان کو غفلت پر تنبیہ کی گئی کہ یہ دنیا میں خود بخود نہیں آ گیا بلکہ اس کا پیدا کرنے والا ہے وہی اس کی پرورش کرتا ہے اور اس کے فرشتے ہر وقت اس کے پاس رہتے ہیں اور اس کے اقوال و افعال کا ایک تفصیلی ریکارڈ تیار کر رہے ہیں جو قیامت کے دن جانچا جائے گا اگر اس کے اعمال میں ایمان اور عمل صالح موجود ہے تو اس کا شمار نیک لوگوں میں ہوگا اور جنت میں داخل کرایا جائے گا جہاں وہ ہمیشہ آرام میں رہے گا اور جس کے اعمال نامہ میں ایمان اور عمل صالح نہ ہوگا وہ بدکار شمار ہوگا اور جہنم میں اس کا ٹھکانہ ہوگا جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ طرح طرح کے عذاب بھگتتے رہیں گے اس وقت ہر ایک کا فیصلہ اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہوگا اور وہاں صرف اللہ ہی کا حکم چلے گا۔ واللہ اعلم!

سورۃ التطفیف

یہ قرآن کریم کی ۸۳ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا شمار ۸۶ ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۳۶ آیات ۱۶۹ کلمات اور ۷۵۸ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی ابتداء میں "ویل للمطففین" آیا ہے جس کے معنی ہیں بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے۔ اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام المطففین یا سورۂ تطفیف ہوا۔

ربط:

اس سورۃ میں بھی سابقہ سورۂ کی طرح اعمال کے بدلہ کا بیان ہے اور ان میں سے بعض حقوق العباد سے تعلق رکھنے والے اعمال کو بیان فرمایا ہے بالخصوص ناپ تول میں کمی کرنا۔ لہٰذا مضمون مجازاۃ اس سورۃ اور سابقہ سورۃ میں مشترک ہے جس سے ربط ظاہر ہے۔

شان نزول:

مدینہ میں ایک شخص تھا جس کو ابو جہینہ کہتے تھے وہ اپنے پاس دو صاع رکھتا تھا ایک بڑا جس سے وہ دوسروں سے مال لیتا تھا اور ایک چھوٹا جس میں سے ناپ کر وہ بیچتا تھا اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

خلاصہ سورۃ:

اس سورۃ میں بعض اعمال و حقوق العباد جو فطرت کے مناسب تھے ان کو بیان کرنے کے بعد بتلایا گیا کہ جو لوگ حقوق العباد تلف کرتے ہیں ان کے لئے سخت سزا ہے کیونکہ حقوق العباد کے متعلق فرمایا گیا کہ ان کو کیا معلوم نہیں کہ ایک روز زندہ ہو کر خدا کے دربار میں سب اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ انسان جو کچھ کر رہا ہے اسے فرشتے برابر لکھ رہے ہیں جب وہ مر جائے گا تو اس کا اعمال نامہ ایک محفوظ جگہ رکھ دیا جائے گا وہ جگہ بدکاروں کے لئے سجّین اور نیکو کاروں کے لئے علّیین ہے پھر نیک و بد دونوں کے انجام کا مقابلہ کیا گیا اور تصویر کے دونوں رخ انسان کے سامنے رکھ دیئے گئے اب یہ فیصلہ کرنا اس کا کام ہے کہ وہ کس رخ پر اپنی زندگی کو ڈھالتا ہے۔
پھر تفصیل کے ساتھ نیک لوگوں کی ان نعمتوں کو ذکر فرمایا جو ان کو آخرت میں دی

جائیں گی تاکہ نیک اعمال کی رغبت ہو۔ اخیر میں منکرین کی اس روش کا ذکر ہے جو وہ مؤمنین کا مذاق اڑاتے ہیں ان کو بتلایا گیا کہ وہ وقت بھی آنے والا ہے جب یہ فیصلہ ہوجائے گا کہ کون احمق اور بیوقوف تھا اور کون اس قابل تھا کہ اس کی ہنسی و مذاق اڑایا جائے۔ اس طرح آخرت کے انجام کو نہایت مؤثر پیرایہ میں سامنے رکھا گیا۔ واللہ اعلم!

سورۃ الانشقاق

یہ قرآن کریم کی ۸۴نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا شمار ۸۳ ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۲۵ آیات ۱۰۸ کلمات اور ۴۴۸ حروف ہیں۔ یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی ابتداء میں لفظ اذ السماء انشقت واقع ہوا ہے کہ انشقاق کے معنی ہیں پھٹ جانا اس میں آسمان کے پھٹ جانے کا ذکر ہے۔ اس لئے اس سورۃ کا نام انشقاق ہوا۔

ربط:

مجازات اعمال کا مضمون سورۂ سابقہ اور اس سورۃ میں مشترک ہے جس سے تناسب ظاہر ہے۔

خلاصۂ سورۃ:

دوسری مکی سورتوں کی طرح اس سورۃ میں بھی ابتداءً قیامت کے بعض

حالات کا نقشہ کھینچا گیا اور اس حقیقت کو یاد دلایا گیا کہ ہر انسان اس دنیا میں جو کچھ کر رہا ہے اس کا بدلہ اسے آخرت میں ضرور مل کر رہے گا۔ اور دنیوی اعمال کے نتائج میں آخرت میں کامیابی اور ناکامی کے اس نقشہ کو سامنے رکھ دیا گیا ہے جو قرآن کی دعوت کی اصل روح ہے کہ آخرت میں جس کا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کامیاب و کامران ہوگا اور جس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو اس کو جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ انسان جس غفلت کی وجہ سے اس بربادی کا آخرت میں شکار ہوگا یعنی انکار آخرت اس پر اسے متنبہ کیا گیا۔ پھر بظاہر قدرت کی نیرنگیوں کو بطور دلیل کے پیش کر کے بتایا گیا کہ انسان کی حالت میں تبدیلیاں آتی ہیں اور یہ موجودہ حالات بھی لازماً بدلیں گے۔ دنیا کا موجودہ کارخانہ سب درہم برہم ہو جائے گا۔ قیامت ضرور آئے گی اور آج جو باتیں انسان کی سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں وہ سب سامنے آجائیں گی جب یہ حقیقت ہے تو کیا وجہ ہے کہ انسان اپنے حالات میں تبدیلی نہ کرے اور اپنے آپ کو اس حقیقی مالک کی اطاعت و فرمانبرداری میں نہ لگادے۔ اخیر میں کافروں اور مؤمنوں کے انجام کو مختصر الفاظ میں دہرایا گیا ہے۔

سورۃ البروج

یہ قرآن کریم کی ۸۵ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے نمبر ۲۷ پر ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۲۲ آیات ۱۰۹ کلمات اور ۴۷۵ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کا نام سورۂ بروج اس وجہ سے مقرر ہوا کہ اس میں آسمان کے برجوں کی قسم کھائی گئی ہے۔ بروج برج کی جمع ہے جس کے معنی قلعہ۔ مضبوط عمارت اور بلند عمارت کے ہیں۔ یہاں بروج سے مراد یا تو وہ بارہ بروج ہیں جن کو آفتاب ایک سال کی مدت میں طے کرتا ہے یا آسمانی قلعہ کے وہ حصہ ہیں جن میں فرشتے پہرہ دیتے ہیں یا بڑے بڑے ستارے مراد ہیں جو دیکھنے میں آسمان پر معلوم ہوتے ہیں۔

ربط:

اس سے قبل کی سورۃ میں کفار اور مؤمنین کی سزا و جزا کا ذکر تھا۔ اس سورۃ میں کفار کے مسلمانوں کے خلاف معاملات میں مسلمانوں کو تسلی دی جارہی ہے اور اس کے بعد کفار کو عذاب کی دھمکی دی گئی ہے۔

شان نزول:

آفتاب نبوت طلوع ہونے کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی دعوت عام لوگوں کو دینا شروع کی تو قریش مکہ کو یہ بات سخت ناگوار ہوئی چونکہ یہ ان کے قدیمی دین و دستور کے خلاف تھی جس کی وجہ سے انہوں نے مسلمان ہونے والے حضرات کو اپنے ظلم وستم کا نشانہ بنانا شروع کردیا اور کوئی جبر وتشدد ایسا نہ چھوڑا جس کا مظاہرہ مسلمانوں پر نہ کیا ہو۔ غریب مسلمانوں نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسلی دی اور فرمایا کہ عنقریب کفار کا زور ٹوٹ جائے گا اور یہ تمہارے آگے ذلیل و مغلوب ہوں گے۔ اس پر کفار تمسخر کرنے لگے

چنانچہ اللہ رب العزت نے کفار کو ان کے ظلم و ستم پر متنبہ کرنے اور مسلمانوں کو تسلی دینے کی خاطر یہ سورۃ نازل فرمائی۔

خلاصہ سورۃ:

اس سورۃ میں منکرین کے لئے سخت تنبیہ ہے اور ان کو برے انجام سے ڈرایا گیا ہے ساتھ ہی مسلمانوں کو تسلی دی گئی اور بتلایا گیا کہ جو لوگ ایمان والوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بناتے ہیں آخر کار وہ خود ہلاکت و بربادی سے دوچار ہوتے ہیں اور اس کے لئے تاریخی شہادت کے طور پر اصحاب الاخدود کا ذکر فرمایا اور فرعون اور اس کے لشکر اور قوم ثمود کا ذکر فرمایا جس سے کفار مکہ کو یہ جتلانا مقصود ہے کہ اللہ پر ایمان رکھنے والے مرد اور عورتوں کو صرف ان کے ایمان کی وجہ سے ستانا یہ ستانے والوں کی تباہی کا باعث ہوتا ہے وہ دنیا میں اگر بچ بھی گئے تو آخرت میں وہ جہنم میں جلیں گے اور جو ایمان والے صبر و تحمل کے ساتھ ایمان پر قائم رہتے ہیں وہ جنت میں داخل ہو کر ہمیشہ آرام کی زندگی گزاریں گے۔ منکرین کو بتلایا گیا کہ خدا کی گرفت بڑی سخت ہے وہ بڑی قدرت والا ہے اور مالک و مختار ہے اس کی گرفت سے بھاگ کر کہیں نہیں جاسکتے۔ اخیر میں بتلایا گیا کہ قرآن جو کچھ ہمیں پیش کر رہا ہے وہ بالکل حقیقت ہے۔ اس کے جھٹلانے سے قرآن کو کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا اس کی شان بہت بڑی ہے وہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے جہاں سے کسی کی مجال نہیں کہ اسے مٹا سکے۔

فائدہ:

اصحاب الاخدود یعنی خندق والے جنہوں نے بڑی بڑی خندقیں کھود کر آگ سے بھریں اور بہت سے ایندھن ڈال کر ان کو دہکایا اور ایمان والوں کو اس میں ڈالا وہ

ملعون و مغلوب ہوئے۔

کون تھے کس ملک اور کس زمانہ میں تھے ان کا مذہب کیا تھا اس سلسلہ میں مفسرین نے کئی واقعات ذکر کیے ہیں، ایک واقعہ نجران میں ہوا ایک مرتبہ شام میں ایک مرتبہ فارس میں بعض نے ایک مرتبہ حبشہ میں بھی نقل کیا ہے۔

تمام قصوں کا حاصل ایک ہی نکلتا ہے کہ نزول قرآن سے قبل ایک مشرک اور یہودی بادشاہ نے ایک حق پرست اور توحید الٰہی سے سرشار جماعت کو بت پرستی یا باطل پرستی پر مجبور کیا اور جب انہوں نے اس کے مطالبہ کو ٹھکرادیا تو ظالم اور جابر بادشاہ نے ان کو آگ میں جھونک کر زندہ جلا دیا مگر نتیجہ کے اعتبار سے حق پرست جماعت کے حصہ میں کامرانی اور ہمیشہ کی فلاح آئی اور ظالم و باطل کوش جماعت دنیا میں بھی خائب و خاسر ہوئی اور آخرت میں ابدی جہنم کی مستحق ہوئی۔ تو نزول قرآن کے وقت اہل عرب ان میں سے کسی واقعہ سے ضرور آگاہ ہوں گے اس لئے کفار مکہ کو یہ آیات سنائی گئیں۔

سورۃ الطارق

یہ قرآن کریم کی ۸۶ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا شمار ۳۶ ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۱۷ آیات ۶۱ کلمات اور ۲۵۴ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی ابتداء والسماء والطارق سے فرمائی گئی طارق کے معنی ہیں جو چیز رات کو نمودار ہو اس سے مراد روشن ستارے ہیں اس مناسبت سے اس سورۃ کا نام

الطارق ہے۔

ربط:

سابقہ سورۃ میں مؤمنین کی تسلی کے ساتھ کفار کو وعید کی گئی تھی اس سورۃ میں تحقیق وعید کے لئے اعمال کا محفوظ رہنا اور بعث کا امکان اور وقوع وبعث کی دلیل یعنی قرآن کریم کا حق ہونا مذکور ہے اور سورۂ سابقہ کے اخیر میں بھی حقیقت قرآن کا مضمون تھا۔ جس سے دونوں سورتوں کے درمیان ربط وتناسب واضح ہے۔

شان نزول:

لکھا ہے کہ ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابوطالب کے پاس بیٹھے تھے اچانک ایک تارا ٹوٹا اور آگ کا ایک شعلہ اس سے ظاہر ہوا۔ ابو طالب ڈرے اور پوچھا یہ کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ یہ ستارہ ہے جو آسمانوں سے شیطانوں کو ہنکاتا ہے اور یہ قدرت الٰہی کی نشانی ہے پس اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ سورۃ لے کر نازل ہوئے۔

خلاصۂ سورۃ:

اس سورۃ میں بتلایا گیا کہ دنیا میں جو کچھ انسان کرتا ہے اور جب وہ وقت آئے گا کہ قیامت قائم ہوگی تو اس کے سامنے اس کا اعمال نامہ پیش کر دیا جائے گا اور اگر اس کو قیامت میں شبہ ہوا اور اس کی سمجھ میں نہ آئے کہ مرنے کے بعد انسان پھر دوبارہ زندہ کر کے کھڑا کر دیا جائے گا۔ تو انسان اپنی پہلی پیدائش پر غور کرے کہ جس نے اسے ایک ناچیز قطرہ منی سے انسان بنا کر پیدا کر دیا یقیناً اسی طرح وہ خالق اسے دوبارہ بھی زندہ کر سکتا ہے پھر قیامت کے دن انسان کی وہ ساری باتیں جنہیں وہ

چھپ کر کیا کرتا تھا اور چھپا کر رکھا کرتا تھا وہ سب ظاہر ہو جائیں گی اور اس دن مجرموں کو سزا سے بچانے کے لئے کوئی حمایتی اور مددگار نہ ملے گا اور قیامت کے منکرین اپنے اعمال کے نتائج سے غافل ہو کر دین حق کی مخالفت میں جو دن رات جوڑ توڑ کر رہے ہیں اور اس طرح کی تدابیر کر رہے ہیں تو وہ یہ یاد رکھیں کہ حق تعالیٰ کی تدبیریں بھی کام کر رہی ہیں اور ظاہر ہے کہ اللہ کی تدبیروں کے آگے ان کے چھل بٹے اور تدبیریں نہ چل سکیں گی اور انہیں ان کے کیے کی سزا مل کر رہے گی۔ ہاں جو تھوڑے دنوں کی انہیں مہلت ملی ہوئی ہے وہ ملی ہوئی ہے۔ واللہ اعلم!

سورۂ اعلیٰ

یہ قرآن کریم کی ۸۷ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۸ ہے اس سورۃ میں ارکوع ۱۹ آیات ۷۲ کلمات اور ۲۹۹ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورہ کی ابتداء "سبح اسم ربک الاعلیٰ" سے ہوئی ہے یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ اور جو مومن آپ کے ساتھ ہیں اپنے پروردگار عالی شان کے نام کی تسبیح کیجئے۔ لفظ اعلیٰ کے معنی ہیں سب سے برتر۔ غالب، سب سے اوپر۔ عالیشان یہ اللہ کی ایک صفت ہے۔ اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام اعلیٰ ہوا۔

ربط:

سورۂ سابقہ میں مجازات آخرت کا ذکر تھا اس سورۃ میں بھی اصل مقصود یعنی

فلاح آخرت کا مقصود ہونا اور اس کا طریقہ تسبیح اور معرفت ذات وصفات وتزکیہ وذکر وصلوٰۃ ہے بتلانا مقصود ہے اور مقصودیت آخرت کی تقریر کے لئے دنیا کا فانی ہونا اور اس کا اضمحلال اور طریقہ فلاح کی تعلیم کے لئے امر تذکیر بالقرآن کا ارشاد ہے اور اسی کے قریب قریب غرض سے سورۂ سابقہ میں بھی حقانیت قرآن بیان کی گئی تھی جس سے دونوں سورتوں کا ربط ظاہر ہے۔

شان نزول:

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پے در پے قرآنی سورتیں نازل ہونا شروع ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں یہ خیال گزرا کہ میں خود پڑھا لکھا نہیں ہوں ایسا نہ ہو کہ ان میں سے کوئی چیز بھول جاؤں اس لئے اس سورۃ میں حق تعالیٰ سبحانہ نے آپ کی تسلی فرمائی کہ آپ نہیں بھولیں گے اسی واسطے حدیث شریف میں ہے کہ آپ اس سورۃ کو بہت محبوب رکھتے اور وتر کی پہلی رکعت اور عیدین وجمعہ میں اکثر پہلی رکعت میں یہ سورۃ اور دوسری رکعت میں سورۂ غاشیہ تلاوت فرماتے تھے۔

خلاصۂ سورۃ:

اس سورۃ میں پہلے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کا حکم دیتے ہوئے رب قدیر کی بعض قدرتوں اور ان انعامات کا بیان ہے جو انسان کی جسمانی اور روحانی تربیت کے لئے اللہ نے فراہم کئے ہیں۔ جس سے یہ تعلیم مقصود ہے کہ انسان اپنی پرورش اور تربیت کا احساس کر کے اپنے خالق اور رب کا شکر گزار بندہ بنے توحید ربانی کا اقرار کرے اور قرآنی ہدایت کے مطابق دنیوی زندگی بسر کرے اپنا تزکیہ نفس کرے اور اللہ کی مقرر کی

ہوئی عبادات کو بجالائے ایسے ہی لوگ آخرت میں کامیاب و بامراد ہوں گے لیکن جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اور دنیا ہی کی زندگی کو سب کچھ سمجھتے ہیں وہ ہرگز آخرت میں فلاح نہیں پاسکتے نتیجہ میں ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ یہی وہ پیغام ہے جو قرآن انسان کو پہنچاتا ہے اور یہی پیغام حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں موجود تھا اور سارے نبی اسی کی تبلیغ کرتے چلے آئے ہیں۔ واللہ اعلم!

سورۃ الغاشیہ

یہ قرآن کریم کی ۸۸ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا شمار ۶۸ نمبر ہے اس سورۃ میں ایک رکوع ۲۶ آیات ۹۲ کلمات اور ۳۸۴ حروف ہیں۔ یہ سورہ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی ابتداء ایک سوالیہ جملہ "ھل اتاک حدیث الغاشیۃ" سے ہوئی ہے کہ کیا آپ کو غاشیہ کی کچھ خبر پہنچی ہے۔ غاشیہ قیامت کو کہتے ہیں کیونکہ غاشیہ کا مفہوم ہے چھپا جانے والی سب کو ڈھانپ لینے والی ایک ایسی چیز جس کی پکڑ سے نہ بچ سکے تو اس لفظ غاشیہ کی مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۃ الغاشیہ مقرر ہوا۔

خلاصۂ سورۃ:

اس سورۃ کا مرکزی مضمون بھی یہی ہے کہ قیامت و آخرت ضرور ہوگی اور اس دنیا میں انسان نے جو کچھ کمایا ہوگا اچھا یا برا اس کی جزاو سزا اس کو وہاں ضرور ملنی

ہے اس سورۃ میں اولاً قیامت کی ہولنا کی کا ایک خاص منظر ایک خاص انداز میں پیش کیا گیا ہے اور بتلایا گیا ہے کہ جب قیامت کی ہولنا کی اچانک پیش آجائے گی کسی کو اتنی مہلت نہ ملے گی کہ وہ کسی بھی طرح اس کا مقابلہ کر سکے اس وقت انجام کے اعتبار سے تمام انسان دو گروہوں میں بٹ جائیں گے ایک گروہ کے حصہ میں ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہ ہوگا اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا جہاں کی مصیبتوں اور عذابوں کا تصور نہیں کیا جاسکتا ان اہل جہنم کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا اور کانٹوں دار گھاس کھلائی جائے گی۔ جس سے نہ بھوک دور ہوگی نہ جسم کو کوئی فائدہ حاصل ہوگا، دوسرا گروہ وہ ہوگا جو اس دن خوش وخرم ہوگا ان کے چہرے بشاشت اور خوشی سے دمک رہے ہوں گے انہوں نے دنیا میں جو کچھ اللہ کی خوشی کے لئے کیا تھا اس کے نتائج دیکھ کر خوش ہو رہے ہوں گے اور انہیں وہاں جنت کا وہ عیش و آرام نصیب ہوگا جس کا اس وقت تصور نہیں کیا جاسکتا اس کے بعد انسانوں کو توجہ دلائی گئی کہ وہ اللہ کی مخلوقات کو دیکھ کر اس کی قدرت وحکمت کا اندازہ کریں اور اس کی معرفت و بندگی حاصل کریں۔ اخیر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ آپ ان منکرین کے انکار پر غم نہ کریں آپ کا کام تو سیدھی راہ کی طرف دعوت دینا ہے وہ آپ کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے وہ اپنے انجام کے خود ذمہ دار ہوں گے اور اپنے کیئے کی سزا بھگتیں گے ہر شخص کو آخر لوٹ کر اللہ کی طرف جانا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے اس کا حساب لیں گے۔ واللہ اعلم!

سورة الفجر

یہ قرآن کریم کی ۸۹ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۱۰ ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۳۰ آیات ۱۳۷ کلمات اور ۵۸۳ حروف ہیں۔

یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورہ کی ابتداء لفظ والفجر سے ہوئی ہے فجر صبح کی روشنی پھوٹنے کو کہتے ہیں۔ اس میں باری تعالیٰ نے اس وقت کی قسم کھائی ہے اسی مناسبت سے اس سورۃ کا یہی نام مقرر ہوا۔

ربط:

سورۂ سابقہ کا مضمون مؤمنین اور کفار کی سزا سے متعلق تھا اس سورۃ میں مقصود اصلی فریقین کی جزا و سزا کو واجب کرنے والے اعمال کا بیان ہے۔ اور شروع میں تمہید کے طور پر بعض ہلاک کی ہوئی امتوں کا ذکر ہے اور آخر میں فریقین کی بعض سزا و جزا کا ذکر ہے۔

خلاصۂ سورۃ:

اس سورۃ میں قسمیہ کلام کے ساتھ بتلایا گیا کہ قیامت ضرور آنی ہے اور قیامت کے منکرین کو اس وقت ضرور سزا ملنی ہے۔ اس کی تائید میں فرمایا گیا کہ زمانۂ گزشتہ میں جن امتوں نے اللہ اور اس کے رسول کے مقابلہ میں سرکشی کی ان پر خدا کی مار کا کوڑا اس طرح برسا کہ ان کا نام تاریخ میں ایک عبرت کا نشان بن کر رہ گیا پچھلی تاریخ کے واقعات میں سے قوم عاد ثمود اور فرعون کے واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا اور بتلایا گیا کہ یہ سب قومیں اپنے زمانہ میں کمال عروج کو پہونچی ہوئی تھیں اقتدار حکومت سلطنت سب کے مالک تھے مادی ذرائع اور وسائل کی ان کے پاس کمی نہ تھی مگر نافرمانی کے بدولت جب اللہ کی پکڑ میں گرفتار ہوئے تو تباہ و برباد ہوکر ختم

ہو گئے۔ اس کے بعد عام انسانوں کی آزمائش کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ جب اللہ کسی انسان کو عزت۔ مالی دولت عطاء کرتا ہے تو اتراتا ہے بڑا خوش ہوتا ہے۔ حالانکہ اس سے مقصود اس کا شکر دیکھنا ہوتا ہے اور پھر جب انسان کی روزی تنگ کردی جاتی ہے جس سے مقصود اس کا صبر و رضا کا دیکھنا ہوتا ہے تو وہ شکوہ شکایت کرنے لگتا ہے کہ باوجود استحقاق کے دنیوی نعمتیں مجھ سے کم ہو گئیں۔ پھر بتلایا گیا کہ دنیا میں انسان کو مال اس لئے نہیں ملا کہ اس پر اترائے اور گھمنڈ کرے اور نہ مال اس لئے لیا گیا کہ بے صبری کا مظاہرہ کرے بلکہ انسان کو چاہئے کہ اگر اس کو مال ملا ہے تو اس سے یتیموں کی پرورش کرے مسکینوں کی خدمت کرے اور حق داروں کے ساتھ حسن سلوک کرے نہ کہ مال جوڑ کر رکھے۔ پھر انسان کو آخری انجام کی طرف متوجہ کیا گیا کہ قیامت آنی ہے وہ آئے گی اور سب کچھ فنا ہو جائے گا۔ پھر دربار الٰہی منعقد ہوگا اور سب کو حساب و کتاب کے لئے جمع کیا جائے گا اس وقت انسان کی آنکھیں کھلیں گی لیکن اس وقت سمجھنے اور ہوش آنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا اور جس نے اللہ کی باتوں پر مطمئن ہو کر نیک اعمال کئے تھے اس کو مرنے کے وقت ہی بشارت ملے گی اللہ کی رضا اور اللہ کی بہشت میں داخلے کی اور یہی ایک بندہ کی کامیابی و کامرانی ہے جس کی تمنا اور آرزو و کوشش ہونی چاہئے۔ اللھم اجعلنا منھم!

سورۃ البلد

یہ قرآن کریم کی ۹۰ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا شمار ۳۵ ہے اس سورۃ میں ایک رکوع ۲۰ آیات ۸۲ کلمات اور ۳۴۷ حروف ہیں۔ یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی ابتداء لفظ "لا اقسم بھذ البلد" سے کی گئی ہے اور بلد (شہر مکہ) کی باری تعالیٰ نے قسم کھائی ہے اسی وجہ سے اس سورۃ کا نام بلد مقرر ہوا۔

ربط:

سورۃ سابقہ میں اعمال موجبہ مجازات کا بیان تھا اس سورۃ میں بھی ایسے ہی اعمال کا بیان ہے مگر وہاں کثرت لفظیہ اعمال شر کی تھی اور یہان اعمال خیر کی ہے اور تمہید میں اعمال خیر کے بعض مقتضیات جو کہ مشقت وفتن کے قبیل سے ہیں مذکور ہیں اور ختم پر اعمال خیر وشر کی سزاو جزا مذکور ہے۔ واللہ اعلم!

شان نزول:

روایت کیا گیا ہے کہ قریش میں ایک کافر اسید بن کلدہ نہایت قوی ہیکل اور پہلوان تھا اس کی طاقت کا یہ حال تھا کہ اپنے پاؤں کے نیچے گائے بیل کا چمڑہ دبا لیتا اور لوگوں سے کہتا چمڑہ کھینچ کر میرے پاؤں کے نیچے سے باہر کرو بہت سے لوگ مل کر زور آزمائی کرتے مگر چمڑا کھینچنے سے ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا اور اس کے پاؤں کے نیچے سے نہ نکلتا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اسلام کی دعوت دی تو وہ کافر ایمان نہ لایا اور اس نے بہت سخت سست کلمات آپ کی شان میں کہے اور کہنے لگا کہ تم مجھے آتش دوزخ کے موکلوں سے کیا ڈراتے ہو میرا بایاں ہاتھ ان سب کو سزا دینے کے لئے کافی ہے۔ میرے مقابلہ کی تاب کون لاسکتا ہے اور بہشت کی نعمتوں سے مجھے کیا پھسلاتے ہو میں نے شادیوں اور خوشی کی تقریبات میں اتنا مال خرچ کیا ہے کہ تمہاری بہشت کی نعمتیں اس کے سامنے ہیچ ہیں اور تمہاری جنت کی قیمت میرے اس

خرچ کیے ہوئے مال کے برابر بھی نہیں پہنچتی اس کی ان باتوں کے جواب میں اللہ رب العزت نے یہ سورۃ نازل فرمائی۔

خلاصہ سورۃ:

اس سورۃ میں بتلایا گیا کہ انسان کو اپنی قوت زور اور مال و دولت کی کثرت اور بڑائی پر مغرور نہیں ہونا چاہیے اور اگر یہ انسان پیدائش سے لے کر موت تک کے واقعات پر غور کرے تو یہ خوب واضح ہو جاتا ہے کہ اسے کس قدر شدائد و تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پھر سمجھایا گیا کہ اس زندگی کے بعد جو ایک اور ہمیشہ رہنے والی زندگی آنے والی ہے اس میں انسان کے تمام اعمال کی جانچ ہوگی ہر شخص کے ساتھ انصاف ہوگا اور جس نے دنیا میں جیسی گزاری ہوگی اس کے لحاظ سے اسے اچھا یا برا بدلہ ملے گا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

یہاں ہم ایسے رہے یا کہ ویسے رہے!
وہاں دیکھنا ہے کہ کیسے رہے؟

سورۂ والشّمس

یہ قرآن کریم کی ۹۱ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۲۶ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ایک رکوع ۱۵ آیات ۵۶ کلمات اور ۲۵۴ حروف ہیں۔ یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کے شروع میں "والشمس وضحھا" آیا ہے۔ یعنی قسم ہے

سورج کی اور اس کی روشنی کی۔ اس لئے بطور علامت اس کا نام سورۃ الشمس مقرر ہوا۔

رابط:

سابقۂ سورۃ میں اعمال ایمانیہ وکفریہ کی مجازات اخرویہ کا بیان تھا۔ اس سورۃ میں "کذبت ثمود" سے جو جواب قسم کے منزلہ میں ہے قصداً اعمال کفریہ پر مجازات دنیویہ کے احتمال کا بیان ہے اور ضمناً قسم کے ذیل میں کفر وایمان کی طرف اعمال کی تقسیم اور ان دونوں کی مجازاۃ اخرویہ کا ذکر ہے جو اجمالاً ہے اور غالباً مضمون اول کا مقصوداً اور مقصود ثانی کا ضمناً وتبعاً آنا اس لئے ہو کہ مقصود اصل کفار مکہ کو ڈرانا ہے۔ واللہ اعلم!

خلاصۂ سورۃ:

یہ ایمان واسلام کے ابتدائی دور کی ایک سورۃ ہے جب کہ قریش اور اہل مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا انکار کر رہے تھے اللہ اور رسول کی باتوں کو جھٹلاتے تھے اور جن حقیقتوں کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دے رہے تھے وہ انہیں سچا نہ جانتے تھے۔ اس سورۃ میں انہیں اہل مکہ کو متنبہ کیا گیا اور گزشتہ واقعات میں سے قوم ثمود کے ایک مشہور واقعہ کی طرف جو اہل عرب میں مشہور تھا انہیں متوجہ کیا گیا کہ دیکھو اللہ کے رسول کی تکذیب اور حق کے مقابلہ میں جرأت کی سزا اس سے پہلے قوم ثمود کو مل چکی ہے اگر تم اپنی روش سے باز نہ آئے تو پھر انہیں جیسا انجام تمہارا بھی ہوگا۔ یہ سورۃ اگرچہ مختصر ہے لیکن توحید وآخرت کی پوری دعوت اور اس کو نہ ماننے کے نتائج پوری طرح اس میں سمیٹ دیئے گئے ہیں۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے سات قسمیں کھا کر جواب قسم میں دو باتیں ارشاد فرمائی وہ شخص کامیاب ہوا جس نے اپنے

نفس کو سنوارا اور وہ نامراد ہوا جس نے اسے خاک میں ملایا۔ واللہ اعلم!

سورۃ اللیل

یہ قرآن کریم کی ۹۲ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۹ ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۲۱ آیات ۷۱ کلمات اور ۳۱۴ حروف ہیں۔ یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی ابتداء میں اللہ عزوجل نے لیل کی قسم کھاتے ہوئے فرمایا: "واللیل اذا یغشی" کہ قسم ہے رات کی جب کہ وہ چھا جائے یا آفتاب کے نور کو چھپالے۔ اس مناسبت سے اس سورۃ کا نام سورۃ اللیل مقرر ہوا۔

ربط:

سورۂ سابقہ میں اعمال اور ان کی جزاؤں کا اختلاف مذکور تھا اس سورۃ میں یہی مضمون ہے جس سے دونوں سورتوں کے درمیان ارتباط ظاہر ہے۔

شان نزول:

مکہ معظمہ میں دو شخص رئیسوں میں بڑے مالدار تھے ایک حضرت ابوبکر صدیقؓ اور دوسرا امیہ بن خلف اور ان دونوں کا معاملہ مال کے خرچ کرنے میں مختلف تھا۔ امیہ باوجود مالدار کے فقیر کو کوڑی بھی نہیں دیتا تھا اور اگر کوئی اس کو بطور نصیحت کے سمجھاتا کہ غریبوں پر خرچ کر کے آخرت کا ذخیرہ کیوں نہیں کرتا تو وہ جواب میں کہتا کہ آخرت ہے کہاں اور اگر بالفرض ہو بھی تو میرے پاس اس قدر مال ہے جو مجھے

جنت کی نعمتوں سے کافی ہے۔ حضرت بلالؓ بھی اس کے غلام تھے خفیہ طور پر اسلام لے آئے تھے جب اس کو معلوم ہوا تو وہ ان کو بہت تکلیف دیتا تھا حضرت ابوبکرؓ کو علم ہوا تو حضرت بلال کو خرید کر آزاد فرمادیا۔ الغرض حضرت ابوبکرؓ نے مسلمانوں کے تعاون اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی ضروریات میں بے دریغ اپنا مال خرچ فرمایا۔ چنانچہ مکہ کی زندگی میں تیرہ سال کے عرصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام دولت صرف فرمادی صرف چھ ہزار درہم بچے تھے جو سفر ہجرت اور مسجد نبوی کے لئے زمین کی خرید اور دوسرے نیک کاموں میں صرف فرمائے اس سورۃ میں انہیں دونوں حالتوں کا ذکر ہے کہ ابوبکرؓ ایمان صدق۔ اور اکرم میں انتہائی درجہ رکھتے تھے اور امیہ بن خلف کفر کذب اور بخل میں انتہائی درجہ رکھتا تھا۔

خلاصہ سورۃ:

اس سورۃ کا اصل مضمون انفاق فی سبیل اللہ ہے جس کا انجام یہ بتلایا گیا کہ جو شخص نیک راستہ میں مال خرچ کرتا ہے اور ساتھ ہی دل میں خدا سے ڈرتا ہو اسلام اور قرآن کی باتوں کو سچا جانتا ہو تو وہ راحت و آرام کی جگہ (جنت) میں پہنچایا جائے گا اور جس نے خدا کی راہ میں خرچ نہ کیا اور اللہ کی خوشنودی اور آخرت کے ثواب کی پرواہ نہ کی اسلام کی باتوں اور اللہ کے وعدوں کو جھوٹا جانا تو وہ آخرکار عذاب الٰہی کی انتہائی سختی کی جگہ (جہنم) میں پہنچ جائے گا اور حکمت الٰہی اس کو مقتضی نہیں کہ کسی شخص کو زبردستی نیک یا بد بننے پر مجبور کرے ہاں اللہ نے برائی و بھلائی کو خوب کھول کر بیان فرمادیا ہے۔ اب جو شخص جو راہ اختیار کرے گا آخرت میں اسی کے موافق اس سے برتاؤ ہوگا۔ واللہ اعلم!

سورۃ الضحیٰ

یہ قرآن کریم کی ۹۳ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۱۱ ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۱۱ آیات ۴۰ کلمات اور ۱۶۶ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی ابتداء میں اللہ عزوجل نے ضحیٰ کے وقت کی قسم کھائی ہے۔ ضحیٰ یعنی چاشت، آفتاب بلند ہونے سے لے کر نصف النہار تک پہونچنے کا زمانہ ہے اس نسبت سے اس سورہ کا نام ضحیٰ مقرر ہوا۔

ربط:

سابقہ سورۃ واللیل کی آیت "فاما من اعطی" سے "للعسریٰ" تک بعنوان کلی مہمات اصول و فروع کا بیان اور ان کی تصدیق اور امتثال یا تکذیب و اخلال پر وعدہ و وعید مذکور ہے۔ چنانچہ مہمات مذکور میں سے ایک مسئلہ رسالت کا بھی ہے جس کا بیان مع دوسرے مضامین مناسبہ کے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض انعامات کا فیضان اور جیسے ان کے شکریہ میں آپ کو بعض اوامر و نواہی کا مخاطب بنانا اس سورۃ میں آیا ہے۔ اسی طرح باقی تمام سورتوں میں ان مہمات کلیہ کے خاص جزئیات اور ان کے مناسب مضامین مذکور ہیں جیسا کہ ہر سورۃ کے شروع سے ان جزئیات و مناسبات کی تعیین بھی معلوم ہو جائے گی اور اس تقریر سے آئندہ تمام سورتوں کا باہمی ارتباط اور ماقبل سے ارتباط واضح ہو گیا۔ اب جدا جدا ہر سورۃ کے لئے مستقل

تقریر ربط کی ضرورت نہ ہوگی صرف اسی تقریر کی طرف اشارہ کر دینا کافی ہوگا۔ گو باہم سورتوں میں مستقل ربط بھی ادنیٰ تامل سے معلوم ہوسکتا ہے چونکہ آگے چھوٹی چھوٹی پاس پاس سورتیں ہیں اس لئے سب کا تقریر واحد میں منسلک کر دینا زیادہ مناسب معلوم ہوا ہے۔ جیسا کہ امام رازی رحمہ اللہ نے بھی سورۂ کوثر کی تفسیر میں والضحیٰ سے آخر تک کا ربط ایک ہی تقریر میں لکھا ہے۔ واللہ اعلم!

شانِ نزول:

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی بیماری کی وجہ سے دو تین شب نہیں اٹھے ایک کافرہ نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے شیطان نے تم کو چھوڑ دیا اور اتفاق سے وحی آنے میں بھی دیر ہوگئی تھی جس پر دوسرے مشرکین نے بھی کہا کہ ان کے رب نے ان کو چھوڑ دیا ہے۔ اس پر اس سورۃ الضحیٰ کا نزول ہوا جس میں ان اعتراضات وطعن کا جواب دیا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد بیان فرمائے گئے۔

فائدہ:

علماء نے لکھا ہے کہ ضحیٰ کے وقت کی قسم اللہ عزوجل نے اس لئے کھائی کہ یہ وقت متعدد خصوصیتیں لئے ہوئے ہے۔ (۱) روزی کی تلاش اور علم وہنر حاصل کرنے کا اکثر یہی وقت ہے (۲) یہ وقت فرض نماز سے خالی ہے اس میں نفل عبادات کے لئے فراغت ہے۔ (۳) اسی ضحیٰ کے وقت میں خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا۔ (۴) اسی وقت میں فرعون کے جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر ایمان لائے اور سجدہ کیا تھا بس یہ وقت نورِ حق کا کمال ظاہر ہونے کا وقت ہے۔ (۵) ضحیٰ کی نماز جو چار یا بارہ رکعتیں ہیں اسی وقت مقرر ہے جس کے بہت سے

فضائل احادیث میں آئے ہیں۔

خلاصۂ سورۃ:

اللہ رب العزت نے قسمیہ کلام کے بعد فرمایا کہ نہ آپ کے پروردگار نے آپ کو چھوڑا نہ آپ سے دشمنی کی اور آخرت آپ کے لئے بدرجہا بہتر ہے اور عنقریب آپ کا پروردگار آپ کو اتنا دے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔ اس کے بعد بعض نعمتوں کا ذکر فرمایا کہ کیا اللہ نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر آپ کو ٹھکانا دیا اور اللہ نے آپ کو شریعت سے بے خبر پایا تو آپ کو شریعت کا راستہ بتلایا اور اللہ نے آپ کو نادار پایا سو مالدار کر دیا۔ آگے ان نعمتوں پر اداء شکر کا حکم ہے کہ آپ ان نعمتوں کے شکر میں یتیم پر سختی نہ کیجئے اور سائل کو مت جھڑکئے اور اپنے رب کے انعامات مذکور کا تذکرہ کرتے رہا کیجئے۔ واللہ اعلم!

سورۃ الانشراح

یہ قرآن کریم کی ۹۴ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول میں اس کا شمار نمبر ۱۲ ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۸ آیات ۲۷ کلمات اور ۱۰۲ حروف ہیں۔ یہ سورہ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی ابتداء "الم نشرح لک صدرک" سے ہوئی ہے کہ کیا ہم نے آپ کا سینہ آپ کے لئے نہیں کھولا تو بطور علامت جن الفاظ سے یہ سورہ شروع ہوئی وہی اس کا نام مقرر ہوا۔

ربط:

یہ سورۃ دراصل سورۂ والضحیٰ کے مضمون کا تتمہ ہے۔ یعنی سورۂ سابقہ میں ان نعمتوں کا ذکر تھا جو حق تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرمائیں وہ نعمتیں دو قسم پر ہیں ظاہری و باطنی پہلی سورۃ میں پہلی قسم کی نعمتوں کا ذکر ہے اور اس سورۃ میں باطنی انعامات کا ذکر ہے۔

فائدہ:

سورۂ الم نشرح کی مناسبت سے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

اذا اشتدت بک البلویٰ ففکر فی الم نشرح

فعسر بین یسرین اذا فکرتہ فافرح

شان نزول:

روایت میں ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ اے پروردگار آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلت کا مرتبہ بخشا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم کی خلعت سے نوازا۔ حضرت داؤد کو لوہا اور پہاڑوں کو تابع بنا کر ممتاز فرمایا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو جنات و انسانوں پر سلطنت عطا فرما کر سرفراز فرمایا۔ اے الٰہ العالمین میرے لئے کیا چیز خاص فرمائی اس سوال کے جواب میں حق تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی۔

خلاصۂ سورۃ:

جیسا کہ ماقبل میں ذکر کیا گیا کہ اس سورہ کا خاص مضمون حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کی باطنی خصوصیات کا اظہار ہے کہ حق تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا کیا باطنی انعامات فرمائے۔

فضائل:

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث ومفسر رحمہ اللہ نے اس سورۃ کے خواص میں لکھا ہے کہ جو شخص اس سورۃ کو سوتے وقت ۷ امرتبہ پڑھے اور اپنے سینہ پر دم کرے تو اس کو وساوس شیطان کبھی حیران و پریشان نہ کریں گے اور معاملات کی تدابیر میں بھول چوک سے محفوظ رہے گا۔

سورہ التین

یہ قرآن کریم کی ۹۵ نمبر کی سورۃ ہے جو ترتیب نزولی کے اعتبار سے ۲۸ نمبر پر ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۸ آیات اور ۳۴ کلمات اور ۱۶۵ حروف ہیں یہ سورہ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی ابتداء لفظ والتین سے ہوئی تین کے معنی انجیر کے ہیں باری تعالیٰ نے انجیر کے قسم کھا کر مضمون کو بیان فرمایا ہے اس لئے بطور علامت اس سورۃ کا نام التین مقرر ہوا۔

ربط:

سورۃ الضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہے منجملہ ان کے انسان کا مبداء و معاد ہے۔ اس سورۃ میں اس کا بیان ہے۔

فائدہ:

علماء نے لکھا ہے کہ سورۃ کے ختم کی آیت "الیس اللہ باحکم الحاکمین" کے بعد "بلیٰ وانا علیٰ ذالک من الشاھدین" کہنا چاہئے۔

خلاصۂ سورۃ:

اس سورۃ میں بتلایا گیا کہ اللہ نے انسان کو بہترین سانچہ میں ڈھالا ہے اور اس میں ظاہری و باطنی قوتیں نہایت مناسب طور پر رکھی گئی ہیں اسے بہترین صلاحیتوں سے آراستہ کر کے ارادے اور عمل کی آزادی دی گئی۔ چنانچہ اس آزادی کے نتیجہ میں انسان مختلف راہیں اختیار کرتے ہیں کچھ نیک عمل ہوتے ہیں کچھ بدکار کچھ خدا کے فرمانبردار ہوتے ہیں کچھ اس کے باغی تو یہ کیسے ممکن ہے کہ انجام کے اعتبار سے دونوں یکساں رہیں جب دنیا کی چھوٹی حکومتیں اپنے وفاداروں کو انعام اور مجرموں کو سزا دیتی ہیں تو پھر احکم الحاکمین کی صفت حاکمیت کا تقاضا یہی ہے کہ وہ ایک دن صحیح صحیح فیصلہ کر کے اپنے وفاداروں کو اپنی عنایتوں سے نوازے اور مجرموں کو ان کے قصوروں کی سزا دے۔ واللہ اعلم!

سورۃ العلق

یہ قرآن کریم کی ۹۶ نمبر کی سورۃ ہے جو ترتیب نزول میں پہلی سورۃ ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۱۹ آیات ۷۲ کلمات اور ۲۹۰ حروف ہیں، یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

علق کے معنی ہیں جمے ہوئے خون کے۔ اس سورۃ کی دوسری آیت میں

فرمایا گیا ہے "خلق الانسان من علق" کہ اللہ نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا فرمایا۔ اسی سے اس سورۃ کا نام علق ماخوذ ہے۔ اس سورہ کو سورۂ اقراء بھی کہتے ہیں۔

فائدہ:

اس سورۃ کی ابتدائی پانچ آیات اکثر مفسرین کے نزدیک سب آیتوں اور سورتوں سے پہلے نازل ہوئیں گویا وحی کی ابتداء انہیں آیات سے ہوئی۔

ربط:

سورۂ والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہے ان میں سے عطاء نبوت اور تعلیم وحی بھی ہے جو توحید کے بعد تمام مہمات کا مبنیٰ ہے اور اس کے مناسب صاحب وحی کی مخالفت پر مذمت اور جھڑکی ہے جس کا اس سورۃ میں بیان ہے۔

خلاصۂ سورۃ:

اس سورۃ میں اللہ رب العزت نے ربوبیت کے لئے بطور دلیل کے انسان اور اس کی پیدائش اور انسان پر بعض دیگر انعامات خداوندی کا تذکرہ کرتے ہوئے توحید کی دعوت دی گئی اور بتلایا گیا کہ اتنے احسانات الٰہی کے باوجود انسان سرکشی کرتا ہے اور وہ اپنے آپ کو تمام قیود وحدود سے آزاد سمجھتا ہے حالانکہ سب کو ایک دن اپنے رب کے حضور حاضر ہونا ہے پھر ایسے سرکشوں کو تنبیہ کی گئی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ دین اور وحدۂ لاشریک لہ کی عبادت سے روکنا چاہتے تھے۔ ایسے منکرین و مخالفین کو قیامت کی پکڑ سے ڈرایا گیا اور اخیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہونے اور قرب خداوندی حاصل کرنے کی اجازت دی گئی۔ واللہ اعلم!

سورۃ القدر

یہ قرآن کریم کی ۹۷ نمبر کی سورۃ ہے جو ترتیب نزول کے اعتبار سے ۲۵ نمبر پر ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۵ آیات ۳۰ کلمات اور ۱۱۵ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

چونکہ اس سورۃ میں شب قدر کا ذکر فرمایا گیا ہے اس بنا پر اس کا نام سورۃ القدر ہوا۔ قدر کے معنی تعظیم کے ہیں چونکہ اس شب میں عظمت و شرف ہے اس لئے اس کو شب قدر کہتے ہیں۔

ربط:

سورۂ والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہے ان میں سے قرآن کی حقانیت اور عظمت ہے اس سورۃ میں اس کا بیان ہے۔

شان نزول:

روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض عابدین بنی اسرائیل کا ذکر فرمایا جنہوں نے ہزار مہینے اور ایک روایت میں ہے کہ اسی برس عبادت کی تھی صحابہ کو تعجب ہوا اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی اور اسی برس کے تقریباً ہزار مہینے ہوتے ہیں جبکہ کسر کو چھوڑ دیا جائے۔

ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ شب قدر حق تعالیٰ شانہ نے میری امت کو مرحمت فرمائی ہے پہلی امتوں کو نہیں ملی۔

خلاصہ سورۃ:

اس سورۃ میں اللہ رب العزت نے اپنے بے انتہا عنایت کا ذکر فرمایا ہے کہ ہم نے انسان کی فلاح وسعادت دارین کے لئے قرآن حکیم نازل کیا اور اس کو شب قدر میں نازل کیا جس کی یہ فضیلت ہے کہ ایک لیلۃ القدر اجر وثواب میں ہزار مہینوں کی عبادت کے اجر وثواب سے بہتر ہے اس شب میں حضرت جبرئیلؑ اور گروہ ملائکہ کا دنیا میں نزول ہوتا ہے اور صبح تک یہ شب سراپا سلامتی اور امن ہوتی ہے۔ واللہ اعلم!

سورۃ البینۃ

یہ قرآن کریم کی ۹۸ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۱۰۰ ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۸ آیات ۹۵ کلمات اور ۴۱۳ حروف ہیں یہ سورۃ مدنی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی پہلی آیت میں "حتیٰ تاتیھم البینۃ" آیا ہے بینۃ کے معنی ہیں کھلی ہوئی دلیل روشن دلیل جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی مراد ہے جو بجائے خود رسالت کی ایک روشن اور واضح دلیل ہے۔ اسی لفظ البینۃ کو سورۃ کا علامتی نام قرار دیا۔

فائدہ:

اس سورۃ کا نام سورۂ لم یکن اور سورۂ منفکین اور سورۂ قیامت اور سورۂ البریہ بھی ہے۔

ربط:

سورۂ والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے مسئلہ رسالت اور اس کے مصدقین و مکذبین کی مجازات ہے اس سورۃ میں اس کا بیان ہے۔

خلاصۂ سورۃ:

اس سورۃ میں بتلایا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی بجائے خود رسالت کی ایک روشن دلیل ہے کیوں کہ آپ نہایت پاکیزہ اخلاق و اعمال و عقائد کی طرف دعوت دینے والی آیات لوگوں کو سناتے ہیں اور اللہ کی توحید اور اس کی عبادت کی تعلیم و ہدایت فرماتے ہیں پھر بتلایا گیا کہ کفر و شرک کرنے والوں کا انجام جہنم کی آگ ہے اور یہ بدترین مخلوق ہیں اور ان کے برخلاف اللہ سے ڈرنے اور عمل صالح سے وابستہ رہنے والوں کے لئے آخرت میں جنت ہے جہاں کی زندگی دائمی ہوگی گویا اس طرح کفر و شرک کے انجام بد کو سنا کر ایمان اور عمل صالح پر بشارت سنا کر دنیا میں ایمان اور عمل صالح والی زندگی گزارنے کی ترغیب دی گئی۔ اللھم اجعلنا منہم!

سورۃ الزلزال

یہ قرآن کریم کی ۹۹ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۹۳ ہے اس سورۃ میں ایک رکوع ۸ آیات ۳۷ کلمات اور ۱۵۸ حروف ہیں یہ سورۃ مدنی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورہ کی ابتداء "اذا زلزلت الارض زلزالھا" سے ہوئی ہے یعنی جب زمین اپنی سخت جنبش سے ہلائی جاوے گی اسی سے سورہ کا نام سورۂ زلزال ماخوذ ہے۔ جس میں قیامت کے دن زلزلہ عظیم واقع ہونے کی خبر ہے۔

ربط:

سورۂ والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہے ان میں سے قیامت کے دن بدلہ کے واقع ہونے کا اعتقاد ہے جس کا اس سورۃ میں بیان ہے۔

فضائل:

ترمذی کی ایک روایت میں حضرت انس اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورۂ اذازلزلت نصف قرآن کے برابر ہے۔

اور قل ھو اللہ احد ایک تہائی قرآن کے برابر ہے اور "قل یا ایہا الکافرون" ایک چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ امام جزری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ چوتھائی قرآن ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن میں چار چیزوں کا بیان ہے۔ زندگی، موت، حشر، حساب اور اس سورۃ میں حساب قیامت کا بیان ہے اور نصف قرآن کہنے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن میں احوال دنیا اور احوال آخرت کا بیان ہے...... اور اس سورۃ میں صرف احوال آخرت کا بیان ہے اس لئے یہ نصف قرآن کے برابر ہے۔ واللہ اعلم!

سورۃ العادیات

یہ قرآن کریم کی ۱۰۰ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۱۴ ہے اس سورۃ میں ایک رکوع ۱۱ آیات ۴۰ کلمات اور ۱۷۰ احروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

یہ سورۃ "والعدیٰت ضبحاً" سے ہوئی ہے عادیات یہ عادیۃ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں تیز دوڑنے والا گھوڑا چونکہ اس میں تیز رو گھوڑوں کی قسم کھائی گئی ہے اور ان کی وفاداری و جاں نثاری کا ذکر ہے اسی لئے لفظ عادیات کو سورۃ کا نام قرار دیا گیا۔

ربط:

سورۂ والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ انکے اعمال قبیحہ سے بچنا ہے اس سورۃ میں اعمال قبیحہ کی مذمت اور اس پر جزا کا ترتب مذکور ہے۔

شانِ نزول:

روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منذر ابن عمر رضی اللہ عنہ کو صحابہ کے لشکر کے ساتھ قبیلہ بنی کنانۃ میں بھیجا اور حکم دیا کہ تم لوگ فلاں روز صبح کے وقت ان پر پہنچ کر غارت کرو اور فلا روز واپس آجاؤ مگر اس لشکر کو واپس آنے میں تاخیر ہوگئی منافقین نے زبان طعن دراز کی اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ وہ تمام لشکر ہلاک ہوگیا اور کوئی باقی نہیں رہا کہ ان کی خبر پہنچائے یہ بات مؤمنین نے سنی تو غمگین

ہوئے حق تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرما کر اس فوج کے حال سے مسلمانوں کو خوش دل فرمایا۔

خلاصہء سورۃ:

اس سورۃ کا مرکزی مضمون اللہ کی نعمتوں کا احساس اور ان نعمتوں کے تقاضے اور نتیجہ کے طور پر آخرت پر ایمان ویقین ہے اس سورۃ میں انسان کے اندر اللہ کی نعمتوں کا شعور پیدا کر کے جذبۂ شکر کو ابھارا گیا ہے اور اسی بات کو سمجھانے کے لئے گھوڑوں کی مثال پیش کی گئی کہ وہ اپنے آقا اور مالک کے اشاروں پر کس طرح بے تحاشا دوڑتا ہے اور میدان جنگ میں اپنے آقا کی خاطر اپنی جان پر کھیل جاتا ہے لیکن ناشناس انسان اپنے مالک حقیقی کی اتنی بھی حق شناسی نہیں کرتا جتنا گھوڑا جانور ہوکر اپنے مالک کی کرتا ہے آخر میں اس بنیادی حقیقت کی طرف متوجہ کیا گیا جو قرآنی دعوت کا مرکزی نقطہ ہے یعنی اس دنیوی زندگی کے بعد آخرت کی زندگی آنی ہے جہاں اس آقا و مالک کے سامنے جوابدہی ہوگی جس سے کوئی بات چھپائی نہیں جاسکتی اور اس دن بندہ کی ہر بات کھل کر اس کے آقا و مالک کے سامنے آجائے گی جس پر جزاء وسزا کا مدار ہوگا۔ واللہ اعلم!

سورۃ القارعۃ

یہ قرآن کریم کی ۱۰۱ نمبر کی سورہ ہے جو ترتیب نزول کے اعتبار سے نمبر ۳۰ پر ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع اور ۱۱ آیات ۳۵ کلمات اور ۱۶۰ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی ابتداء لفظ القارعۃ سے ہوئی جس کے معنی ہیں اچانک آجانے والی مصیبت کھڑ کھڑانے والا حادثہ یہاں القارعہ سے مراد حادثۂ قیامت ہے چونکہ قیامت بھی اچانک اور ناگہاں آجانے والی مصیبت ہے اور حادثہ عظیم ہے اسی لئے اس کو القارعہ کہا اور اسی لفظ کو سورہ سے موسوم کیا گیا۔

ربط:

سورۂ والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہے ان میں سے ایک امر اعتقاد و مجازات ہے۔ اس سورہ میں اس کا بیان ہے۔

خلاصۂ سورۃ:

قیامت و آخرت پر ایمان اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اور اس عقیدہ کو دل میں راسخ کرنے کے لئے قرآن پاک میں جگہ جگہ اس کا ذکر ہے۔ اس سورۃ میں بھی انسانوں کو قیامت کی ہولناکیوں سے ڈرایا گیا ہے اور آخرت کی کامیابی و ناکامی کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ اس دن جس کی نیکیاں زیادہ ہوں گی وہ خاطر خواہ آرام اور ہر طرح راحت میں ہوگا اور جس کا ایمان کا پلہ ہلکا ہوگا اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ دہکتی ہوئی آگ ہوگی۔ اعاذنا اللّٰہ منہ!

سورۃ التکاثر

یہ قرآن کریم کی ۱۰۲ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۱۶ ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۸ آیات ۲۸ کلمات اور ۱۲۳ حروف ہیں یہ

سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورہ کا پہلا جملہ "الھٰکم التکاثر" ہے اسی سے اس سورۃ کا نام ماخوذ ہے۔ تکاثر زیادتی اور کثرت میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے اور فخر کرنے کو کہتے ہیں خواہ وہ زیادتی و کثرت مال کی ہو یا خاندان کی اس سورۃ میں اسی تفاخر کی مذمت بیان فرمائی گئی ہے۔

شان نزول:

قریش کے قبائل بنی عبد مناف اور بنی سہم میں سے ہر قبیلہ نے کہا کہ ہم میں باعزت اور سردار تم سے زیادہ ہیں لہٰذا سرداری ہمارا حق ہے شمار کیا گیا تو بنی عبد مناف زیادہ نکلے پھر کہنے لگے کہ اب ہم اپنے مردوں کو شمار کریں گے چنانچہ مردوں کو شمار کیا تو بنی سہم کی تعداد بڑھ گئی۔ اس بے ہودہ تفاخر کی برائی اور مذمت میں اس سورۃ کا نزول ہوا۔

ربط:

سورۂ والضحیٰ کی تمہید میں جو امور مذکور ہیں ان میں سے ایک امر غفلت عن الآخرۃ کا ترک کرنا ہے اس سورۃ میں اس کا بیان ہے۔

خلاصۂ سورۃ:

اس سورۃ میں متنبہ کیا گیا کہ کثرت مال و دولت جاہ و حشمت عزت و مرتبت فخر کی چیزیں نہیں ہیں ان چیزوں پر فخر کرنا انسان کو آخرت سے غافل کر دیتا ہے اور یہ

غفلت موت تک چلی جاتی ہے لیکن موت کے بعد اصلیت معلوم ہوجائے گی اور اس دنیا پرستی اور آخرت فراموشی کا نتیجہ جہنم کے معائنہ کے وقت معلوم ہوجائے گا۔ آخرت کا اس وقت یقین آجائے گا اس وقت خدا کی نعمتوں کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی اور کچھ جواب نہ بن پڑے گا اس وقت انسان پچتائے گا مگر وہ تلافی مافات کا وقت نہ ہوگا۔

واللہ اعلم!

فضائل:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کسی میں یہ طاقت نہیں کہ ہزار آیات روز پڑھ لیا کرے صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہزار آیات روز کون پڑھ سکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی "الھٰکم التکاثر" بھی نہیں پڑھ سکتا معلوم ہوا کہ اس سورۃ کی تلاوت ہزار آیات کے برابر ہے۔

سورۃ العصر

یہ قرآن کریم کی ۱۰۳ نمبر کی سورۃ ہے مگر ترتیب نزول کے اعتبار سے یہ تیرھویں نمبر پر ہے اس سورۃ میں ایک رکوع ۳ آیات ۱۴ کلمات اور ۷۴ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی ابتدا لفظ والعصر سے ہوئی یعنی قسم ہے زمانہ کی اسی سے سورۃ کا نام العصر ماخوذ ہے۔

شان نزول:

لکھا ہے کہ ابو الاسد ایک کافر تھا جو زمانہ جاہلیت میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کا دوست تھا جب حضرت ابو بکرؓ ایمان لے آئے تو یہ کہنے لگا کہ اے ابو بکر تمہاری عقل کو کیا ہوا تم نے تجارت میں تو کبھی نقصان نہیں اٹھایا اب یک لخت ایسے نقصان میں پڑے کہ آبائی دین کو چھوڑ کر لات وعزیٰ کی شفاعت سے محروم ہو گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ بیوقوف دین حق کو قبول کرنے والا کبھی نقصان میں نہیں رہتا۔ چنانچہ اس سورۃ میں اللہ نے حضرت ابو بکرؓ کے اس کلام کی توثیق فرمائی۔

ربط:

سورۂ والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہے ان میں سے ایک امر اعمال و طاعت کا بجا لانا ہے۔ اس سورۃ میں اس کا بیان ہے۔

خلاصۂ سورۃ:

اللہ رب العزت نے اس سورہ میں حضرت ابو بکرؓ کے کلام کا حسن ظاہر فرمایا اور اس کافر کے خیال باطل کی تردید فرمائی اور قسمیہ کلام کے بعد فرمایا گیا کہ ہر انسان خسارہ اور ٹوٹے میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور عمل صالح کیے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو حق کی تلقین کی اور ایک دوسرے کو صبر پر ثابت قدم رہنے کی فہمائش کرتے رہے۔

فائدہ:

اس سورۃ کے متعلق حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا مشہور قول ہے کہ اگر قرآن

میں صرف یہی ایک سورۃ نازل کردی جاتی تو سمجھدار بندوں کی ہدایت کے لئے کافی تھی فی الحقیقت یہ ایک چھوٹی سی سورۃ ہے مگر سارے دین وحکمت کا خلاصہ ہے۔ صحابہؓ کرام اور سلف صالحین کا دستور تھا کہ جب آپس میں ملتے کہ ایک دوسرے کو یہ سورۃ سناتے پھر سلام کرکے رخصت ہوجاتے۔

سورۃ الہمزہ

یہ قرآن کریم کی ۱۰۴ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول میں اس کا شمار نمبر ۳۲ ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۹ آیات ۳۳ کلمات اور ۱۳۵ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی پہلی آیت میں ہمزہ کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہیں لوگوں کے عیب ڈھونڈنے والا۔ پس پشت عیب نکالنے والا چونکہ اس سورۃ میں اس مرض کی سخت سزا کا بیان ہے اس لئے بطور علامت اس سورۃ کا نام یہی مقرر ہوا۔

ربط:

سورۃ والضحیٰ کی تمہید میں مہمات امور میں سے ایک امر اپنے آپ کو عذاب کے موجبات سے بچانا ہے جس کا اس سورۃ میں بیان ہے اور ربط ظاہر ہے۔

شان نزول:

لکھا ہے کہ بعض کفار مکہ مثلاً اخنس بن شریق امیہ بن خلف اور ولید بن مغیرہ یہ لوگ اپنی مجالس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی اور غیبت کیا کرتے تھے طعنے

دیتے اور عیوب نکالتے۔ یہ سورۃ ان کو متنبہ کرنے کے لئے نازل ہوئی اور ایسے لوگوں کا انجام ذکر کیا گیا۔

خلاصہ سورۃ:

جیسا کہ شان نزول سے معلوم ہوا کہ سورۃ کا نزول ان لوگوں کے حق میں ہوا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر عیب لگاتے بدگوئی کرتے طعنہ زنی کرتے یہ لوگ مالدار بھی تھے اور دولت کے نشہ نے ان میں غرور پیدا کر دیا تھا کہ اہل ایمان کو جن کے پاس مال و دولت نہیں تھا ان کی تحقیر کرتے تھے ان کو اس فعل شنیع سے سختی کے ساتھ روکا گیا اور ایسے افعال کرنے والوں کے لئے المناک عذاب تجویز فرمایا گیا ان لوگوں کے متعلق فرمایا گیا کہ ایسے لوگ نار جہنم کی خوراک بنیں گے وہ آگ دلوں تک پہونچ جائے گی۔ اعاذنا اللّٰہ منہ!

سورۃ الفیل

یہ قرآن کریم کی ۱۰۵ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۱۹ نمبر پر ہے اس سورۃ میں ایک رکوع ۵ آیات ۲۳ کلمات اور ۹۴ حروف یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ میں اصحاب فیل یعنی ہاتھی والوں کا ذکر فرمایا گیا ہے اس لئے اس کا نام الفیل مقرر ہوا۔ فیل کے معنی عربی میں ہاتھی کے ہیں۔

ربط:

سورۂ والضحٰی کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہے منجملہ ان کے عقاب الٰہی سے

ڈرانا ہے۔ اس کے احکام کے ترک پر اس سورۃ میں ترک احترام بیت اللہ کے وبال سے اس پر استدلال ہے لہٰذا ربط ظاہر ہے۔

قصہ اصحابِ فیل:

بادشاہ حبشہ کی طرف سے یمن میں ایک حاکم تھا ابرہہ نے ایک کنیسہ بنایا تھا چونکہ یہ سب لوگ نصرانی تھے اور اس نے یہ چاہا کہ کعبہ کے حج کرنے والے لوگ یہاں آیا کریں اور اس کا اعلان کردیا یہ بات عرب بالخصوص قریش کو بہت ناگوار ہوئی اور کسی شخص نے رات کو جاکر اس میں پاخانہ کردیا۔ اور مقاتلؒ نے کہا ہے کہ بعض عرب نے وہاں آگ جلائی تھی ہوا سے اس میں آگ جالگی اور وہ کنیسہ جل گیا ابرہہ کو غصہ آیا اور لشکر عظیم لے کر جس میں ہاتھی بھی تھے خانہ کعبہ کو منہدم کرنے چلا جب مُحمّص میں جو کہ طائف کے راستہ میں ہے وہاں پہنچا اور عبدالمطلب کے پاس آدمی بھیجا وہ اس وقت رئیس مکہ تھے اور یہ کہلایا کہ میں لڑنے نہیں آیا ہوں صرف کعبہ کو منہدم کرنے آیا ہوں اگر کوئی مخالفت کرے گا تو البتہ میں اس سے لڑوں گا عبدالمطلب نے جواب دیا کہ جس کا یہ گھر ہے وہ خود حفاظت کرے گا۔ عبدالمطلب اس کے پاس گئے اور وہاں بھی زبانی یہی گفتگو ہوئی اور وہاں سے واپس آکر تمام قریش کو لے کر پہاڑوں میں جاچھپے تاکہ لشکر کے شر سے محفوظ رہیں اور ابرہہ وہاں سے مکہ کی طرف چلا اور جب وادی محسر میں جو کہ مزدلفہ کے قریب ہے پہنچا تو اس نے دیکھا کہ سمندر کی طرف سے کچھ سبز اور زرد رنگ کے کبوتر سے کچھ چھوٹے پرندے آئے ان کے پنجوں اور چونچوں میں مسور اور چنے کی برابر کنکریاں تھیں اور انہوں نے لشکر پر چھوڑنا شروع کیں وہ اللہ کی قدرت سے گولی کا کام کرتی تھی اور ہلاک کردیتی تھی بعض تو اس

عذاب سے ہلاک ہوئے اور بعض بھاگ گئے اور دوسری بڑی تکلیفیں اٹھا کر مرے یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے ۵۰ روز پہلے پیش آیا یعنی محرم کے آخیر میں ہوا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ انہوں نے بڑے ہاتھی کے فیلبان کو اندھے بھیک مانگتے ہوئے دیکھا ہے اور نوفل بن ابی معاویہ سے منقول ہے کہ انہوں نے وہ کنکریاں دیکھی ہیں درمنثور میں ہے کہ بعض کو ان کنکریوں کے لگنے سے خارش اور چیچک نکل آئی تھیں اور زیادتی ہو کر ہلاک ہو گئے اللھم احفظنا من کل بلاء الدنیا وعذاب الآخرۃ!

خلاصہ سورۃ:

اس سورۃ میں اس بات کی تعلیم ہے کہ قدرت کے منشاء کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی نیز احکام خداوندی اور شعائر کی بے حرمتی کرنے والوں کو اس کے عذاب سے ڈرتے رہنا چاہئے باطل پرستوں اور مادی طاقت پر غرور کرنے والوں کے لئے یہ سورۃ مقام عبرت ہے کہ اللہ کی غیبی طاقت کے مقابلہ میں مادی اور دنیوی اسباب بے بس ہیں حقیقی متصرف حق تعالیٰ ہیں پھر اس میں کعبہ کی عظمت شان کا بھی اظہار ہے اور یہ کہ اس کے محافظ خود حق تعالیٰ ہیں۔ واللہ اعلم!

سورۂ قریش

یہ قرآن کریم کی ۱۰۶ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۲۹ نمبر پر ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۴ آیات ۱۷ کلمات اور ۷۹ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ میں قبیلۂ قریش کا ذکر فرمایا گیا جو کہ مکہ معظمہ میں آباد تھے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی قبیلہ سے ہیں۔ بیت اللہ اور چاہ زمزم کی خدمت ہمیشہ اسی قبیلہ سے متعلق رہی۔ اس لئے اس سورۃ کا نام سورۂ قریش ہوا۔

ربط:

سورۂ والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے ان میں سے نعمت الٰہیہ کے شکریہ میں عبادت کرنا ہے اس سورۃ میں اس کا بیان ہے۔

خلاصۂ سورۃ:

اس سورۃ میں قریش مکہ کو سمجھایا گیا کہ تم کو بیت اللہ کی وجہ سے دنیوی وجاہت اور امن وسکون حاصل رہا ہے دوسرے اہل عرب قریش کی خانہ کعبہ کے متولی ہونے کی وجہ سے عزت و احترام کرتے اور ان کے قافلے لوٹ مار سے محفوظ رہتے۔ پھر حرم میں قتال جدال بھی نہیں ہوتا تھا اس اعزاز اور سکون کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ خانہ کعبہ میں توحید کے تقاضوں کے مطابق رب کعبہ کی عبادت کرتے کفر وشرک سے کنارہ کش ہوتے اور بیت اللہ کو بتوں کی نجاست سے پاک رکھتے نہ یہ کہ انہوں نے توحید کا بھی انکار کیا اور رب کعبہ کے رسول کی مخالفت کی اور نافرمانی کی انہیں اللہ کے احسانات کو یاد کرکے اللہ کا فرمانبردار بننا چاہئے تھا نہ کہ سرکشی اختیار کرتے اس سورۃ میں ان کو یہی تعلیم دی گئی ہے۔ واللہ علم

سورۃ الماعون

یہ قرآن کریم کی ۱۰۷ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا شمار ۱۷ ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۷ آیات ۲۵ کلمات ۱۱۵ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی آخری آیت "ویمنعون الماعون" ہے یعنی وہ لوگ ماعون کو روکتے ہیں۔ ماعون کے معنی ہیں زکوٰۃ، خیرات یا روز مرہ کے استعمال کی چیزیں جیسے ڈول رسی، پیالہ، نمک، پانی، آگ، ہانڈی، کلہاڑی، سوئی، دھاگہ، وغیرہ۔ اس سورۃ میں ماعون کے روکنے یا منع کرنے کی مذمت کی گئی ہے، اسی سے سورۃ کا نام مقرر ہوا۔

ربط:

سورۂ والضحیٰ کے شروع میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے کفر و نفاق سے بچنا ہے۔ اس سورۃ میں اس کا بیان ہے جس سے ربط ظاہر ہے۔

شان نزول:

مفسرین رحمہم اللہ نے بیان فرمایا ہے کہ اس سورۃ میں نصف اول کافروں کے بارے میں ہے اور نصف آخر منافقین کے بارے میں لکھا ہے کہ ابوجہل ملعون قیامت کی تکذیب کرتا اور جب کسی یتیم کا وصی اور نگراں بنتا اور یتیم اپنے مال میں سے کھانا، کپڑا مانگتا تو یہ ظالم اس یتیم کو مار نکالتا اور ہمیشہ لوگوں کو خرچ کرنے سے روکتا اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی۔

خلاصۂ سورۃ:

اس سورۃ سے مقصود یتیموں، محتاجوں، بے کس و بے سہارا لوگوں کی مدد پر ابھارنا ہے۔ انسانیت کی ہمدردی و غمخواری کا صحیح جذبہ پیدا کرنا اور ارکان دین میں سے نماز، زکوٰۃ و صدقات وغیرہ کی ادائیگی کی تاکید ہے۔ مختصر یہ کہ اس سورۃ میں حقوق اللہ و حقوق العباد کی پاسداری کی تعلیم ہے اور یہ کہ جس راہ کی طرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم بلا رہے ہیں وہی انسان کی فلاح اور دین و دنیا کی اصلاح کی راہ ہے نیز بتلایا گیا کہ جو یتیم کی ہمدردی و غم خواری تو درکنار اس کے ساتھ سنگدلی و بداخلاقی کا برتاؤ کرتے ہیں وہ بھی کوئی انسان ہے ایسے شخص کو کیا پتہ کہ نماز یعنی اللہ کی بندگی کس سے مناجات ہے اور اس سے مقصود کیا ہے اور نماز ہی کیا ایسے شخص کے دوسرے اعمال بھی ریاکاری کے ساتھ ہوتے ہیں، ایسا شخص زکوٰۃ و صدقات تو کیا دیتا وہ تو روزمرہ کے استعمال کی چیز بھی کسی کو نہیں دے سکتا درحقیقت ایسا شخص روز جزا کا اعتقاد نہیں رکھتا۔ الغرض کفار و منافقین کے ان خصائل خبیثہ اور اعمال پر عذاب جہنم کی وعید سنائی گئی۔ واللہ اعلم!

سورۃ الکوثر

یہ قرآن کریم کی ۱۰۸ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے نمبر ۱۵ پر ہے۔ اور اس سورۃ میں ایک رکوع ۳ آیات ۱۰ کلمات اور ۴۲ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

سورۃ کی ابتداء "انا اعطینک الکوثر" سے فرمائی گئی یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے بیشک آپ کو کوثر عطاء فرمایا کوثر کے لفظی معنی خیر کثیر کے ہیں یعنی بہت زیادہ بہتری اور بھلائی اس لفظ کے تحت ہر قسم کی دینی، دنیوی، ظاہری باطنی دولتوں حسی و معنوی نعمتیں داخل ہیں ان میں سے ایک بڑی نعمت حوض کوثر بھی ہے چونکہ اس سورۃ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوثر دیئے جانے کا ذکر ہے اسی لفظ کی مناسبت سے اس سورۃ کا نام کوثر مقرر ہوا۔

ربط:

سورۂ والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہے منجملہ ان کے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت ومحبت اور آپ کے مخالفین کے ساتھ بغض وعداوت ہے اس سورۃ کے اول و آخر کی آیتوں میں اس کے موجبات کا بیان ہے اور درمیان آیت میں پہلی آیت کے تابع بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نعمتوں کے شکر ادا کرنے کا حکم ہے۔

شانِ نزول:

آپ کے بڑے بیٹے حضرت قاسمؓ تھے ان کا مکہ مکرمہ میں انتقال ہوگیا تو عاص ابن وائل سہمی نے اور اس کے ساتھ دوسرے مشرکین نے یہ کہا کہ آپ کی نسل منقطع ہوگئی۔ پس آپ نعوذ باللہ ابتر یعنی بے نام ونشان ہیں مطلب یہ تھا کہ آپ کے دین کا چرچا چند روزہ ہے پھر یہ سب بکھیڑے پاک ہوجائیں گے اس پر آپ کی تسلی کے لئے یہ سورۃ نازل ہوئی۔

خلاصۂ سورۃ:

اس سورۃ میں اولاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت سنائی گئی کہ اللہ نے اپنے رسول کو کوثر عطاء فرمائی ہے جس میں ہر خیر داخل ہے خیر دنیا میں بقاء دین ترقی اسلام اعداء پر فتح وغلبہ اور قیامت تک آپ کے نام کی شہرت وعزت سب داخل ہے اور خیر آخرت میں مراتب وقرب درجات عالیہ حوض کوثر کی عطا وشفاعت کا مرتبہ۔ مقام محمود کی عطا سب داخل ہیں اس طرح آپ کو تسلی دی گئی کہ اگر اولاد نرینہ فوت ہونے پر مخالفین طعن وتشنیع کر رہے ہیں تو آپ اس پر غمگین نہ ہوں۔ کہ آپ کے رب نے آپ کو دین ودنیا کی تمام بھلائیوں سے نوازا ہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا جاتا ہے کہ ان نعمتوں کے شکریہ میں آپ اپنی جان ومال سے اللہ کی عبادت میں لگ جائیں۔ اور پھر مزید تسلی کے لئے ایک پیشین گوئی فرمائی کہ بفضل اللہ تعالیٰ آپ ابتر نہیں ہیں بلاشبہ آپ کا دشمن ہی ابتر یعنی بے نشان ہے کوئی اس کا نام لیوا نہیں ہے۔

فائدۃ:

بعض روایات سے کوثر کا نہر جنت ہونا معلوم ہوتا ہے اور بعض سے میدان حشر میں ہونا معلوم ہوتا ہے تطبیق یہ ہے کہ اصل نہر جنت میں ہے اور اس کی ایک شاخ باذن الٰہی میدان حشر میں آجاوے گی دونوں کو کوثر کہہ دیا گیا۔

فائدہ:

کسی نے سورۃ کے مضمون کو اس شعر میں ذکر کیا ہے:

آثار اقتدار تو تا حشر متصل
خصم سیاہ روئے تو بیجا صل و خجل

سورۃ الکافرون

یہ قرآن کریم کی ۱۰۹ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے نمبر ۱۸ پر ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۶ آیات ۲۶ کلمات اور ۹۹ حروف ہیں یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی ابتداء "قل یا ایھا الکافرون" سے ہوئی اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کافروں سے کہہ دیجئے اس سے سورۃ کا نام کافرون ماخوذ ہے۔

ربط:

سورۃ والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ان میں سے مسئلہ توحید اور تبری عن الشرک ہے اس سورۃ میں اس کا بیان ہے۔

فائدہ:

اس سورۃ کو سورۃ المعابد۔ سورۃ الاخلاص اور سورۃ المقشقشہ بھی کہتے ہیں مقشقشہ کے معنی ہیں بری کرنے والی، چونکہ اس سورۃ میں شرک سے برأت ہے۔

شان نزول:

ایک مرتبہ چند روسائے کفار نے آپ سے کہا کہ آیئے ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کیا کیجئے اور ایک سال ہم آپ کے معبودوں کی عبادت کیا

کریں جس میں ہم اور آپ دین کے طریقہ میں شریک رہیں جونسا طریقہ ٹھیک ہوگا اس سے سب کو کچھ کچھ مل جاوے گا اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی۔

فضائل:

یہ حدیث میں آتا ہے کہ اس سورۃ کے پڑھنے کا ثواب چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ ایک حدیث میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نماز فجر کی سنتوں میں پڑھنے کے لئے دو سورتیں بہتر ہیں سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص یعنی قل ھواللہ احد متعدد صحابہ سے منقول ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح کی سنتوں اور نماز مغرب کی سنتوں میں انہیں دو سورتوں کو پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ حضرت فردہ ابن نوفل کا بیان ہے کہ میرے والد نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی چیز بتلا دیجئے میں جس کو سونے سے پہلے پڑھ لیا کروں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قل یا ایھا الکافرون" پڑھ لیا کرو یہ شرک سے بیزاری کا اظہار ہے۔

خلاصۂ سورۃ:

اس سورۃ میں مسلمانوں کے لئے ہر دور میں اور بالخصوص موجودہ حالات میں نصیحت کا بڑا سامان موجود ہے اور اس سورۃ کی خاص تعلیم یہی ہے کہ مسلمان کے لئے سخت سے سخت حالات میں بھی باطل کی طرف سے چاہے معاملہ ڈرانے دھمکانے کا ہو یا لالچ کا ہو یا دین کے معاملہ میں مصالحت کی پیش کش ہو یہ جائز نہیں کہ وہ دین کے معاملہ میں کسی کمی بیشی پر راضی ہو یا دوسروں کی خاطر مصنوعی یگانگت اور یکتائی پیدا کرنے پر راضی ہو وہ جس دین الٰہی پر ایمان لایا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ کسی وجہ

سے بھی اس میں کتر بیونت پر راضی ہو جائے الغرض اس سورۃ میں دین پر صبر و استقامت کا خزانہ موجود ہے۔ واللہ اعلم!

سورۃ النصر

یہ قرآن کریم کی ۱۱۰ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے ۱۱۴ نمبر پر ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۳ آیات ۱۹ کلمات اور ۸۱ حروف ہیں یہ سورۃ مدنی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی ابتداء "اذا جاء نصر اللہ" سے فرمائی گئی ہے یعنی جب خدا کی مدد آپہنچے۔ اسی سے سورۃ کا نام النصر مقرر ہوا۔

ربط:

سورۂ والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہے منجملہ ان میں سے تکمیل فیوض کی نعمت کا شکر ہے، اس سورۃ میں اس کا بیان ہے، جس کا خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا ہے اس کے ضمن میں آپ کی نبوت کی تقریر بھی ہو گئی۔

خلاصۂ سورۃ:

اس سورۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا گیا کہ اے پیغمبر جب خدا کی مدد اور مکہ کی فتح مع اپنے آثار کے آپہنچے یعنی واقع ہو جائے اور آثار جو اس پر متفرع ہونے والے ہیں کہ آپ لوگوں کو اللہ کے دین یعنی اسلام میں جوق در جوق داخل ہوتا ہوا دیکھیں تو اس وقت سمجھ لیجئے کہ دنیا میں رہنے کا مقصود اور بعثت کا

مقصود کہ تکمیل دین ہے ختم ہوا اور اس وجہ سے سفر آخرت قریب ہے۔ بس اس کے لئے تیاری کیجئے اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیجئے وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

فائدہ:

اس سورۃ میں آپ کی وفات کے قریب ہونے کی خبر ہے اور فتح سے مراد فتح مکہ ہے۔ فتح مکہ سے پہلے ایک ایک دو دو مسلمان ہوتا تھا فتح مکہ کے بعد قبائل کے قبائل اسلام میں داخل ہونے لگے۔ یہ سورۃ فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی جیسا کہ نقل کیا گیا ہے کہ خیبر سے لوٹتے ہوئے نازل ہوئی جو فتح مکہ سے پہلے ہے اور مکہ معظمہ رمضان ۸ھ میں فتح ہوا۔ اور آپ کی وفات ربیع الاول ۱۰ھ میں ہوئی۔ روایت میں آتا ہے کہ آپ اس سورۃ کے نازل ہونے کے بعد سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب بہت زیادہ پڑھا کرتے تھے۔ بعض مفسرین نے اس کا نزول فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت سے چھ ماہ قبل لکھا ہے بعض نے ایام تشریق ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ بمقام منیٰ حجۃ الوداع ۱۰ھ لکھا ہے کہ پہلے آیت "الیوم اکملت لکم دینکم" نازل ہوئی ۹/ ذی الحجہ یوم عرفہ جمعہ کو بعد خطبہ اس کے بعد یہ سورۃ وہیں منیٰ میں ایام تشریق میں نازل ہوئی۔

بعض روایات میں ہے کہ جب یہ سورۃ نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع میں اس کی تلاوت فرمائی تو سب اس کو سن کر خوش ہوئے کہ اس میں فتح مکہ کی خوشخبری ہے مگر حضرت عباسؓ رونے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ رونے کا سبب کیا ہے۔ تو حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ اس میں آپ کی وفات کی خبر مضمر ہے۔ آنحضرت نے اس کی تصدیق فرمائی، معلوم ہوا کہ جب موت

قریب ہو تو تسبیح و استغفار کی کثرت کرنی چاہئے۔

فضائل:

امام ترمذیؒ نے حضرت انسؓ کی حدیث نقل کی ہے کہ اذا جاء نصر اللہ ثواب میں چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔

سورۃ اللھب

یہ قرآن کریم کی ۱۱۱ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے نمبر ۶ پر ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۵ آیات ۲۴ کلمات اور ۸۱ حروف ہیں، یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی پہلی آیت "تبت یدا ابی لھب وتب" ہے جس کے معنی ہیں ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہو جائے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتیلے چچا ابولہب اور اس کی بیوی کی اسلام دشمنی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عداوت کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کے ہلاک ہونے اور قیامت کے دن نار جہنم میں ڈالے جانے کی خبر دی گئی ہے۔ اس لئے بطور علامت اس کا نام سورۃ اللھب مقرر ہوا۔

ربط:

سورۂ والضحیٰ کی تمہید میں جو امور مذکور تھے منجملہ ان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بچنا ہے اس سورۃ میں اس مخالفت کا وبال مذکور ہے۔

شان نزول:

روایت میں آیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آیت کریمہ "وانذر عشیرتک الاقربین" نازل ہوئی کہ آپ اپنے خاندان کے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے اور آپ نے کوہ صفا پر چڑھ کر تمام قبیلوں کو آواز دی اور جمع کر کے سب کو دعوت اسلام دی تو ابولہب بن عبدالمطلب نے گستاخانہ کلمات کہے: "تبًا لک سائر الیوم! الھذا جمعتنا؟" اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی۔ چنانچہ غزوۂ بدر کے بعد ساتویں روز اس کو طاعون کا ایک دانہ جس کو عدسہ کہتے ہیں نکلا اور مرض لگ جانے کے خوف سے گھر والوں نے اس کو الگ ڈال دیا یہاں تک کہ ابولہب اسی حال میں مرگیا اور تین روز تک لاش یونہی پڑی رہی جب سڑنے لگا تو مزدوروں سے اٹھا کر ڈلوا دیا انہوں نے ایک گڑھا کھود کر اس میں لکڑی سے دھکا دے کر اوپر سے پتھر بھر دیئے۔

طارق سے روایت ہے کہ میں نے ایک بار دیکھا کہ سوق المجاز میں آپ آگے آگے دعوت اسلام کرتے ہوئے چلے جا رہے ہیں اور پیچھے پیچھے ابولہب پتھر مارتا ہوا آ رہا ہے جس سے آپ کی پنڈلی اور قدم لہولہان ہو گئے ہیں۔ ابولہب کی بیوی جس کا نام ام جمیل تھا آپ کے راستہ میں کانٹے بچھایا کرتی تھی جیسا کہ کسی نے کہا ہے:

زن بولہب کا شرارۃ
یہ رویہ لیل و نہار تھا
رہ مصطفیٰ میں بکھیرنا
خس و خار اس کا شعار تھا

کسی مرض میں ہوئی مبتلی، گئے دیکھنے اس کو مصطفیٰ، بکشادہ خاطر یہ کہا: تجھے

تندرست کرے خدا۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ اپنے واسطے لکڑیاں ڈھونڈتی تھی ایک دن لکڑیوں کا گٹھا پیٹھ پر رکھے ہوئے تھی تھک گئی لکڑیوں کی رسی اس کی گردن میں پڑی تھی لکڑیوں کا گٹھا تو ایک پتھر پر رکھ دیا اور ستانے لگی۔ اللہ کی طرف سے ایک فرشتہ کو حکم ہوا اس نے اس گٹھے کو پیٹھ کے پیچھے سے پتھر کے نیچے گرا دیا رسی اس کے گلے میں رہی اور پھانسی ہوگئی، وہ ہلاک ہوگئی۔

فائدہ:

ابولہب کا نام عبدالعزیٰ تھا اور ابولہب کنیت تھی چونکہ اس کے چہرہ کا رنگ سرخ تھا مگر قرآن میں کنیت کا اختیار کرنا اس کے شعلہ والی آگ میں پہنچنے کی وجہ سے ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ "حمالة الحطب" سے مراد چغل خور ہے چونکہ وہ چغل خور تھی، چنانچہ فارسی میں ہیزم کش بھی اس معنی میں ہے۔ شیخ سعدی نے چغل خور کی حقیقت یوں ذکر فرمائی ہے۔

میان دو کس آتش افروختن

نہ عقل است خود در میاں سوختن

کند ایں و آں خوش دگر بارہ دل

وے اندر میاں کو ربخت و خجل

اللّٰہم احفظنا منہ!

خلاصہ سورۃ:

اس سورۃ میں ابولہب اور اس کی بیوی دونوں کا انجام ذکر فرمایا ہے جس سے

مخالفین رسول کو متنبہ کیا گیا کہ مرد ہو یا عورت اپنا ہو یا بیگانہ بڑا ہو یا چھوٹا جو حق کی عداوت پر کمر باندھے گا وہ آخر کار ذلیل وتباہ و برباد ہوگا۔ واللہ اعلم!

سورۃ الاخلاص

یہ قرآن کریم کی ۱۱۲ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۲۲ ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۴ آیات ۱۷ کلمات اور ۴۹ حروف ہیں۔ یہ سورۃ مکی ہے۔

وجہ تسمیہ:

چونکہ اس سورۃ میں توحید باری تعالیٰ کو ہر قسم کے شرک سے خالص کر کے بیان کیا گیا ہے اس وجہ سے اس سورۃ کا نام اخلاص رکھا گیا جس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنا سب کچھ اللہ کے لئے خالص کردے۔

ربط:

سورۂ والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا منجملہ ان کے توحید ہے۔ اس سورۃ میں اس کا بیان ہے۔

شان نزول:

روایت میں آتا ہے کہ مشرکین مکہ نے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ ہمارے معبودوں کی تو برائی کرتے ہیں آپ اپنے رب کے تو اوصاف بیان کریں اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی۔

خلاصۂ سورۃ:

اس سورۃ میں حق تعالیٰ نے اپنی صفات بیان فرمائی ہیں اور ہر طرح کے شرک یعنی بت پرستی عیسائیت یہودیت مجوسیت وغیرہ سب کی تردید کر کے خالص توحید کا سبق دیا گیا ہے کہ اللہ ایک ہے وہ بے نیاز ہے وہ اولاد ماں باپ اور شریکوں سے پاک ہے اور اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔

فضائل:

روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ سورۃ تہائی قرآن کے برابر ہے۔ علماء نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ مضامین قرآن تین قسم کے ہیں۔ (۱) توحید و صفات باری تعالیٰ (۲) بندوں کے اعمال و افعال کی کیفیت (۳) قیامت و آخرت اور وہاں کے حالات اس سورۃ میں ان تین میں سے ایک مضمون توحید ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس سورۃ ''قل ھو اللہ احد'' سے محبت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی محبت تجھے جنت میں لے جائے گی، مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس سورۃ کو دس مرتبہ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک محل تعمیر کریں گے حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر تو ہم بہت سے محل بنوالیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اس سے بھی زیادہ اور اس سے بھی اچھا دینے والے ہیں۔ اور بھی بہت سی روایات میں اس سورۃ کے فضائل مذکور ہیں۔

سورۃ الفلق

یہ قرآن کریم کی ۱۱۳ نمبر کی سورۃ ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۲۰ ہے، اس سورۃ میں ایک رکوع ۵ آیات اور ۲۳ کلمات اور ۷۳ حروف ہیں یہ سورۃ مدنی ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کی پہلی آیت "قل اعوذ برب الفلق" ہے جس میں لفظ فلق آیا ہے فلق سے مراد صبح ہے کیونکہ رات کی ظلمت پھاڑ کر صبح کی روشنی نمودار ہوتی ہے۔ اس لئے اس سورۃ کا نام سورۃ فلق ہے۔

ربط:

سورۂ والضحیٰ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہے ان میں سے حق تعالیٰ پر توکل اور اس کے ساتھ استعاذہ ہے۔ اس میں اور اس کے بعد والی سورۃ میں اس کا بیان ہے۔

شان نزول:

سورۂ فلق اور سورۃ ناس چونکہ ایک ساتھ نازل ہوئیں اس لئے ان کا سبب نزول ایک ہی ہے وہ یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر لبید یہودی اور اس کی بیٹیوں نے سحر کردیا تھا جس سے آپ کو مرض کی سی حالت عارض ہوگئی آپ نے حق تعالیٰ سے دعا کی اس پر یہ دونوں سورتیں نازل ہوئیں۔ جن میں سے ایک سورۃ میں پانچ اور ایک میں چھ آیتیں ہیں مجموعہ گیارہ آیات میں اور آپ کو وحی سے اس سحر کا موقع بھی

معلوم کرادیا گیا تھا چنانچہ وہاں سے مختلف چیزیں نکلیں جن میں سحر کیا گیا تھا اور اس میں ایک تانت کا ٹکڑا بھی تھا جس میں گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ سورتیں پڑھنے لگے ایک ایک آیت پر ایک ایک گرہ کھل گئی۔ چنانچہ آپ کو بالکل شفاء ہوگئی۔

خلاصہ سورۃ الفلق اور سورۃ الناس:

ان دو آخری سورتوں میں یعنی خاتمہ قرآن پر اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے ذریعہ تمام امت مسلمہ کو استعاذہ کی تعلیم دی ہے یعنی ہر قسم کے شر سے جو توحید اور عقائد حقہ میں فرق یا رخنہ ڈالنے والے شر ہیں ان سے استعاذہ اور تمام معاملات اور سب امور میں حق سبحانہ تعالیٰ پر توکل و بھروسہ کرنے کا اور اس کی حفاظت و پناہ میں آجانے کا حکم ہوا ہے سورۂ فلق میں مضرات اور شرور دنیویہ سے اور سورۃ الناس میں مضرات اور شرور دینیہ سے استعاذہ ہے۔ واللہ علم

فضائل:

حضرت عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ جحفہ اور ابواء کے درمیان ہم کو تیز ہوا اور تاریکی نے گھیر لیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "**قل اعوذ برب الفلق**" اور "**قل اعوذ برب الناس**" پڑھ پڑھ کر پناہ مانگنی شروع کی اور مجھ سے فرمایا اے عقبہ پناہ مانگو ان دونوں سورتوں کے ذریعہ سے کہ پناہ مانگنے کے سلسلہ میں یہ دونوں سورتیں سب سے بہتر ہیں۔

حضرت عقبہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کیا میں پناہ حاصل کرنے کے لئے سورۂ ہود اور سورۂ یوسف پڑھا کروں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قل اعوذ برب الفلق" سے بہتر خدا کے نزدیک اس معاملہ میں کوئی چیز نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو سونے کے لئے اپنے بستر پر جاتے تو دونوں ہاتھوں کو ملاتے اور ان پر "قل ھو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس" پڑھ کر پھونکتے اور پھر دونوں ہاتھوں کو جسم پر جہاں تک ہاتھ پہونچتا پھیرتے اور سر اور چہرہ سے ہاتھوں کو پھیرنا شروع فرماتے اور پھر بدن کے اگلے حصہ پر پھیرتے ہوئے سارے جسم پر پھیرتے اور تین مرتبہ ایسا کرتے۔

سورۃ الناس

یہ قرآن کریم کی ۱۱۴ نمبر کی سورۃ ہے، اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا شمار نمبر ۲۱ ہے۔ اس سورۃ میں ایک رکوع ۶ آیات ۲۰ کلمات اور ۸۱ حروف ہیں یہ سورۃ مدنی ہے۔

وجہ تسمیہ:

چونکہ اس سورۃ میں لفظ الناس کئی جگہ آیا ہے۔ اس لئے بطور علامت اس سورۃ کا نام سورۃ الناس ہوا۔

ربط و خلاصۂ سورۃ:

ماقبل کی سورۃ کے ذیل میں ذکر کیا جا چکا ہے نیز اس سورۃ کا ماقبل کی سورۃ

کے ساتھ ربط یہ ہے کہ سورۂ سابقہ میں مضرات اور شرور دنیویہ سے استعاذہ کا ذکر ہے اور اس سورۃ میں مضرات اور شرور دینیہ سے استعاذہ کا حکم ہے یا یہ کہ سورۂ سابقہ میں جن چیزوں کے شرور سے اللہ کی پناہ کی تعلیم دی گئی تھی وہ سب خارج میں پائی جاتی تھیں مثلاً کسی دوسرے کا ظلم کسی چیز سے پہونچنے والی تکلیف جادو یا حسد وغیرہ اور اس سورۃ میں ان شرور سے پناہ چاہنے کا حکم ہے۔ جو خاص انسان کے قلب پر پہنچتے ہیں یعنی شیطانی خیالات اور وساوس جو قلب پر اثر کر کے ایمان کو زائل یا ناقص کر دیتے ہیں اور جب قوت ایمانی جاتی رہی تو پھر آدمی نہ دین کا رہا اور نہ دنیا کا اس لئے اس سورۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے واسطے سے تمام مؤمنین کو حکم ہے کہ شیطانی خیالات اور وساوس سے ہر وقت اللہ کی پناہ مانگتے رہیں۔ واللہ اعلم!

فائدہ:

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے سورۂ فلق اور سورۂ ناس کی تفسیر کے سلسلہ میں ایک نہایت لطیف نکتہ لکھا ہے کہ سورۂ فلق میں اللہ کی ایک ہی صفت (رب الفلق) سے تین چیزوں کی برائی سے پناہ مانگنے کا حکم ہے۔

(۱) تاریکی کے شر سے (۲) سحر کے شر سے (۳) حاسد کے حسد کے شر سے

اور سورۃ الناس میں باری تعالیٰ کی تین صفات کے ذریعہ ایک ہی چیز کے شر سے یعنی شیطان کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم ہے باری تعالیٰ کی وہ تین صفات یہ ہیں۔ (۱) رب الناس (۲) ملک الناس (۳) الہ الناس۔ اس مین اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دین کی حفاظت مقدم اور زیادہ ضروری ہے جان اور بدن کی حفاظت سے اس واسطے کے وسواس شیطان دین کا خراب کرنے والا ہے اور تین شر یعنی تاریکی، سحر اور حسد یہ

جسم اور بدن کوضرر پہنچانے والے ہیں۔ واللہ اعلم!

فائدہ:

حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے اس سورۃ میں ایک عجیب لطیفہ ذکر فرمایا ہے جس سے قرآن کا حسن آغاز و انجام ظاہر ہوتا ہے وہ یہ کہ اس آخری سورۃ اور سورۂ فاتحہ جو کہ سب سے پہلی سورۃ ہے دونوں سورتوں کے مضامین میں غایت درجہ کا تقارب ہے یعنی حکم میں اتحاد ہے، چنانچہ ''رب الناس'' کے مناسب سورۂ فاتحہ میں ''رب العالمین'' ہے اور ''ملک الناس'' کے مناسب ''مالک یوم الدین'' ہے اور ''الٰہ الناس'' کے مناسب ''ایاک نعبد'' ہے اور استعاذہ کے مناسب ''ایاک نستعین'' ہے اور ''الوسواس الخناس'' کے مناسب ''اہدنا'' ہے۔ واللہ اعلم!

فائدہ:

مفسرین نے ایک نکتہ ابتداء و اختتام قرآن کی مناسبت میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ قرآن کی ابتداء اللہ کے وصف ربوبیت سے تھی اور ''الحمد للہ رب العالمین'' فرمایا تھا اور اختتام وصف الوہیت پر ہوا اور ''الٰہ الناس'' فرمایا تاکہ معلوم ہوجائے کہ ربوبیت کی حق شناسی یہی ہے کہ اس کی الوہیت میں کسی کو شریک نہ کیا جائے اور اس کی شکرگزاری کے ساتھ عبادت واطاعت میں عمر گزار دی جائے۔

فائدہ:

بعض نے ایک اور نہایت عمدہ نکتہ اس مقام پر لکھا ہے کہ کلام الٰہی کی ابتداء بسم اللہ کی ب سے ہے اور انتہا ناس کی سین پر ہے ان دونوں حرفوں کو ملایئے تو لفظ بس بنتا ہے اور اہل عرب بولتے ہیں کہ "بسک ای حسبک" تو معنی ہوئے

"حسبک من الکونین ما اعطیناک بین الحرفین" یعنی کافی ہے تجھ کو دونوں جہاں میں وہ جو ہم نے آپ کو دو حرفوں کے درمیان عطا کیا ہے۔ اور یہ دونوں حرف فارسی زبان میں بھی اسی معنی میں آتے ہیں حکیم ثنائی قدس سرہٗ نے اس معنی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اول و آخر قرآں زچہ باآمد و سین
یعنی اندرره دین رہبر تو قرآن بس

دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہم سب کو قرآن کے ساتھ صحیح تعلق نصیب فرمائے اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یا رب العالمین